جناح پیپرز

جلد چہارم

بالآخر تخلیق پاکستان

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

قائداعظم محمد علی جناح

قائداعظم

محمد علی جناح پیپرز

جلد چہارم

بالآخر تخلیقِ پاکستان

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان — اسلام آباد

جملہ حقوق بحق قائداعظم پیپرز پروجیکٹ محفوظ

پہلا ایڈیشن	۲۰۰۳ء
تعداد	دو ہزار
قیمت	۲۵۰ روپے
ناشر	قائداعظم پیپرز پروجیکٹ کلچر ڈویژن۔ اسلام آباد
تقسیم کار	رائل بک کمپنی۔ کراچی
طابع	پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس، اسلام آباد

فہرست

پیش لفظ ۱۵

تعارف ۱۹

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء ۳۸

اہم اداروں کے عہدیدار ۳۹

۱ دستاویزات (متفرق موضوعات)

۱.۱ ایس کے شیدا اور زیڈ کے شاہد بنام سیکرٹری، محمد علی جناح بمع ملفوفہ ۴۰

۱.۲ محمد علی جناح بنام سی پی راماسوامی آئیر ۴۶

۱.۳ فرانسس موڈی بنام محمد علی جناح ۴۶

۱.۴ ہورڈ ڈونووِن بنام محمد علی جناح ۴۸

۱.۵ مائلز کلیرن بنام محمد علی جناح ۴۹

۱.۶ محمد علی جناح بنام مائلز کلیرن ۵۰

۱.۷ ایم نوراللہ و دیگر افراد بنام محمد علی جناح ۵۱

۱.۸ کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم نیویارک بنام محمد علی جناح ۵۳

۱.۹ محمد علی جناح بنام کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم ۵۴

۱.۱۰ ایچ گورڈن منی جیروڈ بنام جارج مارشل ۵۴

۱.۱۱	منظر عالم بنام محمد علی جناح	۶۰
۱.۱۲	محمد علی جناح بنام فرانسس موڈی	۶۱
۱.۱۳	محمد علی جناح بنام ڈبلیو پی اسپنس	۶۲
۱.۱۴	محمد علی جناح بنام ایڈیٹر ''دی ٹائم'' نیویارک	۶۳
۱.۱۵	بشیر احمد بنام محمد علی جناح	۶۴
۱.۱۶	مغربی پاکستان کی معیشت کے بارے میں ایک نامعلوم شخص کی تجاویز	۶۶
۱.۱۷	محمد زمان خان اچکزئی بنام محمد علی جناح	۷۰
۱.۱۸	آغا خان بنام محمد علی جناح	۷۲
۱.۱۹	فیروز خان نون بنام محمد علی جناح	۷۴
۱.۲۰	ایان سٹیفنز بنام جے کے کاؤنٹی بمع ملفوفہ وضمیمہ	۷۵
۱.۲۱	اڈوینا ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح	۷۸
۱.۲۲	بیورلی نکلز بنام کے ایچ خورشید بمع ملفوفہ	۷۹
۱.۲۳	بی بی پراب بنام غلام حسین ہدایت اللہ	۸۲
۱.۲۴	محمد علی جناح بنام آغا خان	۸۴
۱.۲۵	محمد علی جناح بنام انکم ٹیکس افسر، بمبئی	۸۵
۱.۲۶	وائسرائے کی پچیسویں میٹنگ کی روداد	۸۵
۱.۲۷	مسز کے ایل رلیا رام بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ جات	۸۸
۱.۲۸	ایک پاکستانی شہری بنام محمد علی جناح	۹۶
۱.۲۹	بیگم بہادر یار جنگ بنام محمد علی جناح	۹۷
۱.۳۰	اشتیاق حسین قریشی بنام محمد علی جناح	۹۸
۱.۳۱	محمد علی جناح بنام ہوورڈ ڈونوون	۹۹
۱.۳۲	اشتیاق حسین قریشی بنام محمد علی جناح	۱۰۰

۱.۳۳	ای سینٹ جے برنی کا نوٹ بمع ملفوفہ	۱۰۱
۱.۳۴	محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ملفوفہ	۱۰۴
۱.۳۵	چیالیون لو بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۱۰۶
۱.۳۶	چیالیون لو بنام محمد علی جناح	۱۰۷
۱.۳۷	محمد علی جناح بنام لیاقت علی خاں	۱۰۸
۱.۳۸	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح بمع مفلوفہ	۱۰۹
۱.۳۹	وائسرائے کے اعزاز میں سرکاری عشائیے کے موقعے پر قائداعظم کی تقریر	۱۱۱
۱.۴۰	محمد علی جناح بنام بیورلی نکلز	۱۱۴
۱.۴۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح	۱۱۴
۱.۴۲	کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم، لندن بنام محمد علی جناح	۱۱۵
۱.۴۳	ڈی ایم ملک بنام محمد علی جناح	۱۱۶
۲	**پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات**	
۲.۱	پنجاب میں ہنگاموں کا امکان، ڈائریکٹر انٹیلی جینس کی رپورٹ پر وائسرائے کے عملے کا نوٹ	۱۲۱
۲.۲	ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ملفوفہ	۱۲۲
۲.۳	ایون جنکنز کی یادداشت	۱۲۶
۲.۴	محمد علی جناح بنام مہاراجہ بھرت پور و مہاراجہ الور	۱۳۷
۲.۵	جارج ایبل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۳۷
۲.۶	آفتاب احمد بنام نواب محمد اسمٰعیل خاں	۱۳۸
۲.۷	ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۳۹

۲.۸	فسادات پر قابو پانے کے اقدامات پر پنجاب کے رہنماؤں کا صلاح مشورہ	۱۴۱
۲.۹	اقلیتوں کا تحفظ مسلمانوں کا فرض ہے۔ مسلم لیگی رہنما کی اپیل	۱۴۲
۲.۱۰	مشرقی پنجاب	۱۴۲
۲.۱۱	ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۴۵
۲.۱۲	جارج ایبل بنام سیّد ہاشم رضا	۱۴۷
۲.۱۳	سکھوں سے پُر امن رہنے کے لئے سورن سنگھ کی اپیل	۱۴۸
۲.۱۴	ڈگلس ہاتھرن ڈپٹی چیف آف جنرل اسٹاف، انڈیا کا نوٹ	۱۴۹
۲.۱۵	ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۵۰
۲.۱۶	ٹی ڈبلیو ریز اور فرینک میسروی کا پیغام	۱۵۲
۲.۱۷	لاہور میں مشرقی پنجاب کے مہاجرین کی مسلسل آمد	۱۵۴
۳	**صوبۂ سرحد اور پٹھانستان کا مسئلہ**	
۳.۱	محمد علی جناح بنام والیِ سوات	۱۵۶
۳.۲	ابوسلیمان بنام ظفر احمد انصاری بمع ملفوفہ	۱۵۷
۳.۳	وائسرائے کی تیئیسویں متفرق میٹنگ کی روداد بمع ضمیمہ	۱۵۹
۳.۴	چوہدری محمد علی اور جارج اسپنس کی یادداشتیں ـ صوبۂ سرحد کی وزارت پر استصواب رائے کے اثرات بمع ملفوفہ	۱۶۵
۳.۵	فضل کریم آصف بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ	۱۶۸
۳.۶	عبدالقیوم خان بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ	۱۷۱
۳.۷	پاکستان کی (عبوری) کابینہ کی میٹنگ کی روداد	۱۷۲
۳.۸	وائسرائے کی اپنے عملے کے ساتھ چھیاسٹھویں میٹنگ کی روداد	۱۷۶
۳.۹	جائلز اسکوائر بنام ای اے اینڈ سی آر ڈپارٹمنٹ ہند بمع ضمیمہ	۱۷۸

۳.۱۰	راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۸۰
۳.۱۱	نواب امب بنام محمد علی جناح	۱۸۲
۳.۱۲	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۱۸۵
۳.۱۳	ارنسٹ بیون بنام جائلز اسکوائر	۱۸۷
۳.۱۴	مسلم لیگ کے خلاف پرتشدد کارروائیوں کیلیے کانگریس کی تیاریاں (سرحد پولیس کی خفیہ رپورٹ سے اقتباس)	۱۹۰
۳.۱۵	پٹھانستان کا شوشہ	۱۹۰
۳.۱۶	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام راب لوک ہارٹ	۱۹۳
۳.۱۷	راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۹۴
۳.۱۸	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۱۹۶
۳.۱۹	راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۹۷
۳.۲۰	ارل آف لسٹوویل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۱۹۷
۳.۲۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۲۰۰
۳.۲۲	راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۲۰۱
۳.۲۳	لیاقت علی خاں بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ جات	۲۰۴
۳.۲۴	راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع ضمیمہ	۲۰۷
۳.۲۵	جارج کننگھم بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن بمع مفلوفہ وضمیمہ جات	۲۰۸
۳.۲۶	جارج کننگھم بنام محمد علی جناح	۲۱۴
۴	**وائسرائے کے انٹرویو اور ذاتی رپورٹیں**	
۴.۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن اور خان قلات کے درمیان ملاقات کی روداد	۲۱۶
۴.۲	لوئی ماؤنٹ بیٹن ،محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں کے درمیان ملاقات کی روداد	۲۱۷

۴.۳	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل	۲۱۹
۴.۴	لوئی ماؤنٹ بیٹن، محمد علی جناح، لیاقت علی خاں، ولبھ بھائی پٹیل اور جیرالڈ سیوج کے درمیان ملاقات کی روداد	۲۲۲
۴.۵	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل بمع ضمیمہ	۲۲۵

ریاستوں کا الحاق

۵.۱ حیدرآباد دکن

۵.۱.۱	علی یاور جنگ کا نوٹ	۲۳۴
۵.۱.۲	نواب چھتاری بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۲۳۸
۵.۱.۳	وائسرائے کی اپنے عملے کے ساتھ پینسٹھویں میٹنگ کی روداد	۲۳۹
۵.۱.۴	والٹر مانکٹن بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۲۴۰
۵.۱.۵	چارلس ہربرٹ بنام لانسےلاٹ گرفن	۲۴۱
۵.۱.۶	نظام حیدرآباد بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ وضمیمہ جات	۲۴۵
۵.۱.۷	نواب چھتاری بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۲۵۲
۵.۱.۸	نواب چھتاری بنام محمد علی جناح	۲۵۳
۵.۱.۹	نظام حیدرآباد بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ جات	۲۵۴
۵.۱.۱۰	محمد علی جناح سے انٹرویو پر نواب علی یاور جنگ کا نوٹ	۲۶۴
۵.۱.۱۱	لوئی شیفنر بنام جارج مارشل	۲۶۸
۵.۱.۱۲	وائسرائے کی اپنے عملے کے ساتھ سترسٹھویں میٹنگ کی روداد	۲۷۲
۵.۱.۱۳	نظام حیدرآباد بنام والٹر مانکٹن	۲۷۳
۵.۱.۱۴	والٹر مانکٹن بنام نظام حیدرآباد	۲۷۴
۵.۱.۱۵	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدرآباد	۲۷۵
۵.۱.۱۶	نظام حیدرآباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۲۷۶

۵.۲ کشمیر

۵.۲.۱ ولفرڈ ویب بنام جارج ایبل ۲۷۷

۵.۲.۲ محمد اسحاق بنام کے ایچ خورشید ۲۷۸

۵.۲.۳ کشمیر کے بارے میں پاکستان ٹائمز کا اداریہ ۲۸۰

۵.۲.۴ ولفرڈ ویب بنام جارج ایبل بمع ضمیمہ جات ۲۸۲

۵.۲.۵ کشمیر کسی ڈومینین میں شامل نہیں ہوگا بمع ضمیمہ ۲۹۰

۵.۳ دیگر ریاستیں

۵.۳.۱ ملک اللہ دت خان اور کریم خان بنام محمد علی جناح ۲۹۳

۵.۳.۲ ایس ایم خان بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ ۲۹۴

۵.۳.۳ جام صاحب لسبیلہ بنام محمد علی جناح ۲۹۷

۵.۳.۴ محمد علی جناح بنام جام صاحب لسبیلہ بمع ضمیمہ ۲۹۸

۵.۳.۵ نواب بھوپال بنام محمد علی جناح ۳۰۰

۵.۳.۶ محمد علی جناح بنام نواب بہاولپور ۳۰۳

۵.۳.۷ مہتر چترال بنام محمد علی جناح ۳۰۴

۵.۳.۸ ایس ایم ناصر الدّین بنام محمد علی جناح ۳۰۶

۵.۳.۹ ایچ ایل از مے بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ ۳۰۸

۵.۳.۱۰ خان آف قلات بنام ایچ ایل از مے ۳۰۹

۵.۳.۱۱ محمد علی جناح بنام ایچ ایل از مے بمع ضمیمہ ۳۱۰

۵.۳.۱۲ ایچ ایل از مے بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ ۳۱۱

۵.۳.۱۳ لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ و منسلکات ۳۱۲

۵.۳.۱۴ لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل ۳۱۶

۵.۳.۱۵	محمد علی جناح بنام ایچ ایل از مے	۳۲۱
۵.۳.۱۶	محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن	۳۲۱
۵.۳.۱۷	شاہنواز بھٹو بنام محمد علی جناح	۳۲۲
۵.۳.۱۸	نواب جونا گڑھ بنام محمد علی جناح	۳۲۵
۵.۳.۱۹	محمد علی جناح بنام نواب جونا گڑھ	۳۲۶
۵.۳.۲۰	محمد علی جناح بنام شاہنواز بھٹو	۳۲۷
۵.۳.۲۱	مہاراجہ اندور بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ	۳۲۸
۵.۳.۲۲	محمد علی جناح بنام مہاراجہ اندور	۳۳۰
۵.۳.۲۳	مہاراجہ اندور بنام محمد علی جناح	۳۳۱
۶	**۲۶ جولائی سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک قائداعظم کے بیانات**	
۶.۱	انڈونیشیا کو جناح کی یقین دہانی	۳۳۳
۶.۲	مسلم لیگ اسمبلی پارٹیوں پر لیڈر نہیں ٹھونسے جائیں گے	۳۳۴
۶.۳	لیگ کسی ریاست پر دباؤ نہیں ڈالے گی	۳۳۵
۶.۴	قبائلیوں کو پاکستان کی حمایت کی ترغیب اوران کی آزادی کا احترام	۳۳۶
۶.۵	اسمبلی پارٹی لیڈر کے الیکشن میں قائد کے نام کا بلا اجازت استعمال	۳۳۸
۶.۶	آیئے ہم دو نئی آزاد مملکتوں کی حیثیت سے سفر کا آغاز کریں، ہندوستان کیلئے جناح کا پیغام	۳۳۹
۶.۷	کراچی کلب میں غلام حسین ہدایت اللہ کے عشایئے میں قائداعظم کی تقریر	۳۴۰
۶.۸	بلوچستان کے قبائل کو مسٹر جناح کی یقین دہانی	۳۴۱
۷	**پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ابتدائی اجلاسوں کی کارروائی**	۳۴۳
۷.۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح	۳۵۵

۷.۲	دستور ساز اسمبلی کے عارضی صدر کی افتتاحی تقریب	۳۵۶
۷.۳	دستور ساز اسمبلی سے لوئی ماؤنٹ بیٹن کا خطاب	۳۵۷
۷.۴	پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے وائسرائے کے خطاب پر محمد علی جناح کا جواب	۳۶۲
۸	**باؤنڈری کمیشن**	
۸.۱	معین احمد چوہدری بنام محمد علی جناح	۳۶۴
۸.۲	اے ایم روح الامین بنام محمد علی جناح	۳۶۵
۸.۳	حسین شہید سہروردی بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ وملفوفہ	۳۶۹

پیش لفظ

زیرِ نظر مجموعہ جس کا عنوان ''بالآخر تخلیقِ پاکستان'' ہے دراصل جناح پیپرز کے سلسلۂ اوّل کی چوتھی جلد ہے۔ یہ انتقالِ اقتدار کے آخری مرحلے کی سرگزشت ہے جب مسلمانانِ ہند کی سیاسی جدوجہد نے قائداعظم محمد علی جناح کی ولولہ انگیز قیادت میں اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ کر پاکستان کی نئی قومی مملکت کی شکل اختیار کی۔ اس سلسلے کی پہلی تین جلدیں، جن کے عنوان ''تمہیدِ پاکستان''، ''پاکستان تشکیل کے مراحل میں'' اور ''پاکستان تخلیق کی دہلیز پر'' ہیں، ۲۰ فروری تا ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کے عرصے پر محیط ہیں۔ موجودہ جلد صرف بیس دنوں کی داستان ہے جو اگرچہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء پر ختم ہوتی ہے لیکن اس میں ان مشکل مسائل کی جھلک بھی نظر آتی ہے جو اس نوزائیدہ مملکت کو درپیش تھے۔ اس جلد میں قائداعظم کی ہمہ گیر شخصیت مزید نکھر کر سامنے آتی ہے۔ وہ کہیں ہندوستانی رہنماؤں سے اثاثوں کی منصفانہ تقسیم پر نبرد آزما ہیں تو کہیں والیانِ ریاست کو الحاق کے مسئلے پر اپنے موقف کی آئینی منطق سمجھاتے، کہیں پاکستان کی نئی انتظامیہ اور اس کی آئینی ساخت کا اہتمام کرتے اور کہیں نو بہ نو اور پیچیدہ مسائل سے نمٹنے کیلئے خود کو تیار کرتے نظر آتے ہیں۔

نیشنل آرکائیوز آف پاکستان میں موجود قائداعظم پیپرز، گورنر جنرل پیپرز اور آل انڈیا مسلم لیگ پیپرز وہ بنیادی دستاویزات ہیں جو برطانوی اقتدار کے خاتمے کے وقت برِصغیر کی سیاسی فضا کی آئینہ داری کرتی ہیں۔ کچھ مواد کئی اور اداروں سے لیا گیا ہے جن میں برٹش لائبریری کی اورینٹل اینڈ انڈیا آفس کلیکشنز اور ماؤنٹ بیٹن پیپرز، برٹش پبلک ریکارڈ آفس، امریکن نیشنل آرکائیوز، نیشنل ڈاکیومینٹیشن سینٹر، اسلام آباد اور اس زمانے کے اخبارات قابلِ ذکر ہیں۔

پہلے کی طرح دستاویزات کی نشاندہی ان کے ماخذ سے کی گئی ہے مثلاً ''انڈیا آفس

ریکارڈ'' یا ''ماؤنٹ بیٹن پیپرز'' وغیرہ۔ جو دستاویزات ''جناح پیپرز'' کے انگریزی ایڈیشن میں شامل ہیں ان کا حوالہ ترجمے میں اس طرح دیا گیا ہے: جناح پیپرز جلد نمبر، دستاویز نمبر اور جناح پیپرز، جلد نمبر اپنڈکس نمبر، دستاویز نمبر۔ اِس کتاب کے حوالے دستاویز نمبر سے دیے گئے ہیں۔

یوں تو کسی کتاب کی تدوین و ترتیب کا کام آسان نہیں ہوتا اس کے لئے صبر کے ساتھ تحقیق اور محنت لازمی ہے۔ ادھر بدقسمتی سے پچھلے چند سالوں میں انتظامیہ کی سستی، لاپروائی اور بے حسی کی وجہ سے قائداعظم پیپرز پروجیکٹ کا کام بار بار اٹکتا رہا۔ چند قابل قدر شخصیتوں کے سوا ہماری افسر شاہی کا رجحان عام طور پر سرد مہری اور سہل انگاری کی جانب رہا۔ بہت غور و خوض کے بعد پیش کی گئی تجاویز سرد خانے کی نذر ہوتی گئیں اور بعض معاملات پر جلد فیصلوں کے لئے بار بار گزارشات اکثر سنی ان سنی کر دی جاتی رہیں۔

اگر انتظامیہ سے مطلوبہ امداد بروقت حاصل ہوتی رہتی تو ہماری موجودہ کتب کہیں پہلے چھپ کر منظرِ عام پر آ چکی ہوتیں۔ طویل عرصے تک ہمارے کمپیوٹر سیکشن کا کام مختلف وجوہات کی بناء پر اور اچھے اور تربیت یافتہ کارکنوں کی کمیابی کی وجہ سے تقریباً بند پڑا رہا۔ دو مرتبہ تقریباً سات سو صفحات کمپیوٹر سے محو (Erase) ہو گئے لیکن ہم نے ہمّت نہیں ہاری اور کسی نہ کسی طرح مطلوبہ کارکن ڈھونڈ نکالے۔ کمپیوٹر سیکشن کو صحیح خطوط پر چلانے کے لئے ان کی تربیت پر خاصا وقت صرف کرنا پڑا۔ بہرحال رُکا ہوا کام پھر سے چل پڑا۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ اُردو قارئین اور خاص طور پر کالج اور یونیورسٹی کے طالب علموں کے لئے منتخب دستاویزات کے اردو ترجمے کی کتابوں کی ترتیب و تدوین ہو چکی ہے۔ انگریزی مجموعوں کے برعکس جو تاریخ وار ہیں اُردو جلدوں کو مضامین کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو ان دستاویزات کے اصل مسائل اور مقاصد سے روشناس کرایا جا سکے۔

مَیں سابق فنانس سیکرٹری جناب معین افضل صاحب کا ممنون ہوں جنہوں نے میری ہر درخواست پر دل کھول کر معاونت فرمائی۔ میرے شکریے کے مستحق سیکرٹری کلچر سیّد روشن ضمیر بھی ہیں کہ جب وہ ایڈیشنل سیکرٹری فنانس تھے تو انہوں نے اس منصوبے کو آگے بڑھانے میں خصوصی

مدد کی اور متعدد موقعوں پر ہماری مشکلیں آسان کیں۔ مَیں اپنے ساتھیوں کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے تندہی اور لگن سے اس کام کو جاری رکھا۔ مرحوم افضل قادر صاحب نے تعارف کا پہلا ڈرافٹ تیار کرنے میں مدد کی اور اے اے حنفی صاحب نے اس کو حتمی شکل دینے میں ہاتھ بٹایا۔ میرے مذکورہ ذیل ساتھیوں نے منتخب دستاویزات کے اردو ترجمے کی ترتیب و تدوین کی اور اس کی نوک پلک سنوار کر اسے زیرِ نظر کتاب کے قالب میں ڈھالا:

کرنل (ریٹائرڈ) مسعود ضیغم

پروفیسر حبیب فخری

مسٹر عبدالحامد

اس جلد میں ہم آزادی کی عظیم جدوجہد کے آخری مرحلے پر پہنچ گئے ہیں۔ یہاں مَیں ان دو ممتاز شخصیتوں کی خدمات کا ذکر کرنا چاہوں گا جو اب ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن جن کی کاوشوں سے آل انڈیا مسلم لیگ اور قائداعظم کی متعلقہ دستاویزات پہلی مرتبہ یکجا ہوئیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں میرے قابلِ تعظیم استاد جناب جمیل الدّین احمد نے بڑی محنت اور تحقیق سے قائداعظم کی آزادی سے قبل کی تقریریں اور بیانات جمع کیے۔ ان دستاویزات سے قائد اور پاکستان پر تحقیق کرنے والوں کو بہت مدد ملی۔ اسی طرح آل انڈیا مسلم لیگ کے اسسٹنٹ سیکرٹری سیّد شمس الحسن نے اپنے آپ کو قائد اور مسلم لیگ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ مسلم لیگ کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

زوّار حسین زیدی

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ

کلچر ڈویژن، اسلام آباد

پس نوشت:

میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے مَیں حکیم محمد سعید مرحوم کا شکریہ ادا کرسکوں۔ جن دنوں

اس پروجیکٹ کا منصوبہ بن ہی رہا تھا انہوں نے بڑی فراخدلی سے اس کے تمام اخراجات برداشت کرنے کی پیشکش کی۔ وہ مستقلاً ہماری بے دریغ مدد کرتے اور ہمّت بڑھاتے رہے۔ وہ جس طرح تعلیمی، سماجی، ثقافتی اور دوسرے اہم قومی کاموں کی سرپرستی فرماتے تھے اسی طرح انہوں نے اس پروجیکٹ کے سلسلے میں ایک سرپرست کا کام کیا۔

مَیں اپنے عزیز دوست حسن ظہیر مرحوم کو بھی خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے بحیثیت کیبنٹ سیکرٹری اس پروجیکٹ کو شروع کرنے میں بہت مدد کی۔ بلاشبہ ان کے بغیر اس ادارے کا وجود ناممکن تھا۔ مَیں اپنے پرانے شاگرد اور وزیرِاعظم کے مشیر مرحوم انور زاہد کی پُرخلوص اور بلاتاخیر استعانت سے بھی بہت متاثر ہوں۔ افسوس کہ وہ آج ہم میں نہیں ہیں۔

زوّار حسین زیدی

یکم مئی ۱۹۹۹ء

تعارف

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی رات جب نوبتِ نیم شب بجی تو افق ہند پر انگریزی راج کا سورج غروب ہو چکا تھا[1] اسی وقت تاریخ ہند میں آئینی اور سیاسی عمل کا ایک نیا باب رقم ہوا یعنی انگریزی راج کا خاتمہ اور ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد مملکتوں کا آغاز۔[2] قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کا یہ ایک یادگار لمحہ تھا۔ قدرت نے انہیں جس منفرد سیاسی تدبّر اور قانونی فراست سے نوازا تھا اُسے بروئے کار لاتے ہوئے انہوں نے خود مختار پاکستان کے حصول کیلئے ایک غیر متزلزل جدوجہد کا آغاز کیا۔ وہ چیز جس نے قائد کو اس بے پناہ ہمّت اور استقلال کے ساتھ یہ جدوجہد کرنے پر آمادہ کیا وہ مسلمانانِ ہند کے سیاسی، سماجی، ثقافتی اور معاشی مستقبل کے تحفظ کا شعور تھا۔ ہندوستان کے مسلم رہنماؤں میں قائد کے کردار کا یہی وصف تھا جس کی بناء پر مسلم عوام نے مکمل اعتماد کے ساتھ اپنی کشتی کی پتوار اس ناخدا کے سپرد کی جو اسے ساحل مراد تک پہنچانے کی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا۔

جب پاکستان کا وجود میں آنا یقینی ہو گیا تو مناسب تھا کہ قائد اپنے تھکن سے چور جسم کو آرام کرنے کی اجازت دیتے لیکن ایسے آرام کو وہ اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے کیونکہ وہ قیامِ پاکستان کو اپنی جدوجہد کا اختتام نہیں بلکہ اپنے عوام کے لئے ایک روشن اور خوشحال مستقبل کا آغاز گردانتے تھے۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ پاکستان دنیا کے عظیم ترین ملکوں میں شمار ہو۔[3] ایک ایسا ملک جو عالی حوصلہ اور بلند ہمّت عوام کا مسکن، معاشی طور پر مضبوط اور توانا اور جمہوریت کی اعلیٰ اقدار کا حامل ہو۔ یہی تو وہ مقاصد تھے جن کو حاصل کرنے کے عزم نے قائد کو اس نئی مملکت کے معمار کا فرض ادا کرنے پر مجبور کیا۔

۷ اگست کو پاکستان کے نامزد گورنر جنرل محمد علی جناح اپنی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح کے

ساتھ ہوائی جہاز کے ذریعے کراچی تشریف لائے جہاں جذبات سے لبریز عوام کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر نے ان کا استقبال کیا۔[۴] دہلی سے رخصت ہوتے ہوئے قائداعظم نے ہندوستان کیلئے امن اور خوشحالی کی تمناؤں کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"آیئے ہم ماضی (کی تلخیوں) کو بھلا کر ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد اور خودمختار مملکتوں کی حیثیت سے ایک نئے سفر کا آغاز کریں۔"[۵]

گو ان کی جسمانی توانائی آزادی کی مسلسل جدوجہد کے اختتام پر پہنچتے پہنچتے بہت کم رہ گئی تھی مگر نوزائیدہ مملکت کے نو بہ نو اور پیچیدہ مسائل نے اس لاغر جسم سے کام کے بے مہر مطالبات کم نہیں ہونے دیئے۔ اس مملکت کے سفینے کو گوناگوں مسائل کے بلاخیز طوفان سے صحیح وسلامت نکال لے جانے کیلئے انہوں نے ہمّت اور استقلال کی پتوار کو اپنی پوری توانائی سے سنبھالے رکھا۔ انہیں کراچی میں وفاقی حکومت کی بنیاد رکھنی تھی اور اس کا بالکل نیا ڈھانچہ کھڑا کرنا تھا تاکہ یہ خودمختار مملکت اپنی قومی اور بین الاقوامی ذمّہ داریاں بخوبی سنبھال سکے۔ اگرچہ قائداعظم نئی مملکت کو درپیش مسائل میں بری طرح گھرے ہوئے تھے انہیں ان مقاصد کی، اور وہ بھی واضح الفاظ میں، نشاندہی کرنا نہیں بھولا جن کا حصول پاکستان کیلئے ضروری تھا۔

۹ اگست کو وزیراعلیٰ سندھ غلام حسین ہدایت اللہ کی جانب سے اپنے اعزاز میں دیے گئے عشائیے میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے ایک ایسے سماجی نظام کی ضرورت پر زور دیا جس کی بنیاد دولت کی مساوی اور منصفانہ تقسیم پر ہو۔ وہ غربت کے خاتمے کو ایک مقدّس فریضہ سمجھتے تھے۔ وہ ایسے معاشی نظام کے مخالف تھے جو امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بناتا ہو۔[۶] یہ ان کے سیاسی تصوّرات کا نمایاں اصول تھا جسے وہ آزادی کی جدوجہد کے دوران بار بار واضح کر چکے تھے۔

۱۰ اگست کو یعنی پاکستان بننے سے ٹھیک پانچ روز قبل کراچی میں پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جوگندر ناتھ منڈل کو جن کا تعلق شیڈولڈ کاسٹ سے تھا اتفاق رائے سے اسمبلی کا عارضی صدر منتخب کیا گیا۔[۷]

اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے منڈل نے قائداعظم کو زبردست خراجِ تحسین پیش

کرتے ہوئے کہا کہ وہ دنیا کی عظیم ترین ہستیوں میں سے ہیں۔ انہوں نے خود اپنے انتخاب کو اقلیتوں کیلئے فالِ نیک سے تعبیر کیا۔[8]

اگلے دن قائداعظم کو دستور ساز اسمبلی کا صدر منتخب کیا گیا۔ اپنے انتخاب پر ارکانِ اسمبلی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے قائد نے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان کا آئین اس نوع کا ہونا چاہیے جس میں مساوات، انصاف، دیانت اور قانون کی بالادستی جیسے ابدی اصول شامل ہوں۔

بلاشبہ ان کی سیاسی زندگی کی یہ سب سے واضح اور اساسی نوعیت کی تقریر تھی۔ بالفاظ دیگر یہ ایک سیاسی منشور تھا اور ان کی خواہش تھی کہ پاکستان اس کی روشنی میں آگے بڑھے اور اقوام عالم کی صف میں نمایاں مقام پیدا کرے۔ یہ ان بنیادی اصولوں کا اعلان تھا جن پر وہ اس نئی مملکت کی عمارت کھڑی کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں کو تعصب، مذہبی جنون اور قدامت پسندی سے منع کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

> ''اس مملکتِ پاکستان میں آپ آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں کہ چاہیں تو اپنے مندروں میں جائیں یا اپنی مسجدوں میں یا کسی اور عبادت گاہ میں جہاں بھی آپ کی مرضی ہو۔ آپ کا جو بھی مذہب، ذات پات یا عقیدہ ہو حکومت کے کاموں سے اس کا کوئی سروکار نہیں۔''

اور یہ گمان کرتے ہوئے کہ شاید وہ اپنی بات پوری طرح نہ سمجھا سکے ہوں انہوں نے تاکیداً کہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ

> ''نہ تو ہندو ہندو رہیں گے اور نہ ہی مسلمان مسلمان۔ لیکن یہ بات مذہبی معنوں میں نہ لی جائے، کیونکہ وہ تو ہر شخص کا اپنا ذاتی عقیدہ ہے، البتہ یہ ریاست کے شہری ہونے کے ناتے ان کی سیاسی حیثیت کے بارے میں ہے۔''

مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے قائد نے ان بُرائیوں کی نشاندہی کی جو یقینی طور پر قوم کی اخلاقی بنیاد کو کھوکھلا اور ریاست کو کمزور کر دیتی ہیں اور ارکان اسمبلی پر زور دیا کہ وہ اقرباء پروری، بددیانتی اور رشوت ستانی کو سختی سے کچل دیں۔[9]

۱۴ اگست کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے اپنی الوداعی تقریر

میں ماؤنٹ بیٹن نے شاہ برطانیہ کی طرف سے خیر سگالی کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ اپنی طرف سے بالواسطہ انداز میں، اگرچہ صریحاً اشارہ قائد کی طرف تھا، ماؤنٹ بیٹن نے کہا:

''اخلاقی جرأت عظمت کا حقیقی وصف ہے اور جن لوگوں نے اپنی شدید خواہشوں اور تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر مفاہمت کی اہمیت کو سمجھا اور پُر امن حل کو ترجیح دی انہوں نے انتہائی بلند اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔''[10]

پاکستان کے مستقبل کے لئے شاہ برطانیہ کے پیغام اور ماؤنٹ بیٹن کی طرف سے نیک تمناؤں کا قائداعظم نے شکریہ ادا کیا۔ حال ہی میں جس تشدّد اور تلخی کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا تھا اس کے پس منظر میں ماؤنٹ بیٹن نے مغل شہنشاہ اکبر کے دور میں ہندوستان کے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور خیر سگالی کے سلوک کا ذکر کیا۔ قائد نے بھی ہم آہنگی اور امن کی ضرورت پر زور دیا لیکن کہا کہ غیر مسلموں سے رواداری کوئی نئی روایت نہیں بلکہ تیرہ سو سال قبل ہمارے پیغمبرؐ نے صرف اپنے قول سے ہی نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی مفتوح یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ انتہائی رواداری کا سلوک برتا اور ان کے عقائد کا احترام کیا تھا۔ قائد نے اس بات پر زور دیا کہ ''مسلمانوں کی تاریخ اُن انسان دوست اور عظیم اصولوں سے بھری پڑی ہے جن کی تقلید کرنا اور ان پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے۔''[11]

جلد دوم کے تعارف میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ کراچی میں وفاقی حکومت کا صدر مقام قائم کرنے کا عظیم اور کٹھن کام درپیش تھا۔ بہت غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ سندھ کے صوبائی دارالحکومت کراچی کو وفاقی حکومت کا عارضی صدر مقام بنایا جائے لیکن کراچی میں نہ تو رہائش کیلئے اور نہ ہی دفاتر کیلئے مطلوبہ عمارتیں دستیاب تھیں۔ ۱۲ جون کو سندھ کے ایک وزارتی وفد نے نئی دہلی میں قائدِ اعظم سے مل کر انہیں اطمینان دلایا تھا کہ حکومتِ سندھ اس کی اہل ہے کہ وہ وفاقی حکومت کیلئے مطلوبہ سہولتیں مہیا کر سکے اور اگر کراچی میں وفاقی حکومت کی ضرورتوں کا تقاضا ہو تو صوبائی حکومت اپنا صدر مقام حیدر آباد منتقل کرنے کیلئے بھی تیار ہے۔[12]

تاہم اگر حکومتِ سندھ حیدر آباد منتقل ہو بھی جاتی تب بھی کراچی میں دستیاب عمارتیں

وفاقی حکومت کے لئے ناکافی ہوتیں اور اس کا ایک ہی حل تھا کہ جلد از جلد کافی تعداد میں خیمے اور چھولداریاں نصب کر دی جائیں۔[۱۳] حکومتِ سندھ نے گورنر ہاؤس کو گورنر جنرل کی سرکاری رہائش گاہ کے لئے اور صوبائی اسمبلی کی عمارت کو دستور ساز اسمبلی کے لئے مختص کر دیا۔ اس سے زیادہ کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ وفاقی وزراء کیلئے رہائشی مکانوں کا بندوبست بھی مشکل تھا۔ پاکستان کے حصّے کے دفتری ساز و سامان اور دیگر اثاثوں کے ہندوستان سے جلد ملنے کی کوئی امید نہ تھی حتیٰ کہ جو چیزیں پاکستان کیلئے مختص کی جا چکی تھیں وہ بھی فرقہ وارانہ فسادات کے نتیجے میں نقل و حمل میں رکاوٹوں کے سبب کراچی نہیں پہنچ سکی تھیں۔ نہ ہی نئی دہلی میں متعلقہ فائلوں اور ریکارڈ کی نقول کراچی بھیجنے کے لئے تیار ہو سکیں۔[۱۴] یہاں تک کہ کئی مہینوں تک گورنر جنرل کے سرنامے والے کاغذ بھی مہیا نہ تھے۔[۱۵] لیکن نئی مملکت کی بے لوث خدمت کا جذبہ لئے سرکاری ملازمین نے یہ تمام دشواریاں ہنستے کھیلتے گذار دیں۔

پاکستان کا قیام اذیّت ناک حالات میں عمل میں آیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ نئی مملکت کا استقبال انتہائی شادمانی کے ساتھ کیا جاتا لیکن عوام کے جوش و خروش کو ان بدنصیب مردوں، عورتوں اور بچوں پر ظلم کی دلخراش داستانوں نے ٹھنڈا کر دیا جو ہندوستان میں قتل و غارت کے طوفان سے بچنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل کر کسی نہ کسی طرح پاکستان پہنچے تھے۔

قائدِ اعظم ایک جدید، روشن خیال اور حقیقت پسند سیاستدان تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان میں ذات پات، عقیدے اور جنس کے امتیاز کے بغیر عالمگیر اخوت، بھائی چارے اور انسانی مساوات جیسی اسلامی اقدار کا رواج ہو۔[۱۶] مختلف فرقوں کے درمیان تعلقات کے بارے میں ان کی سوچ ایک ایسے ہمدرد انسان کی تھی جو انسانی زندگی کو نہایت محترم سمجھتا ہو۔

جس وقت قائد اعظم تمام شہریوں کے مساوی حقوق کی بنیاد پر مختلف فرقوں کے درمیان ہم آہنگی کی تلقین کر رہے تھے اس کے برعکس انہی دنوں کانگریس کے صدر، آچاریہ کرپلانی پاکستان کی اقلیتوں کو اکسانے میں مشغول تھے کہ وہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو یوم آزادی نہ منائیں۔ بظاہر اس مشورے کے پیچھے ایک ایسی سازش تھی جس کا مقصد پاکستان میں بھی فرقہ وارانہ فساد کی

آگ بھڑکانا تھا۔[۱۷] اس اشتعال انگیزی کے برخلاف مسلمانانِ ہند کے لئے قائدِاعظم کا مشورہ یہ تھا:

> ''آپ کے لئے اپنے ملک (ہندوستان) سے وفاداری لازمی ہے۔ جس طرح میں چاہتا ہوں کہ پاکستان میں (رہنے والے) ہندو پاکستان کے وفادار رہیں اسی طرح مجھے توقع کرنی چاہیے کہ ہندوستان کے مسلمان بھی ہندوستان کے وفادار رہیں گے۔''[۱۸]

تندخوئی کا مظاہرہ کرنے میں سکھ رہنما بھی کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ ان کے متعلق یہ خبریں مل رہی تھیں کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کو مسلمانوں کے خلاف تشدّد پر اکسا رہے ہیں۔ ایک سکھ رہنما جتھے دار موہن سنگھ نے گورنر جنکنز (Jenkins) کو بتایا کہ فرقہ پرست ہندو، سکھوں کو تشدّد پر اکسا کر فرقہ پرستی کی آگ بھڑکاتے رہے ہیں۔[۱۹] اگست کے پہلے ہفتے میں پنجاب سی آئی ڈی کے افسر جیرالڈ سیویج (Gerald Savage) نے سکھوں کے ایک منصوبے کا انکشاف کیا جس کا مقصد مسلمانوں کو قتل کرنا اور تخریب کاری کرنا تھا جس میں پاکستان جانے والی اسپیشل ٹرین کو ریموٹ کنٹرول سے اڑانا شامل تھا[۲۰] اور یہ کہ تارا سنگھ چاہتے ہیں کہ ''مسٹر جناح کو کراچی میں ہونے والی ۱۵ اگست کی تقریبات کے دوران قتل کر دیا جائے۔''[۲۱]

اس دھمکی کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے وائسرائے کے پرائیویٹ سیکرٹری جارج ایبل نے مشورہ دیا کہ تارا سنگھ کو گرفتار کر لیا جائے لیکن وائسرائے کا خیال تھا کہ یہ گرفتاری باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کے اعلان کے ساتھ عمل میں آنی چاہیے۔[۲۲] پُرعزم، ٹھوس اور بروقت کارروائی نہ ہونے کی وجہ سے فرقہ وارانہ تشدّد پر قابو نہ پایا جا سکا جس نے تمام فرقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور جس کی وجہ سے دونوں جانب سے آبادی کی وسیع پیمانے پر نقلِ مکانی کا المیہ ظہور پذیر ہوا۔[۲۳]

پنجاب میں بڑھتے ہوئے تشدّد کے واقعات کو روکنے کے لئے یکم اگست سے میجر جنرل ریز (Rees) کی سرکردگی میں ایک باؤنڈری فورس تعینات کی گئی لیکن یہ فورس بھی حالات پر تسلّی بخش طور پر قابو پانے میں ناکام رہی۔ فرقہ وارانہ فسادات بھرت پور، الور اور دوسری ریاستوں میں بھی پھیل گئے۔ جب جانوں کے ضیاع اور املاک کی تباہی کی ہولناک اطلاعات قائد تک پہنچیں تو انہوں نے بھرت پور اور الور کے راجاؤں سے اپیل کی کہ وہ مسلمانوں کی حفاظت

اور سلامتی کا انتظام کریں۔[۲۴]

مغربی پنجاب میں مہاجروں کی آمد کا سلسلہ، جو جولائی میں شروع ہوا تھا اگست کے وسط تک قابو سے باہر ہو گیا اور مہاجرین گروہ در گروہ سرحد پار کر کے پاکستان آنے لگے۔ جب مہاجرین کے یہ قافلے خاک وخون کے دریا سے گزر کر لاہور اور مغربی پنجاب کے دیگر شہروں میں پہنچے اور لوگوں کو اپنی دکھ بھری آپ بیتیاں سنائیں تو قدرتی طور پر مغربی پنجاب میں اس کا شدید ردّعمل ہوا اور مسلمانوں نے یہاں بھی انتقامی قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا۔ صبر وضبط کی اپیلیں فسادی بلوائیوں پر بے اثر ثابت ہوئیں اور ان ہنگاموں کے نتیجے میں ہندو شرنارتھی مشرقی پنجاب کی جانب چل پڑے۔ اس طرح پنجاب کے دونوں جانب فسادات کی آگ بھڑکتی اور پھیلتی رہی۔[۲۵]

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے المیے کو شدّت سے محسوس کرتے ہوئے مغربی پنجاب کے چند مسلمان رہنماؤں نے طے کیا کہ یوم آزادی نہ منایا جائے۔ ساتھ ہی انہوں نے مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے تحفّظ کا بیڑا اٹھایا اور قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر لیتے اس وقت تک کوئی جشن نہیں منائیں گے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ ''۱۵ اگست اور اس کی لائی ہوئی آزادی کسی خوشی کی پیغام بر نہیں ہے۔'' تقریبات کے انعقاد کے بجائے یہ دن دعائیہ مجلسوں کیلئے مختص کیا گیا۔ اس بارے میں سردار شوکت حیات اور ممتاز دولتانہ نے ایک مشترکہ بیان بھی جاری کیا۔[۲۶]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

والیانِ ریاست اور ان کے نمائندوں کے ساتھ ایک کانفرنس میں شرکت کے بعد ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان سے الحاق کے لئے شش وپنج میں پڑی ریاستوں کو ورغلانا، دھمکانا اور ان پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔[۲۷] ۱۵ اگست سے پہلے ہندوستان سے ریاستوں کے الحاق میں ماؤنٹ بیٹن کی مخفی اور علانیہ دلچسپی ایک غیر جانب دار مبصر کو حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ ممکن ہے کہ نئے ہندوستان کا پہلا گورنر جنرل نامزد ہونے پر وہ اس احسان کا بدلہ ہندوستان کو ناجائز

فائدہ پہنچا کر اتارنا چاہتا ہو۔ قائداعظم نے ماؤنٹ بیٹن کی ہندوستان اور پاکستان کے مشترکہ گورنر جنرل بننے کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔[۲۸] چنانچہ ماؤنٹ بیٹن نے ریاستوں کے ہندوستان سے الحاق کرنے کیلئے اپنا وہ زبردست اثر و رسوخ استعمال کیا جو اس کو حاصل تھا۔

ماؤنٹ بیٹن نہ تو کانگریس کے ساتھ اپنی جانبداری پر پردہ ڈال سکا اور نہ ہی ریاستوں کے الحاق کے معاملے میں ایک نیک نیت ثالث ثابت ہوا۔[۲۹] ہندوستان کے مفاد میں اس نے گرگٹ کی طرح بار بار رنگ بدلا، مثلاً ۲۲ اپریل کو اس نے اعلان کیا تھا کہ ریاستیں بلا کسی جغرافیائی مجبوری کے کسی بھی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونے کا فیصلہ کر سکتی ہیں[۳۰] لیکن والیانِ ریاست سے خطاب میں اس نے پلٹا کھایا[۳۱] اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک مملکت میں شمولیت کا فیصلہ کرتے وقت جغرافیائی مجبوری کا ضرور خیال رکھیں۔ بظاہر اس کا یہ موقف حکومتِ برطانیہ کی پالیسی کے مطابق نہیں تھا۔ ریاستوں کو الحاق کا فیصلہ کرنے کیلئے ۱۴ اگست کی جو آخری تاریخ ماؤنٹ بیٹن نے دی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے وزیر ہند لارڈ لسٹوویل (Lord Listowel) نے گورنر جنرل سے سرزنش کے طور پر کہا:

''ہمیں متوازن رویہ رکھنا چاہیے۔ ہم نے واضح طور پر (ریاستوں کو) یقین دلایا تھا کہ ہم ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالیں گے۔''

لسٹوویل نے اس بات کی نشاندہی کی کہ پارلیمنٹ میں قانون آزادیٔ ہند کے مسوّدے پر بحث کے دوران جو اعلان کیا گیا تھا ماؤنٹ بیٹن کا بیان اس سے ''مطابقت'' نہیں رکھتا۔ انہوں نے زور دے کر کہا:

''ریاستوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ کسی ایک مملکت کے ساتھ تعلقات کا تعین کرنے سے پہلے وہ نئی مملکتوں کے آئین کا مطالعہ کریں.... تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ وہ کس نوع کے رشتے سے منسلک ہو رہی ہیں... اسی بناء پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ریاستوں کو فیصلہ کرنے کیلئے کچھ وقت درکار ہوگا اور یہی بات علیٰ حالہ معاہدے کا جواز بنتی ہے۔''[۳۲]

ماؤنٹ بیٹن نے کانگریسی رہنماؤں، خاص طور پر نہرو اور پٹیل کے ساتھ مل کر

کانگریس کے مقاصد کے حصول کے لئے لالچ اور دھمکی والی پالیسی اختیار کی۔ یعنی ماؤنٹ بیٹن کی طرف سے لالچ اور کانگریس کی طرف سے دھمکی۔ خلاصہ یہ کہ ان ریاستوں پر جنہیں ہندوستان سے فی الفور الحاق کرنے میں جائز طور پر پس و پیش تھا ان دونوں نے دباؤ ڈالا۔ یہ پالیسی ہندوستان کے لئے مفید ثابت ہوئی اور ۱۵ اگست تک پانچ سو ہندو اکثریتی ریاستوں اور ایک مسلم اکثریتی ریاست کپورتھلہ نے ہندوستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔[۳۳] جودھپور، اندور اور بعض دیگر غیر مسلم والیانِ ریاست نے پاکستان میں شمولیت سے متعلق قائداعظم سے سلسلۂ جنبانی کی لیکن ماؤنٹ بیٹن نے اس میں رکاوٹ ڈالی۔[۳۴]

ریاستوں کے ساتھ ماؤنٹ بیٹن کے دباؤ اور دھمکی کے طریقۂ کار پر قائداعظم نے شدید ردّعمل ظاہر کیا۔ ۴ اگست کو حیدرآباد کے وفد سے ملاقات میں انہوں نے صاف الفاظ میں کہا:

''وائسرائے اور کانگریس حکومتِ برطانیہ کی اعلان کردہ پالیسی کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ اگر حکومتِ برطانیہ میں ضمیر کا ذرا سا شائبہ بھی ہے تو وہ ان دھمکیوں کا سلسلہ ختم کرائے جو اس وقت وائسرائے اور کانگریس دونوں ہی ریاستوں کو دے رہے ہیں۔''

جہاں تک نظام کے آئندہ لائحہ عمل کا تعلق تھا، قائداعظم نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ کانگریس کو بتادیں:

''جو تمہاری مرضی ہو کرلو اور جو دھمکیاں چاہو دے لو میں کسی معاہدۂ الحاق پر دستخط نہیں کروں گا اور نہ ہی میں یونین میں شامل ہوں گا تاوقتیکہ میرا ضمیر اس کی اجازت نہ دے۔ تمہیں مجھے مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور میں اپنی مرضی کے مطابق راستہ اختیار کرنے میں آزاد ہوں۔''[۳۵]

قائداعظم کیلئے یہ بات سیاسی مصلحت کی نہیں بلکہ اخلاقی اصولوں کی تھی جن پر کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی تھی۔ اسلام کی اصلی روح برقرار رکھنے کیلئے حضرت امام حسینؓ نے جو عظیم قربانی دی تھی اس کی مثال دیتے ہوئے قائد نے کہا: ''کسی بنیادی اصول سے دستبردار ہونے سے لڑتے ہوئے مرجانا کہیں بہتر ہے''۔۔۔۔ اسی سلسلے میں انہوں نے آگے چل کر یاد دلایا:

''ان (امام حسینؓ) پر اور ان کے ساتھیوں پر ہر ممکن سختی روا رکھی گئی لیکن انہوں نے سب کچھ

برداشت کیا۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ذبح کر دیے گئے۔ یہ حق کی فتح تھی جس کے لئے انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ یہی وہ روش ہے جسے نظام، ان کے مشیروں اور عوام کو اختیار کرنا ہے۔ اگر کوئی اور چارۂ کار نہ رہے تو دھمکیوں کے آگے سر جھکانے یا اپنے حقوق سے دست بردار ہونے سے بہتر ہے کہ وہ اپنی گدی چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔'' [۳۶]

جہاں تک کشمیر کا تعلق تھا ہندوستان اور اس ریاست کے درمیان مسلم اکثریتی ضلع گورداسپور سے گزرنے والی سڑک کے سوا کوئی اور ذریعۂ رسائی ممکن نہ تھا۔ اور قانونِ آزادیٔ ہند میں گورداسپور کو عبوری طور پر پاکستان میں شامل کیا گیا تھا۔ تاہم ماؤنٹ بیٹن اور اس سے پہلے ویول نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ گورداسپور کو مشرقی پنجاب میں شامل کیا جائے [۳۷] کیونکہ کشمیر کے ہندوستان سے الحاق کیلئے یہ ضروری تھا۔

کشمیر کی ہندوستان میں شمولیت کی ماؤنٹ بیٹن کو کس قدر فکر تھی وہ اس ذاتی رپورٹ سے عیاں ہے جو اس نے یکم اگست کو لسٹوویل کو بھیجی تھی اور جس میں اس نے ان وجوہات کی وضاحت کی تھی جن کی بناء پر اس نے نہرو کو کشمیر جانے سے روکا تھا۔ [۳۸] فرماتے ہیں:

'' کاک اور مہاراجہ نہرو سے شدید نفرت کرتے ہیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ نہرو کی آمد سے قبل کہیں مہاراجہ پاکستان میں شمولیت کا اعلان نہ کر دے۔'' [۳۹]

اسی رپورٹ میں ماؤنٹ بیٹن نے مزید لکھا ''جو ریاستیں اب تک لیت و لعل کر رہی ہیں وہ صرف ٹراونکور، حیدرآباد، اور بھوپال ہیں۔'' [۴۰] یہاں کشمیر کا ذکر نہ کرنا معنی خیز ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن کو اطمینان اور یقین ہو چکا تھا کہ کشمیر کے ہندوستان سے الحاق میں کوئی شک باقی نہ تھا۔

کشمیر کی ہندوستان میں شمولیت کے بارے میں ماؤنٹ بیٹن کا رجحان ایک اور موقع پر بھی ظاہر ہوا تھا۔ نواب بھوپال اور مہاراجہ اندور سے ملاقات کے دوران اس نے کہا کہ کشمیر ہندوستان میں شامل ہو سکتا ہے بشرطیکہ ''باؤنڈری کمیشن گورداسپور کا کچھ حصہ مشرقی پنجاب کو دیدے۔'' [۴۱]

قائداعظم کا یہ موقف کہ اقتدارِ اعلیٰ کے خاتمے پر ریاستیں آزاد ہو جائیں گی دراصل حکومتِ برطانیہ کی بیان کردہ پالیسی پر مبنی تھا۔ علاوہ ازیں وہ اس طرح حیدرآباد کی آزادی کیلئے

نظام کی کوشش میں مدد بھی کرنا چاہتے تھے۔[۴۲] ماؤنٹ بیٹن اور کانگریس کے بڑھتے ہوئے دباؤ کے پیشِ نظر نظام نے آزادی کا بھرم رکھنے کیلئے آخری حربے کے طور پر ہندوستان سے ایک معاہدہ کرنے کی پیشکش کی جس میں اور باتوں کے علاوہ ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر پاکستان اور ہندوستان میں تنازعہ ہو جائے تو حیدرآباد کو غیر جانبدار رہنے کا حق حاصل ہوگا۔ نظام نے لکھا ''ایسی صورت میں میری ریاست کیلئے ناممکن ہوگا کہ وہ مملکتِ پاکستان کے خلاف معاندانہ پالیسی اختیار کرے۔''[۴۳] ہندوستان نے واضح کر دیا ''جب تک حیدرآباد الحاق پر رضامند نہ ہو جائے، اس سے مذاکرات نہیں ہو سکتے۔''[۴۴] اس طرح یہ معاملہ تعطّل میں پڑ گیا۔ لیکن ماؤنٹ بیٹن نے ہندوستان کی آئندہ حکومت کے ''ذمہ دار افراد'' کی منظوری سے اس تعطّل کو عارضی طور پر دور کرنے کیلئے نظام کو ۱۵ اگست کے بعد دو ماہ کی مہلت دی تا کہ الحاق سے متعلق مزید مذاکرات ہو سکیں۔[۴۵] نظام کی معاہدہ کرنے کی پیشکش کا یہ مطلب نکالا گیا کہ بادل ناخواستہ ہی سہی مگر یہ ہندوستان سے الحاق کا پیش خیمہ ہے۔ ہندوستان کی تقسیم سے ایسی ریاستوں کو علیٰ حالہ معاہدے اور الحاق کے سلسلے میں کافی مسائل پیش آئے جن کے حکمراں تو مسلمان تھے لیکن آبادی کی اکثریت ہندو تھی۔ صرف نظام حیدرآباد ہی ایسے والیِ ریاست نہیں تھے جو ہندوستان سے الحاق نہیں چاہتے تھے۔ نواب بھوپال بھی اسی شش و پنج میں رہے کہ وہ کیا طریقۂ کار اختیار کریں۔ ان کی مرضی کے خلاف وائسرائے اور کانگریس ان پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ ہندوستان میں شامل ہو جائیں۔ قائداعظم کے نام ان کا ۲ اگست کا خط حالات کو ریاست کے مفاد میں موڑنے میں ان کی شدید ناکامی کا آئینہ دار ہے۔ اس خط میں پاکستان کے حصول کیلئے اپنی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا:

> ''مَیں میثاقِ الحاق پر دستخط کرنے اور ہندوستان میں شامل ہونے کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ اگر ایسا کرنا پڑا تو یہ کام میرے جانشین ہی کریں گے۔''

انہوں نے مزید کہا:

> ''میری ذاتی خواہش ہے کہ مَیں تخت سے دستبردار ہو کر اسلام کی خدمت کروں.... مَیں ایک

غریب آدمی سہی.... لیکن اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ میں آپ کی خدمت اور اعانت کر سکوں۔"[۴۶]

بہرحال ماؤنٹ بیٹن نے انہیں دستبردار نہیں ہونے دیا اور میثاقِ الحاق پر دستخط کرنے پر راضی کرلیا۔[۴۷]

جہاں تک قلات کا تعلق ہے پاکستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے اس میں اور دیگر ہندوستانی ریاستوں کی حیثیت میں امتیاز کو تسلیم کرتے ہوئے خان قلات کے اس دعوے کی تصدیق کردی کہ قلات ایک آزاد اور خودمختار ریاست ہے۔[۴۸] خان اور قائداعظم کے درمیان متعدد مذاکرات کے بعد ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو اخبارات میں ایک اعلامیہ جاری کیا گیا جس کے مطابق حکومتِ برطانیہ کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی بناء پر قلات کی آزاد حیثیت کو تسلیم کرلیا گیا لیکن اس اعلامیے میں یہ بھی کہا گیا کہ قانونی مشورے کے بعد یہ طے کیا جائے گا کہ آیا برطانوی ہند کو پٹے پر دیے ہوئے علاقے پاکستان کے پاس رہیں گے اور یہ کہ امورِ خارجہ، دفاع اور مواصلات کے بارے میں قلات سے مذاکرات کرنے ہوں گے۔ بہرکیف پاکستان اور قلات کے درمیان ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ طے پا گیا۔[۴۹]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پارٹیشن کونسل نے تقسیم سے متعلق متعدد امور پر غور وفکر جاری رکھا۔ مثلاً نقد اثاثوں اور پاؤنڈ اسٹرلنگ کے بقایا جات کی تقسیم اور ان قرضوں میں دونوں مملکتوں کی ذمہ داری کا تعین جو برطانوی ہند کی حکومت نے وقتاً فوقتاً پبلک سے لئے تھے نیز قرضوں میں پاکستان کے حصے کی ادائیگی کے طریق کار جیسے مسائل پر بحث ہوتی رہی۔[۵۰] پاکستان کے نقطۂ نظر سے حکومتِ ہند کے پاس موجود چار ارب روپے زرِ نقد کی دونوں ملکوں میں تقسیم ایک بہت اہم مسئلہ تھا۔ پاکستان کے نمائندوں نے اپنے ملک کے لئے ایک ارب روپوں کا مطالبہ کیا۔ پاکستان کو خالی خزانے سے آغاز کرنا تھا اس لحاظ سے اس کا مطالبہ نامناسب نہ تھا لیکن ہندوستان نے بیس کروڑ روپے سے زیادہ رقم دینے سے انکار کر دیا۔ یہ مسئلہ ثالثی ٹربیونل میں پیش کیا گیا۔ پارٹیشن کونسل نے اپنی

سکتا۔ تنظیم نو کمیٹی نے مصلحت اسی میں جانی کہ وہ بحریہ اور فضائیہ کے سازوسامان میں ضروری ردّوبدل کے ساتھ افواج کو فرقہ وارانہ بنیاد پر تقسیم کرنے کا آسان کلیہ اپنائے۔ برّی فوج میں غیر مسلم اور مسلم نفری کا تناسب ۷۰ بمقابلہ ۳۰ تھا۔ بحریہ میں یہ شرح ۶۰ بمقابلہ ۴۰ تھی لیکن بحریہ کے سازوسامان کی تقسیم میں یہ شرح بھی ۷۰ بمقابلہ ۳۰ اس حجت کے تحت کی گئی کہ ہندوستان کا ساحل زیادہ طویل ہے۔ فضائیہ میں گو کہ یہ شرح ۸۰ بمقابلہ ۲۰ تھی لیکن تنظیم نو کی کمیٹی نے اسے بھی ۷۰ بمقابلہ ۳۰ کر دیا کیونکہ پاکستان کو اپنی شمال مغربی سرحد کا دفاع بھی کرنا تھا۔ ہندوستان نے اس تقسیم کی مخالفت کرتے ہوئے جملہ دس سکواڈرنوں میں سے ایک بار بردار اور سات لڑاکا سکواڈرنوں کا مطالبہ کیا اور پاکستان کے لئے صرف ایک لڑاکا اور ایک بار بردار اسکواڈرن رہنے دینا چاہا۔ ماؤنٹ بیٹن نے اس خیال سے کہ یہ تقسیم پاکستان کے لئے ناقابلِ قبول ہوگی یہ تجویز پیش کی کہ فاضل ہوائی جہازوں سے پرزے نکال کر پاکستان کیلئے ایک اور لڑاکا سکواڈرن تیار کیا جائے۔ قائداعظم نے بادل ناخواستہ دو لڑاکا اور ایک بار بردار اسکواڈرن قبول کر لئے جبکہ ہندوستان کے حصے میں سات لڑاکا اور ایک بار بردار اسکواڈرن آئے۔[۵۶]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

انتقال اقتدار کے وقت ایک اہم مسئلہ جو طے نہیں ہو سکا، وہ استصواب رائے میں پاکستان کے حق میں غالب اکثریتی فیصلے کے باوجود سرحد میں ڈاکٹر خان صاحب کی کانگریسی وزارت کا استعفیٰ دینے سے انکار تھا۔ وزارت کا دعویٰ تھا کہ اسے بدستور صوبائی اسمبلی میں اکثریت کی حمایت حاصل ہے۔[۵۷] بہرحال پاکستان کی عبوری کابینہ نے ماؤنٹ بیٹن کو مشورہ دیا کہ وہ یا تو کانگریس کی وزارت کو برخاست کر کے اس کی جگہ مسلم لیگ کی وزارت قائم کریں یا پھر گورنر راج نافذ کر دیں۔[۵۸] لیاقت علی خاں کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر ڈاکٹر خان صاحب کو وزارت میں رہنے دیا گیا تو وہ ۱۵ اگست کو آزاد پٹھانستان کا اعلان کر دیں گے۔ ماؤنٹ بیٹن کی رائے تھی کہ اس وزارت کو ۱۱ یا ۱۲ اگست کو برخاست کیا جانا چاہیے لیکن ساتھ ہی اس نے وزیر ہند لارڈ لسٹوویل کی رائے بھی اس بارے میں دریافت کی۔[۵۹] لسٹوویل نے اس کارروائی کی آئینی حیثیت پر اندیشے کا اظہار کیا۔

اس نے ماؤنٹ بیٹن کو مشورہ دیا کہ اس معاملے کو اس وقت تک ملتوی رکھا جائے جب تک کہ ۱۵ اگست کو حکومتِ پاکستان اپنا اختیار نہ سنبھال لے۔[۶۰] صوبۂ سرحد کے نئے گورنر جارج کننگھم (George Cunningham) نے بھی قائداعظم کو اس بات پر راضی کر لیا کہ ۱۵ اگست تک کانگریس وزارت کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے تا کہ انہیں (کننگھم کو) حالات کا اچھی طرح جائزہ لینے کا موقع مل سکے۔[۶۱]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ڈھاکہ، جسے مشرقی بنگال کا دارالحکومت بننا تھا، آزادی کے وقت ایک چھوٹا سا شہر تھا جس میں صوبائی دارالحکومت بنانے کے لئے بنیادی سہولیتں بھی دستیاب نہیں تھیں۔ اس حقیقت کے مدِ نظر کہ مشرقی بنگال پاکستان کے دوسرے حصّے سے ایک ہزار میل کے درمیانی ہندوستانی علاقے کے سبب کٹا ہوا تھا یہ ضروری ہو گیا کہ ڈھاکہ کو جلد از جلد صوبائی دارالحکومت بنانے کیلئے فوری عمل کیا جائے۔

قائد، کلّیرن (Killearn)[۶۲] کو مشرقی بنگال کا گورنر مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن کلّیرن نے تنخواہ اور دوسری مراعات کے بارے میں جو مطالبات کئے وہ قائد کے اندازے سے بہت زیادہ تھے۔ قائد نے کوشش کی کہ کلّیرن یہ عہدہ قبول کر لیں اور ان کی تنخواہ -/۷۰۰۰ روپے سالانہ تک بڑھانے کی پیشکش بھی کی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ''ایماندارانہ بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ تنخواہ دینا میرے بس میں نہیں۔'' غالباً قائد کو احتمال تھا کہ کلّیرن کو یہ اضافہ شدہ تنخواہ بھی قبول نہیں ہو گی لہٰذا انہوں نے وضاحتاً انہیں لکھا:

> ''مَیں یہ انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی نئی حکومت کی تنخواہوں اور اخراجات کو کم سے کم سطح پر رکھوں اور خاص طور پر کسی عہدے کیلئے غیر معمولی مراعات پیش کر کے پریشان کن مثال قائم کرنے سے گریز کروں۔ یہ وہ اصول ہے جس پر مَیں ہمیشہ بہت سختی سے کاربند رہا ہوں اور پاکستان کے مفاد میں آئندہ بھی اس پر کاربند رہوں گا۔''[۶۳]

قائداعظم کی اس بات کا ذکر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ آنے والے دنوں میں اس

نوخیز ملک کو جس مالی بوجھ کا سامنا کرنا تھا اس کے پیشِ نظر قائداعظم کو یہ احساس تھا کہ اخراجات کے معاملے میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔

قائداعظم نے صوبۂ سرحد کے لئے جارج کننگھم کا انتخاب کیا جو اس عہدے کا تقریباً دس سالہ وسیع تجربہ رکھتے تھے لیکن انہوں نے کننگھم کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا کہ ان کی تنخواہ انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دی جائے اور کہا:

"اگر یہ رعایت ایک گورنر کو دی گئی تو ہر گورنر اس کا مطالبہ کرے گا اور اگر مَیں کننگھم کی یہ بات مان لوں تو پھر اصولاً دوسرے گورنروں سے انکار نہیں کر سکوں گا۔"[۶۴]

کننگھم نے انکم ٹیکس سے مستثنیٰ تنخواہ کا مطالبہ اس لئے کیا تھا تا کہ وہ اس بچت سے اپنے لندن والے گھر کی دیکھ بھال اور ایک کمپنی کے ڈائریکٹر کی جو فیس انہیں ملا کرتی تھی اس کے خسارے کی تلافی کر سکیں۔[۶۵] قائد نے ماؤنٹ بیٹن کو لکھا کہ کننگھم برطانیہ میں اپنا گھر کرائے پر چڑھا سکتے ہیں اور جو تنخواہ انہیں بطور گورنر مل رہی ہے وہ ڈائریکٹر کی فیس کی بخوبی تلافی کر سکتی ہے۔[۶۶] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائد سرکاری اخراجات میں کس درجہ احتیاط برتتے تھے۔ انہوں نے پاکستان کے حکمرانوں کیلئے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائداعظم ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ، حتیٰ کہ خود گورنر جنرل ہاؤس کی ضرورتوں کے بارے میں بھی مساوی سلوک کے قائل تھے۔ ان کے اس رویّے سے حوصلہ پا کر ڈائریکٹر سول سپلائز نے گورنر جنرل ہاؤس کی چینی کی درخواست پر مطلوبہ مقدار کم کر دی اور اس کے صَرف میں احتیاط برتنے کی ہدایت کی۔[۶۷]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اقلیتوں کے حقوق اور جذبات کا احترام قائد کے ایمان اور بنیادی عقیدوں کا جزو تھا۔ وہ ان اقدامات سے سخت احتراز کرتے تھے جن سے اقلیتی فرقوں کے جذبات کے مجروح ہونے کا احتمال ہو۔ انہوں نے رسالہ "ٹائمز" کے سرورق پر جس پر خصوصی مضمون کا یہ عنوان تحریر

تھا ’’محمد علی جناح۔ان کا مسلمان شیر ہندو گائے کو کھا جانا چاہتا ہے‘‘ دستخط کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجوزہ عنوان ’’ہندو فرقے کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔‘‘[۶۸] کوئی اور سیاست داں یہ سوچے سمجھے بغیر کہ اس کے کیا منفی اثرات مرتب ہوں گے ایڈیٹر کی پیشکش بخوشی قبول کر لیتا۔ قائداعظم چونکہ ایک زود فہم اور دانا و بینا مدبّر تھے اسلئے سستی شہرت حاصل کرنے کے بجائے اپنے عمل کے ممکنہ عواقب پر نظر رکھتے تھے۔ان کی شدید خواہش تھی کہ پاکستان کی ترقی اور خوش حالی کیلئے مسلمان اور غیر مسلم پہلو بہ پہلو کام کریں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جوں جوں پاکستان کے معرض وجود میں آنے کا دن قریب آتا جا رہا تھا اسی مناسبت سے پاکستان کے جھنڈے کے ڈیزائن اور رنگ سے متعلق لوگوں کا شوق اور جوش بڑھتا چلا جا رہا تھا جن کی کثیر تعداد نے قائد کو جھنڈے کے اپنے اپنے ڈیزائن بھجوائے اور ان میں جو مختلف رنگ اور علامتیں تھیں ان کی وضاحت کی۔جن افراد نے اس سلسلے میں قائد کو خطوط لکھے تھے ان میں اسکول کا ایک پُر جوش طالب علم سیّد تحسین علی شاہ بھی تھا جس نے جھنڈے کیلئے اپنے بنائے ہوئے کئی ڈیزائن اس دعا کے ساتھ بھیجے ’’اے اللہ اپنے کرم سے قائدِ اعظم کو نوجوان نسل کے لئے ہمیشہ مشعل راہ بنائے رکھنا۔‘‘[۶۹]

زوّار حسین زیدی

حوالہ جات

۱۔ دستاویز نمبر ۴.۷ کا ضمیمہ

۲۔ جناح پیپرز جلد سوم۔دستاویز نمبر ۱ کا ملفوفہ ۱

۳۔ دستاویز نمبر ۳.۷۔نیز دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۶ ۵.اور جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۲۱

۴۔ پاکستان ٹائمز، ۸ اگست ۱۹۴۷ء

۵۔ دستاویز نمبر ۶.۶

۶۔ دستاویز نمبر ۶.۷

۷۔ لیاقت علی خاں نے منڈل کا نام تجویز کیا تھا جس کی تائید خواجہ ناظم الدّین نے کی۔ *Constituent Assembly of Pakistan Debates, Official Report,* ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء۔جلد اول،

مطبوعہ کراچی ۱۹۴۷ء

۸۔ دستاویز نمبر ۲.۷

۹۔ دستاویز نمبر ۷.۳

۱۰۔ دستاویز نمبر ۷.۴ کا ضمیمہ

۱۱۔ دستاویز نمبر ۷.۴

۱۲۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۱۵۸ کا انیکس ۳

۱۳۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۲۵۶ کا ملفوفہ

۱۴۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۲۳۵ کا انکلوژر

۱۵۔ امریکہ میں پاکستان کے سفیر نے قائداعظم کے استعمال کیلئے اسٹیشنری تیار کروائی جس پر ''گورنر جنرل ہاؤس کراچی'' درج تھا۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی بنام قائداعظم، ۲۱ مارچ ۱۹۴۷ء، Jinnah-Ispahani Correspondence 1936-1948, تدوین زوّار حسین زیدی، کراچی ۱۹۷۶ء

۱۶۔ دیکھئے مذکورہ بالا حاشیہ ۳، نیز جناح اسلامیہ کالج فار گرلز لاہور میں ۲۶ نومبر ۱۹۴۲ء کو قائداعظم نے کہا ''عورت کے تعاون کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی'' Some Recent Speeches and Writings of Mr. Jinnah, جلد اوّل، مؤلفہ جمیل الدّین احمد، لاہور ۱۹۵۲ء

۱۷۔ دستاویز نمبر ۲.۸ کا ضمیمہ

۱۸۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۳۳۸

۱۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱

۲۰ تا ۲۲۔ دستاویز نمبر ۴.۴

۲۳۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۴۰۳

۲۴۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۵۳۔ نیز دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۶

۲۵۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۳ دستاویز نمبر ۱۶۔ نیز دیکھئے دستاویز نمبر ۲.۱۴

۲۶۔ پاکستان ٹائمنر، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

۲۷۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۹

۲۸۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۱۵

۲۹۔ دستاویز نمبر ۵.۳.۱۴

۳۰۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۰۔ دستاویز نمبر ۱۹۴

۳۱۔ دیکھئے مذکورہ بالا حاشیہ ۲۷

۳۲۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۰۷

۳۳۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۴۸۹۔ نیز دیکھئے دستاویز نمبر 5.1.15

۳۴۔ دستاویز نمبر 5.3.21۔ نیز دیکھئے ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۴۲۶

۳۵۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۲۴

۳۶۔ دیکھئے مذکورہ بالا حاشیہ ۳۳

۳۷۔ جناح پیپرز جلد اوّل/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۲ کی دستاویز نمبر ۵۰ کا انکلوژر

۳۸۔ پاکستان ٹائمز، ۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء
۳۹۔ دستاویز نمبر ۴.۳
۴۰۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۰۲
۴۱۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۳۳۵
۴۲۔ جناح پیپرز جلد اول/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۱۰۔ نیز دیکھئے جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۱
۴۳۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۹ کا ضمیمہ ۲
۴۴۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۴۱۹
۴۵۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۴۴۰
۴۶۔ دستاویز نمبر ۵.۳۵
۴۷۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۴۳۵
۴۸۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۳
۴۹۔ دستاویز نمبر ۵.۳.۱۶ کا ضمیمہ
۵۰۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۴۴
۵۱۔ ایف ۴۸۔ جی. جی/ ۱۵/، کیس ۴۷/۱۶/۱۴۳/ PC۔ شائع نہیں کیا گیا۔
۵۲۔ دستاویز نمبر ۴.۵
۵۳۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۳۵۴۔ نیز دیکھئے ایضاً دستاویز نمبر ۳۵۵
۵۴۔ دستاویز نمبر ۱.۳۸
۵۵۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ اپنڈکس ۹ کی دستاویز نمبر ۳
۵۶۔ ایف ۴۹۔ جی. جی ۷۔ ۸ کیس نمبر ۴۷/۶/۴۲/ JDC۔ شائع نہیں کیا گیا۔
۵۷۔ دستاویز نمبر ۳.۳
۵۸۔ دستاویز نمبر ۳.۱۲۔ نیز دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۴
۵۹۔ دستاویز نمبر ۳.۱۸
۶۰۔ دستاویز نمبر ۳.۲۰
۶۱۔ دستاویز نمبر ۳.۲۵
۶۲۔ مائلز کلیرن۔ ۱۹۴۶ء سے جنوب مشرقی ایشیا کے کمشنر
۶۳۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۱۱
۶۴۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۱۳۶
۶۵۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۱۲۰
۶۶۔ مذکورہ بالا حاشیہ ۶۴
۶۷۔ دستاویز نمبر ۵.۳۵۔ نیز دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۸۶
۶۸۔ دستاویز نمبر ۱.۱۴
۶۹۔ ایف ۵۷۔ جی. جی/ ۱۱۔ شائع نہیں کیا گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء[۱، ۲]

صدر	محمد علی جناح
سیکرٹری	لیاقت علی خاں
ناظم مالیات	محمد امیر احمد خاں (راجہ محمود آباد)

<u>اراکین</u>

آسام	عبدالمتین چوہدری
بلوچستان	قاضی محمد عیسیٰ
بنگال	مرزا ابوالحسن اصفہانی، خواجہ ناظم الدّین، محمد اکرم خاں، حسین شہید سہروردی
بہار	سیّد حسین امام، ایس ایم لطیف الرحمٰن
بمبئی	آئی آئی چندریگر
سی پی اینڈ برار (C.P. &Berar)	سیّد عبدالرؤف شاہ
مدراس	حاجی عبدالستار ایچ اسحاق سیٹھ
نارتھ ویسٹ فرنٹیئر پراونس۔صوبہ سرحد (N.W.F.P.)	سردار عبدالرّب نشتر، سردار محمد اورنگ زیب خان
پنجاب	میاں بشیر احمد، شیخ کرامت علی، افتخار حسین خان ممدوٹ
سندھ	محمد ایوب کھوڑو، غلام حسین ہدایت اللہ
یونائٹڈ پراونسز (U.P.)	نواب محمد اسمٰعیل خاں، چوہدری خلیق الزماں

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔صفحات XXVIII , XXIX

۲۔ مرکزی عہدیداروں کے سوا دیگر ارکان کے نام بہ لحاظ صوبہ ہیں اور صوبوں کی ترتیب انگریزی حروف تہجی کے مطابق ہے۔

اقتدار کی منتقلی سے پہلے ۲ جون ۱۹۴۷ء کو لیاقت، نشتر، وائسرائے، نہرو اور دیگر کانگریسی رہنماؤں کے ساتھ

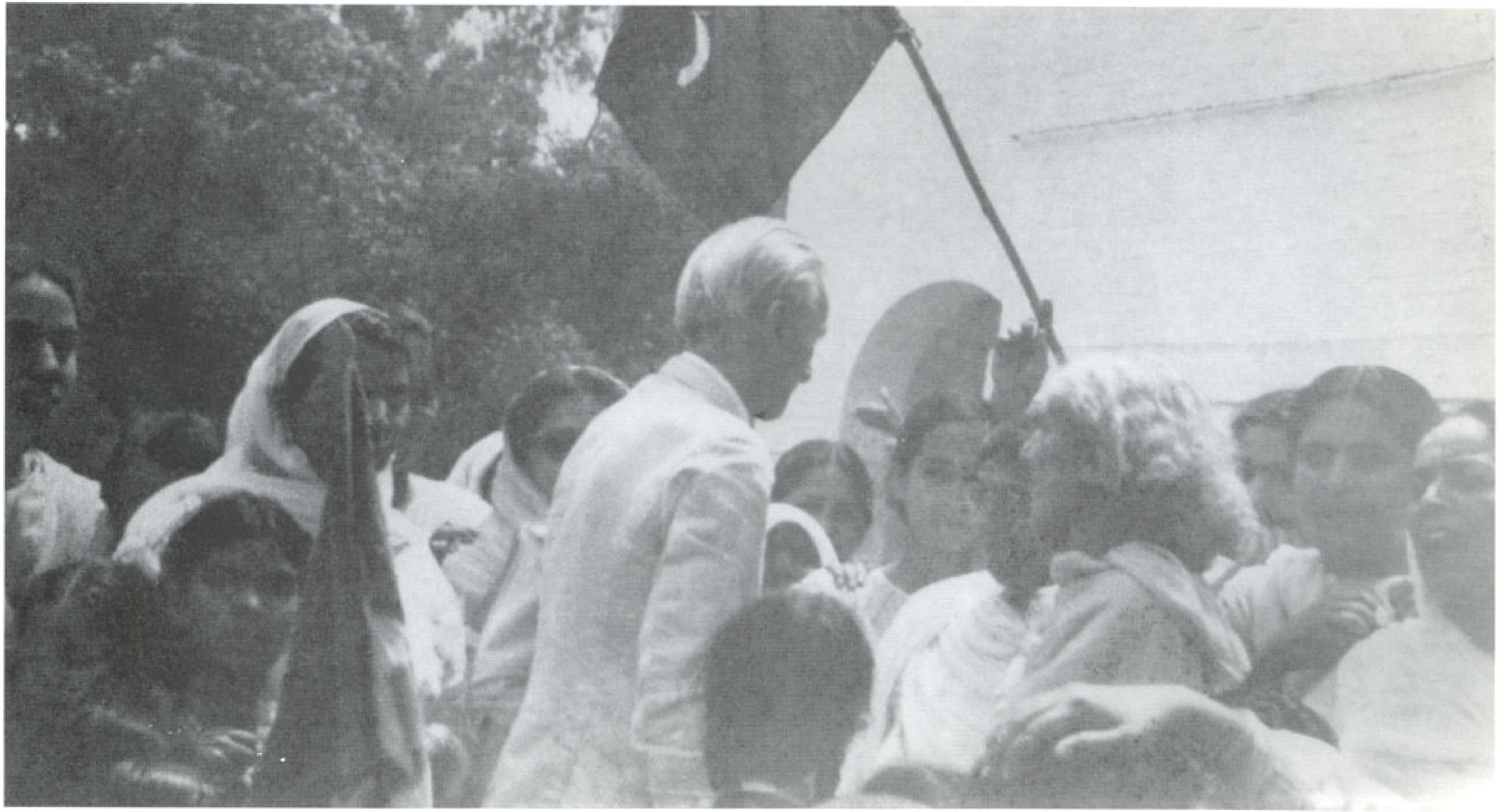

۳ جون ۱۹۴۷ء کو دہلی کی خواتین قائدِ اعظم کو قیامِ پاکستان پر مبارکباد دے رہی ہیں

مختلف اہم اداروں کے عہدیدار[1]

پارٹیشن کونسل

لوئی ماؤنٹ بیٹن

محمد علی جناح — ولبھ بھائی پٹیل

لیاقت علی خاں — راجندر پرشاد

عبوری جوائنٹ ڈیفنس کونسل

لوئی ماؤنٹ بیٹن

محمد علی جناح — راجندر پرشاد

لیاقت علی خاں — بلدیو سنگھ

کلاڈ آکنلک

پاکستان کی عبوری حکومت

۱۹ جولائی تا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

لیاقت علی خاں	مالیات، امور خارجہ، تعلقات دولت مشترکہ اور دفاع
آئی آئی چندریگر	تجارت، صنعت، رسد، تعمیرات، معدنیات اور بجلی
عبدالرّب نشتر	مواصلات، ریلوے، ٹرانسپورٹ، اطلاعات ونشریات اور ریاستیں
غضنفر علی خاں	صحت، خوراک وزراعت اور امورِ داخلہ
جوگندر ناتھ منڈل	قانون، تعلیم اور محنت

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی

صدر — محمد علی جناح

سیکرٹری — ایم بی احمد

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ صفحہ XXX

۱

دستاویزات (متفرق موضوعات)

۱.۱

ایس کے شیدا اور زیڈ کے شاہد بنام سیکرٹری، محمد علی جناح[۱]

راجپورہ (جنکشن)، شمال مغربی ریلوے
۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

جناب عالی! ۔سلام مسنون

ہمیں یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ ہم دونوں بھائی (گوکم عمر ہی سہی) قائداعظم محمد علی جناح کے ان پرانے پرستاروں میں سے ہیں جنہوں نے تحریک کی ابتداء ہی میں جان لیا تھا کہ وہ ایک عظیم رہنما ہیں ۔ ایک مضمون کی منسلکہ نقل میں جس کا عنوان ''قائداعظم'' ہے ہم نے ان کے کارہائے نمایاں کو پوری سچائی کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ براہِ مہربانی ہماری رہبری فرمائیں کہ کیا یہ مضمون قائد کی جدوجہد کی صحیح عکاسی کرتا ہے اور کہیں اس میں حقائق مسخ تو نہیں ہوئے یا تعریف وتوصیف میں کسی مبالغے سے تو کام نہیں لیا گیا۔

اگر آپ بذات خود یا قائد کے مشورے سے اس مضمون کو اس قابل سمجھیں تو ہم جلد اشاعت کیلئے اسے انگریزی پریس میں دیدیں گے ۔اس مضمون کا اردو متن لاہور کے ایک ممتاز اخبار ''زمیندار'' میں حال ہی میں چھپا ہے۔ مہربانی فرما کر قائدِ اعظم سے ہماری تسلیمات عرض کردیں۔

آپ کے مخلص

ثناءاللہ خاں شیدا، ظفراللہ خاں شاہد

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم ۔ دستاویز نمبر ۴

۱.۱ کا ملفوفہ

قائداعظم۔ ہدیۂ تحسین[۱]

۳ جون ۱۹۴۷ء کی شام جب ایک فردِ واحد کی فتح مبین نے ملک سے محروم دس کروڑ مسلمانوں کیلئے ایک قومی وطن یعنی پاکستان کی داغ بیل ڈالی تو اس کارنامے پر دنیا حیران رہ گئی۔ اس کامیابی کا مطلب ہے دنیائے اسلام میں سب سے بڑی اور شاید سب سے طاقتور مسلم ریاست کا قیام، جس کا رقبہ ڈھائی لاکھ مربع میل[۲] اور آبادی آٹھ کروڑ ہوگی۔ اس نوید مسرت کے اڑتیس دن بعد ہی بی بی سی نے دنیا کو ایک اور اہم خبر یہ سنائی کہ اسی ہستی نے اس مسلم مملکت، پاکستان کا پہلا گورنر جنرل بننے کے لئے اپنی رضامندی ظاہر کردی ہے۔

ہندوستان کو مراجعت

اس موقعے پر کوئی تیرہ سال پہلے (۱۹۳۴ء) کا واقعہ ہمیں یاد آتا ہے جب مغربی لباس میں ملبوس، بلند قامت اور چھریرے بدن کا ایک شخص خاموشی سے بمبئی کی بندرگاہ پر اترا اور مالابارہل کی طرف روانہ ہوگیا۔ ان دنوں مسٹر محمد علی جناح اپنے ہم وطنوں میں صرف ایک قابل وکیل، ایک محبِ وطن اور اپنی طرز کے ایک منفرد سیاست داں کے طور پر پہچانے جاتے تھے اگرچہ ان کے معروف ۱۴ نکات[۳] نے بطور آئین پسند (Constitutionalist) ان کو خاصا مشہور کردیا تھا۔ کچھ عرصے وہ ایک ممتاز ہندوستانی کے طور پر انگلستان میں قیام پذیر رہے[۴] لیکن اکثر و بیشتر ہندوستان بھی آتے جاتے رہتے تھے اور ہندوستانی سیاست کے نسبتاً ساکن پانیوں میں اپنی پُرجوش تقریروں سے ارتعاش پیدا کرتے رہتے لیکن اس مرتبہ وہ سارے حساب چکانے اور معرکے سر کرنے کا ناقابل تنسیخ عزم لے کر آئے تھے۔

وہ ایک وکیل تھے مگر انہوں نے ایک مثالی مسلم جمہوری مملکت کا معمار اور بانی بننے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ یہ کوئی الف لیلوی قسم کا کام نہیں تھا۔ یہ ایک انتہائی مشکل مہم تھی جس میں گوناگوں دشواریاں اور کٹھن مرحلے درپیش تھے۔ انہیں تین بڑی رکاوٹوں کو عبور کرنا تھا:

۱۔ بدیسی راج کی زنجیروں کو توڑنا

۲۔ایک ہم عصر مضبوط سیاسی جماعت کے شدید حملوں کا جواب دینا

۳۔تیسری بڑی رکاوٹ خود ان کے اپنے لوگ تھے جو آپس میں دست و گریباں تھے اور ان کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ان لوگوں میں نہ تو کوئی سیاسی امنگ تھی، نہ کوئی سیاسی نصب العین تھا اور نہ ان کا اپنا کوئی پرچم تھا جس کے تلے سب جمع ہو سکیں۔ان کی حیثیت کانگریس کے لشکر میں خیمہ برداروں کی سی تھی اور وہ اپنی اسی حالت پر قانع تھے۔علاوہ ازیں ملک کے ہر حصّے میں ایسے غدّار موجود تھے جو سونے چاندی کے عوض قوم فروشی کے کاروبار میں مصروف تھے۔

یہ تھے اس وقت کے حالات۔لیکن قائد کسی معمولی مٹی کے بنے ہوئے نہیں تھے جسے جیسا کوئی چاہے حسبِ مطلب ڈھال لے۔وہ ایسے فولادی عنصر کے بنے ہوئے تھے جو ایک مضبوط چٹان کی طرح ہر طوفان، ہر بادِ مخالف میں محکم و قائم رہنا جانتے تھے۔انہوں نے ایک شمشیر بکف مردِ مجاہد کی طرح بدحالی اور خواری میں غلطاں اپنی کچلی ہوئی قوم کیلئے ایک صحیح مقام کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس زمانے میں ان کی آواز صدا بہ صحرا ہی رہی۔

چند ابتدائی تبصرے

''کیا یہ بدقسمتی نہیں ہے کہ ان کی پیدائش آپ لوگوں میں ہوئی ہے جو ان کی سیاسی سُوجھ بُوجھ سے فائدہ اٹھانا نہیں جانتے۔'' ۱۹۳۷ء کے موسم گرما کا یہ واقعہ ہمیں اچھی طرح یاد ہے۔ مرکزی قانون ساز اسمبلی کا اجلاس ہو رہا تھا اور مختلف سیاسی جماعتوں کے تقریباً ایک درجن ارکانِ اسمبلی شملہ کے لانگ وڈ ہوٹل میں بیٹھے مصروفِ گفتگو تھے۔وہیں کانگریس ہائی کمان کے ایک اہم رکن نے یہ حق پسندانہ بات کہی تھی۔اس شخص نے ہم سے یہ بھی کہا تھا ''وہ ایک انمول ہیرا ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ آپ لوگ اُن کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔اگر وہ ہماری قوم کے فرد ہوتے تو ہمارے موجودہ رہنما ان کے سامنے ایک دن بھی نہ ٹھہر سکتے۔'' اس دور کے وائسرائے لارڈ لنلتھگو (Linlithgow) کو اکثر یہ کہتے سنا گیا تھا ''مَیں تو ایک بات جانتا ہوں کہ مسٹر جناح ہی لیگ ہیں اور لیگ ہی مسٹر جناح ہے۔'' اس موقع پر یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ خود ان کی قوم ان کے بارے میں کیا کہہ رہی تھی۔ہمارے ایک مسلمان دوست نے اپنے خیالات کا اظہار

یوں کیا ''وہ ایک غیر عملی اور خوابوں کی دنیا میں رہنے والے انسان ہیں اور جب دیکھو دنیا سے نرالے منصوبے گھڑتے رہتے ہیں۔'' لیکن اس شخص کو معلوم نہیں تھا کہ ایک دن وہ خود بھی اسی رہنما کا دم بھرنے لگے گا اور بڑی کدو کاوش سے حاصل کیئے گئے اپنے خطابات واپس کردے گا۔

حالات ہمیں بتاتے ہیں کہ قوم کی ناقدری کے باوجود اس ''خوابوں کی دنیا میں رہنے والے'' کی کوششوں یا حوصلے میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔ ایک علیحدہ خودمختار مملکت کیلئے ان کی آواز بلند سے بلند تر ہوتی گئی اور ملک کی تقسیم کے سوال پر ان کا عزم مزید پختہ ہوتا گیا۔ یہ خواب ان کی زندگی کا ماحصل تھا۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، بولتے اور کام کرتے، ہردم ہر لحظہ یہی ایک خیال ان کے ذہن پر چھایا رہتا۔ اس منزلِ مقصود کے حصول کیلئے وہ ہر کام کرنے، ہر چیز داؤ پر لگانے اور سب کچھ برداشت کرنے کیلئے تیار تھے۔

انتھک محنت اور اُس کا ثمر

انہوں نے عظیم فلسفی شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے تصوّر کو پوری صدق دلی اور اتنی تندہی سے آگے بڑھایا کہ بہت سے لوگوں نے اسے جنون قرار دیا۔ انہوں نے اپنے شکستہ دل عوام کی رگوں میں تازہ خون دوڑایا اور انہیں ایک نئے جذبے سے آشنا کیا، اپنی بکھری ہوئی فوج کو ایک پرچم تلے جمع کیا، اخبارات کی طباعت کا انتظام کیا، مسلم ایوانہائے تجارت کی تشکیل کی اور قومی زندگی کے ہر شعبے کو نظم وضبط اور انقلابی تبدیلیوں سے آشنا کیا۔ ان کی محنت شاقہ واقعی ایک جنون کی سی کیفیت لئے ہوئے تھی۔ ''یہ احمق اپنی تباہی کی طرف خود ہی دوڑے جارہا ہے'' وہ اپنے مخالفین کی اس جیسی باتوں سے یکسر بے پروا اپنے کام کی لگن میں محو رہے۔ ''نہ صرف ان کا لباس اسلام کے مطابق نہیں بلکہ ان کے طور طریقے بھی شیطانی ہیں۔'' نام نہاد علماء کے اس جیسے فتووں پر وہ صرف مسکرا دیا کرتے۔ وہ آگے اور آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اپنی منزلِ مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

یہ کارنامہ کسی معجزے سے کم نہیں تھا اور خاص طور پر ہمارے اس دور میں جب کہ انسان کی تقدیر کا فیصلہ ایٹم بم کے سپرد ہو چکا ہے ایسی پُرامن کامرانی کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

بہت سے شہنشاہوں، آمروں اور سورماؤں نے سلطنتیں بنائیں اور بگاڑیں لیکن انہوں نے یہ کارنامے انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنا کر انجام دیئے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ مسٹر چرچل دوسری جنگِ عظیم کے بھنور سے اپنی سلطنت کی ناؤ کامیابی سے نکال کر لے گئے لیکن باوجودیکہ انہیں امریکی سرمایہ اور ہتھیاروں کی مدد حاصل تھی ان کی قوم کو آگ اور خون کے دریا سے گذرنا پڑا۔ یہ بھی سچ ہے کہ اسٹالن نے ہٹلر کی طاقت کا مقابلہ بہت بہادری سے کیا تھا تاہم اس کو بھی امریکہ اور برطانیہ کی مدد حاصل تھی۔ لیکن اینگلو۔ ہندو سرمایہ داری کے معاشی اور سیاسی تسلّط سے اپنی قوم کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں قائداعظم محمد علی جناح تنِ تنہا تھے۔ ان کے پاس نہ تو امریکی ڈالر تھے اور نہ ہی روسی سپاہ، جوان کی جنگ لڑتی۔ نہ انہیں کسی قسم کی بیرونی حمایت حاصل تھی کیونکہ کانگریس کے پروپیگنڈے نے انہیں بین الاقوامی حلقوں میں بطور ایک ہٹلر کے مشہور کر رکھا تھا۔ ان کے کارگر ہتھیار ہمیشہ کی طرح اب بھی ان کے مؤثر، مضبوط اور ناقابلِ تردید دلائل ہیں اور اس معرکے میں ان کے آلاتِ جنگ ان کے اعلیٰ اصول اور ان کا بلند کردار ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں جب انہوں نے اپنی قوم کو پاکستان دینے کا وعدہ کیا تھا تو ان کے اپنے لوگوں نے بھی اس وعدے کو سنجیدہ نہیں سمجھا۔ اُن دنوں پاکستان کو ایک ناممکن خواب ہی سمجھا جاتا تھا۔ بلاشبہ مسٹر جناح کے پاس یہ عالیشان عمارت کھڑی کرنے کیلئے نہ تو اوزار تھے اور نہ ہی سامان تھا۔ لیکن بہرحال مسٹر جناح نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ بیورلی نکلز[۵] کے الفاظ میں ''پاکستان اب کوئی تصوّراتی خواب نہیں رہا بلکہ ایک ٹھوس حقیقت بن چکا ہے جس کے وجود میں آنے کیلئے نہ تو زمین پھٹی اور نہ ہی آسمان گرا۔ دنیا کے نقشے پر پاکستان نے اچانک ایک دھماکے کے ساتھ اپنی جگہ بنالی ہے۔'' اس نمایاں کامیابی کے آگے مسٹر گاندھی ماند پڑ کر رہ گئے۔ جہاں جناح کو فتح نصیب ہوئی وہاں گاندھی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ دراصل ان کی ناکامی ان کے اصولوں کا المیہ ہے۔

ایک باوقار اور مطمئن رہنما

قائداعظم محمد علی جناح اس دور کے سب سے باوقار اور بامراد رہنما ہیں جنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے خواب کو عملی شکل اختیار کرتے دیکھ لیا ہے۔ وہ گیری بالڈی[۶] کی مانند ہیں جو

''سیاست کا شہسوار'' تھا اور جس نے اپنی زندگی میں اپنی قوم کو آزاد اور متحد کر دیا تھا۔ وہ امریکہ کے ابراہم لنکن کے مانند ہیں جس نے غلاموں کی آزادی کیلئے کامیاب جدوجہد کی تھی۔ یہ سچ ہے کہ قائد نے کبھی گرفتاری نہیں دی اور نہ ہی کسی مقدمے میں بطور ملزم پیش ہوئے۔ لیکن حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ انہیں کیونکر کامیابی پر کامیابی اور فتح پر فتح حاصل ہوتی چلی گئی۔

آج قائدِ اعظم دس کروڑ مسلمانوں کے مسلّمہ رہنما ہیں۔ وہ مسلم لیگ کے روح رواں ہیں اور ان کا ہر لفظ قوم کیلئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کی قوم سیدھے سادے بہادر لوگوں پر مشتمل ہے جس نے نوسو سال ہندوستان پر حکومت کی اور دنیا کو تاج محل اور قطب مینار جیسے عجائبات پیش کئے۔ ان لوگوں نے سب سے زیادہ تعداد میں ہندوستانی افواج میں شامل ہو کر اتحادیوں کیلئے جنگ کی تھی۔ قائد ایک بلند قامت اور مقناطیسی شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کی قانونی مہارت اور آئینی علمیّت سے کسی کو انکار نہیں۔ وہ انتہائی محنتی، نظم و ضبط کی سختی سے پابندی کرانے والے، دیانتدار اور دھن کے پکّے شخص ہیں۔ وہ ایک بے غرض رہنما ہیں۔ انہوں نے یہ کوشش کبھی نہیں کی کہ قومی مفادات کو پس پشت ڈال کر اپنا گھر بھر لیں۔ حال ہی میں (۹ جون ۱۹۴۷ء) جب انہوں نے اپنی قومی پارلیمنٹ یعنی آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی صدارت کی تھی، تو مسلم نیشنل گارڈز نے ''شہنشاہِ پاکستان'' کے پُر جوش نعروں سے ان کا استقبال کیا۔ مگر وہ ایسے خطابات کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے نیشنل گارڈز کو سختی سے حکم دیا کہ آئندہ ان کیلئے اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ اس وقت وہ ۷۱ برس کے ہیں، خدا ان کی عمر دراز کرے تاکہ وہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان اور ان ممالک کے ذریعے پوری دنیا میں پائیدار امن قائم کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

ثناء اللہ خاں شیدا

ظفر اللہ خاں شاہد

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۴ کا انکلوژر جو دو بھائیوں ثنا اللہ خاں و ظفر اللہ خاں کا ہدیہ عقیدت ہے۔
۲۔ مغربی اور مشرقی پاکستان کا مجموعی رقبہ ۳،۶۵،۹۰۵ مربع میل تھا۔

۳۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۳۱۹ کا انیکس
۴۔ جناح لندن میں اکتوبر ۱۹۳۰ء سے جنوری ۱۹۳۴ء تک مقیم رہے۔
۵۔ Verdict on India کا مصنف۔ یہ کتاب ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی۔
۶۔ تحریک رس آر جیمینٹو (Risorgimento) کا ہیرو۔ یہ تحریک اٹلی کی آزادی اور اتحاد کیلئے انیسویں صدی میں شروع ہوئی تھی۔

۱.۲

محمد علی جناح بنام سی پی راما سوامی آئیر[۱،۲]

(تار)

نئی دہلی
۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

سر سی پی راما سوامی آئیر۔ دیوان ٹریونڈرم

آپ پر حملے کی خبر سن کر انتہائی رنج ہوا۔ تاہم غنیمت ہے کہ آپ کی جان سلامت رہی گو کہ کچھ زخم ضرور آئے۔ اپنی خیریت کی اطلاع بذریعہ تار دیں۔

جواب کا منتظر

جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲
۲۔ ریاست ٹراونکور کے وزیر اعظم

۱.۳

فرانسس موڈی (Francis Mudie) بنام محمد علی جناح[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔ کراچی
۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

وائسرائے نے مجھے ابھی بتایا ہے[۲] کہ آپ کی خواہش ہے کہ میں اپنا عہدہ سنبھالنے سے

ایک ہفتہ قبل لاہور چلا جاؤں اور یہ کہ غالباً انہی دنوں آپ بھی کراچی پہنچ جائیں گے۔ مجھے جنکنز کا خط بھی موصول ہوا ہے[۳] جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ ۷ اگست سے مجھے اپنا مہمان رکھ سکیں گے۔ لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ ۷ اگست کی صبح بذریعہ ہوائی جہاز یہاں سے روانہ ہو جاؤں۔ امید ہے کہ یہ پروگرام مناسب رہے گا۔ وائسرائے نے یہ بھی پوچھا تھا کہ آیا میرے لئے ممکن ہوگا کہ مَیں ۷ سے ۱۵ اگست تک بحیثیت گورنر سندھ کام کرتا رہوں۔ مَیں نے کل غلام حسین (ہدایت اللہ) سے اس موضوع پر گفتگو کی[۴] اور ہم دونوں کو یہ بندوبست پسند نہیں آیا۔ جب ان سے یہ معلوم ہوا کہ وہ میرے جانشین بننے والے ہیں تو میری دانست میں اس مسئلے کا یہی حل نظر آیا کہ ۶ تاریخ کی دوپہر کو مَیں اپنی کرسی ان کے حوالے کردوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہیں دو مرتبہ گورنر سندھ کا منصب سنبھالنا ہوگا، ایک مرتبہ موجودہ آئین کے تحت اور دوسری مرتبہ نئے آئین کے تحت۔ لیکن میرے خیال میں اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مَیں نے یہی تجویز وائسرائے کو بھی دی ہے۔ عنقریب آپ کے نامزد ملٹری سیکرٹری[۵] بھی یہاں پہنچنے والے ہیں۔ لہٰذا (گورنر جنرل ہاؤس کی) خانہ داری کی تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں آپ سب کام تسلّی بخش پائیں گے۔ مَیں نے چمن کی آرائش میں خاصی دلچسپی لی ہے اور اسے کافی حد تک سنوار لیا ہے۔ مَیں نے اس سال بہت سے پودے لگائے ہیں جن سے چمن کی خوبصورتی میں مزید اضافہ ہوگا۔ میرا ہیڈ مالی جو لکھنؤ کے قریب کا ایک مسلمان ہے بہت مستعد ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ اسے برقرار رکھیں گے۔ آخر میں مغربی پنجاب کی گورنری کیلئے میرا نام تجویز کرنے پر مَیں آپ کے اعتماد کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اس پیچیدہ صورتحال میں یہ عہدہ سنبھالنے پر مجھے کچھ تامّل ضرور ہے لیکن مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنی پوری کوشش کروں گا اور امید ہے کہ مجھے ناکامی نہیں ہوگی۔ میری خواہش تھی کہ وہاں جانے سے پہلے پنجاب کی سیاست کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر معلوم کروں لیکن اب یہ ناممکن نظر آتا ہے۔ اب صورت یہی ہے کہ عہدہ سنبھالنے سے پہلے مَیں اپنے طور پر صورتِ حال کا جائزہ لوں اور اگر آپ کو منظور ہو تو یہ جائزہ آپ کے سامنے پیش کروں اور آپ سے اس کے متعلق مشورے کی درخواست کروں۔ مَیں یہ پیغام گورنر سندھ کے

نام رمزی تار کے ذریعے بھیجوں گا تا کہ ۱۵ اگست سے پہلے یعنی جس دن مَیں اپنا عہدہ سنبھالوں گا مجھے آپ کا جواب موصول ہو جائے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص
فرانسس موڈی

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۶
۲۔ فرانسس موڈی اس سے پہلے سندھ کے گورنر تھے۔
۳۔ ایون جنکنز (Evan Jenkins)، گورنر پنجاب ۱۹۴۶ء تا ۱۹۴۷ء
۴۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ
۵۔ کرنل یوجین سینٹ جان برنی (Eugene St. John Birnie)، گورنر جنرل پاکستان کے ملٹری سیکرٹری ۴۸-۱۹۴۷ء

۱.۴

ہورڈ ڈونووَن (Howard Donovan) بنام محمد علی جناح[۱]

امریکی سفارت خانہ۔ نئی دہلی
۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

لاہور میں قونصل خانہ کھولنے سے متعلق کچھ روز قبل آپ سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کے حوالے سے عرض ہے کہ اس دفتر کا سوال ۱۵ اگست کے بعد جتنی جلد ممکن ہو سکا اٹھایا جائے گا۔ نئی دہلی میں سفارت خانے کے سیکنڈ سیکرٹری مسٹر رچرڈ ڈی گیٹ ووڈ (Richard D. Gatewood) ۳۰ جولائی کو لاہور روانہ ہو رہے ہیں تا کہ جو دفتر ہم وہاں کھولنا چاہتے ہیں اس کیلئے رہائش اور عملے کا انتظام کر سکیں۔ لیکن با قاعدہ طور پر اس دفتر سے متعلق کوئی کارروائی ۱۵ اگست سے پہلے نہیں کی جا سکے گی۔

کاسابلانکا میں ہمارے قونصل جنرل چارلس ڈبلیو لیوس (Charles W.Lewis) کو کراچی میں قونصل جنرل مقرر کیا گیا ہے۔ امید ہے جس وقت ہمارا سفارت خانہ یہاں کام کرنا

شروع کر دے گا مسٹر لیوس بھی کراچی میں بطور ناظم الامور اپنا عہدہ سنبھال لیں گے۔ ارادہ یہ ہے کہ سفیر کے آنے کے بعد بھی مسٹر لیوس سفارت خانے کے قونصل کے طور پر کام کرتے رہیں گے۔ مسٹر لیوس چند دنوں میں نئی دہلی پہنچنے رالے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ آپ سے ملنے کے خواہش مند ہوں گے۔ ان کے آنے کے بعد میں آپ سے رابطہ قائم کروں گا۔

آپ کا خیر اندیش

ہورڈ ڈونووون، قونصل

برائے سفیر

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۷

۱.۵

مائلز کلّیر ن (Miles Killearn) بنام محمد علی جناح[1]

وائسرائے ہاؤس۔ نئی دہلی

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

چوہدری محمد علی کا ۲۶ جولائی کا خط بمع اس گوشوارے کے موصول ہوگیا ہے[2] جس میں بطور گورنر مشرقی بنگال میری تنخواہ اور الاؤنس درج تھے۔

میرے خیال میں کل رات مَیں نے واضح کر دیا تھا کہ آپ کی عظیم نئی مملکت کی خدمت کرنے پر مجھے کتنا فخر ہوتا اور دیگر انگریزوں کی طرح مَیں بھی پورے خلوص سے مدد کرنے کیلئے تیار ہوں۔

بدقسمتی سے میرے حالات کچھ ایسے ہیں کہ جو تنخواہ اور مراعات آپ نے از راہِ کرم پیش کی ہیں وہ میری توقعات سے اور بنگال کے موجودہ گورنر کی تنخواہ سے اسقدر کم ہیں کہ میرے لئے موجودہ عہدہ[3] چھوڑنا اپنے اہل وعیال کے ساتھ زیادتی ہوگی۔

کل رات آپ اور مس جناح سے مکرّر ملاقات کر کے مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے۔

پاکستان کے مستقبل کیلئے نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

کلّیرن

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۹

۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۔ جنوب مشرقی ایشیا میں برطانوی کمشنر

۱.۶

محمد علی جناح بنام مائلز کلّیرن[۱]

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر لارڈ کلّیرن

مشرقی بنگال کے گورنر کا عہدہ قبول کرنے کیلئے آپ نے جو کم از کم مطالبات لارڈ ازمے کے ذریعے لیاقت علی خاں کو پیش کئے تھے ان پر مَیں نے کافی غور و خوض کیا ہے۔ ایک طرف تو مجھے یہ احساس بھی ہے کہ باوجودیکہ ان شرائط پر بھی آپ کو کچھ مالی قربانی دینی پڑتی آپ یہ عہدہ قبول کرنے کیلئے تیار تھے جس کے لئے مَیں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ دوسری طرف مَیں اسے بھی انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ نومولود پاکستان کی حکومت میں تنخواہوں اور اخراجات کو کم سے کم رکھا جائے اور مَیں یہ نہیں چاہتا کہ کسی کو ایسی خاص رعایتیں دی جائیں جو آگے چل کر دوسروں کیلئے اور ہمارے لئے پریشانی کا باعث بنیں۔ یہ وہ اصول ہے جس پر مَیں نے ہمیشہ عمل کیا ہے اور پاکستان کے مفاد میں مجھے اس پر آئندہ بھی عمل کرنا ہوگا۔

لہٰذا مشرقی بنگال کے گورنر کیلئے صاف دلی سے جو تنخواہ مَیں تجویز کر سکتا ہوں وہ بہتر ہزار (۷۲،۰۰۰) روپے سالانہ ہے لیکن مجھے علم ہے کہ یہ تنخواہ آپ کی تجویز کردہ رقم سے اس قدر کم ہے کہ شاید آپ اس پر کام کرنے کیلئے تیار نہ ہوں گے۔

آخر میں مَیں یہ کہنا چاہوں گا کہ آپ سے مل کر مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے۔

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۱

۷.۱

ایم نور اللہ و دیگر افراد بنام محمد علی جناح[1]

نجی / بصیغہ راز

۲۔ چیئرنگ کراس۔ لاہور

۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء

محترم قائداعظم!

اہم امور میں آپ کی مصروفیت کے پیش نظر پنجاب لیگ کے معاملات میں آپ کو زحمت دینے سے ہم ابھی تک گریز کرتے رہے ہیں لیکن اب صوبے کی صورتحال اتنی سنگین ہوگئی ہے کہ اس پر آپ کی توجہ مبذول کرانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

ویسے تو بہت سی ایسی وجوہات تھیں جو آپ سے رجوع کرنے کا جواز بن سکتی تھیں لیکن اس خیال سے کہ مسلمانوں کی صفوں میں یک جہتی قائم رہے اور آپ کے ہاتھ مضبوط رہیں ہم نے اختلافی مسائل کی طرف آپ کی توجہ نہیں دلائی۔

ہم اس بات سے لاعلم ہیں کہ مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کے بارے میں آپ کو کیا تاثر دیا گیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کو حقیقی صورتحال پیش نہیں کی گئی۔

اب تک ہر اہم موقعے پر ہم سے یہی کہا جاتا رہا ہے کہ قائداعظم کا منشاء ہے کہ لیگ کی تنظیم کے بارے میں اہم معاملات کا ایک خاص انداز میں فیصلہ کیا جائے۔ آپ کی مرضی کا تعین کیے بغیر ہم ارکان اسمبلی نے وہ راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی ہے جس کے بارے میں ہمارا خیال

تھا کہ آپ کو پسند ہو گا۔ تاہم فی الوقت ہم اس بارے میں بالکل تاریکی میں ہیں کہ موجودہ مسئلے پر آپ کی منشاء کیا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ پاکستان میں اسلامی جمہوریت آپ کی تخلیق ہے اور یہ کہ ہماری صفوں میں آزادیٔ کار کے جذبے کو فروغ دینے کی آپ حتی الوسع کوشش کریں گے تاکہ ہم پاکستان میں آزادی کے ایک ایسے دور کا خیر مقدم کر سکیں جس کی بنیاد رائے عامہ پر ہو۔

اس خط کے لکھنے کا اصل مقصد آپ سے اس بات کی اجازت طلب کرنا ہے کہ ہم اپنے عہدیدار خود منتخب کر سکیں۔ اخبار خواہ کچھ ہی چھاپ رہے ہوں اور آپ سے ملاقات کرنے والے چاہے جو کچھ آپ کے گوش گزار کر رہے ہوں اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ مسلم ارکان اسمبلی کی اکثریت موجودہ صورتحال کے بارے میں بڑی بے اطمینانی کا شکار ہے۔ ہمیں قوی امید ہے کہ آپ اس بات کے قطعی حق میں نہ ہوں گے کہ کوئی بھی دھڑا اپنے مقاصد کے لئے آپ کا نام نامی استعمال کرے۔ ہمارے موجودہ لیڈر کھلم کھلا یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ اس بات سے قطع نظر کہ مسلم ارکان اسمبلی کی اکثریت کی کیا خواہش ہے آل انڈیا (مسلم لیگ) ہائی کمان ان کو ہی نامزد کر دے گی۔ ہمارے اندیشوں کو اس بات سے تقویّت ملی ہے کہ اگرچہ ۴ جولائی کو اجلاس بلانے کی ارکان اسمبلی کی مطلوبہ تعداد کی طرف سے درخواست کی گئی تھی، پارٹی لیڈر نے، اگرچہ یہ اس کا فرض بنتا تھا، قواعد وضوابط کے مطابق اجلاس طلب نہیں کیا۔

ہم آپ کے انتہائی احسان مند ہوں گے اگر آپ براہ کرم مرکزی پارلیمانی بورڈ کو ہدایت فرمائیں کہ وہ بنگال کی طرح جہاں مشرقی ومغربی بنگال کے عہدیداروں کو منتخب کرنے کے لئے پارٹی کا اجلاس طلب کیا جا رہا ہے، یہاں بھی اجلاس بلائیں۔

مختصراً ہماری درخواست، جسے مسلمانوں اور مسلم اخبارات کی بھاری اکثریت کی حمایت حاصل ہے، یہ ہے کہ مستقبل میں پنجاب میں اپنے لیڈر آپ منتخب کریں اور جمہوری اسلامی اصولوں پر نظم ونسق چلایا جائے اور کسی ایسی حکومت کو مسلط نہ کیا جائے جسے مسلم ارکان اسمبلی کی

حمایت حاصل نہ ہو۔

آپ کے مخلص
ایم نوراللہ (سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ اسمبلی پارٹی)،
مبارک علی شاہ (ایم ایل اے)،
محمد عبدالستار خان نیازی (ایم اے۔ایم ایل اے)،
عزیزالدین ایڈووکیٹ (ایم ایل اے)

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۵

۱.۸
کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم بنام محمد علی جناح[۱]
(تار)

نیویارک
۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم آپ کو پُر خلوص دعوت دیتا ہے کہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی منتقلی کے موقع پر ماؤنٹ بیٹن اور نہرو کے ساتھ نشریات میں آپ بھی شرکت فرمائیں۔ ۱۵ اگست کو یہ نشریات ہندوستان سے لندن میں ریکارڈ ہو کر امریکہ منتقل کی جائیں گی۔امید ہے کہ آپ ہماری پیشکش قبول فرمائیں گے کیونکہ اس تاریخ کو پورا امریکہ آپ کی آواز سننے کا منتظر ہوگا۔

سیوساٹ (Sioussat)
کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۲۷

۱.۹

محمد علی جناح بنام کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم[1]

(تار)

آپ کے تار میں مرقوم پیشکش کا شکریہ۔ نشریے کی تجویز مجھے بخوشی منظور ہے۔

جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۰۳

۱.۱۰

ایچ گورڈن منی جیروڈ (H.Gordon Minnigerode) بنام جارج مارشل[1، 2] (George Marshall)

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

حالیہ سیاسی تبدیلیاں اور سندھ کی صورتِ حال

(اقتباس)

امریکی قونصل خانہ۔ کراچی

۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

(پہلا پیرا حذف کر دیا گیا)

اس اعلان سے کہ شیخ غلام حسین ہدایت اللہ سندھ کے آئندہ گورنر بننے والے ہیں بہت سے لوگوں کو حیرت ہوئی ہے کیونکہ شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کی حالیہ تردیدوں کے علاوہ کہ انہیں پاکستان کے کسی صوبے کا گورنر نہیں بنایا جائے گا بظاہر نئی دہلی سے یہ افواہیں بھی مل رہی تھیں کہ شاید سر فرانسس موڈی (Francis Mudie) کے جانشین خان آف ممدوٹ یا آئی آئی چندریگر ہوں گے۔ اب یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ لیگ نے آخری لمحے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سندھ کا گورنر اسی صوبے سے ہونا چاہیے کیونکہ دوسرے صوبوں سے سرکاری عہدیداروں کی سندھ میں آمد کے خلاف صوبائی

جذبات کافی شدّت اختیار کر گئے ہیں۔ اگرچہ شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کو رسمی طور پر مبارک بادیاں وصول ہوئی ہیں لیکن اس موقعے پر لوگوں نے کسی خاص گرم جوشی کا اظہار نہیں کیا۔ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ شاطرانہ سیاست اور فراست میں ان کا کوئی مدِ مقابل نہیں ہے لیکن سندھ کے دوسرے وزراء کی طرح ان کی دیانت داری بھی شک وشبہ سے بالاتر نہیں۔ پچھلے سال کے پورے عرصے میں سندھ اسمبلی میں شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کی اکثریت اس قدر معمولی تھی کہ ان کی حکومت کو ہر وقت ٹوٹنے کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ دو مواقع پر تو برطانوی گورنر سر فرانسس موڈی نے زور زبردستی کے ذریعے انہیں اقتدار کی کرسی پر قائم رکھا۔ ان کی ضعیف العمری (وہ تقریباً ۷۰ سال کے ہیں) اور گرتی ہوئی صحت کی وجہ سے ان کے سابقہ مداح بھی اب ان کے گورنر بننے پر چنداں خوش نہیں ہیں۔

شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کے داماد اور سندھ مسلم لیگ کے صدر یوسف ہارون نے مندرجہ ذیل اعلان کے ذریعے لوگوں کو اس تقرر پر مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے:

> ''سندھ کے تمام لوگوں کیلئے یہ باعثِ فخر وشادمانی ہے کہ شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کو اس صوبے کی گورنری کیلئے منتخب کیا گیا ہے۔ میری نظر میں اس اعلیٰ عہدے کے لئے اس سے بہتر انتخاب ممکن نہیں تھا کیونکہ اس اعزاز میں پاکستان کے قیام اور برطانوی اقتدار کے خاتمے کے باعث مزید اضافہ ہوا ہے۔
>
> شیخ غلام حسین ہدایت اللہ جیسی اہلیت، پارلیمانی تجربے اور انتظامی قابلیت کی مالک شخصیت کا مسندِ اقتدار پر فائز ہونا مملکتِ پاکستان کی تعمیر کے عظیم کام کیلئے ایک اچھی ابتدا ہے کیونکہ پاکستان کے اہم ترین صوبے کی حیثیت سے سندھ کو اس کام میں اہم کردار ادا کرنا ہے۔''

لیکن عوامی جوش وخروش کہیں نظر نہیں آیا کیونکہ اکثر لوگوں کو شیخ غلام حسین ہدایت اللہ اور یوسف ہارون کا حالیہ تنازعہ بھولا نہیں تھا جب کہ موخر الذکر پر یہ شبہ کیا جا رہا تھا کہ وہ وزیرِ اعلیٰ کو لیگ کی وزارت سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ عام تاثر یہ ہے کہ گو یوسف ہارون ترجیحاً موجودہ وزیرِ تعمیرات محمد ایوب کھوڑو کو اس عہدے پر دیکھنا چاہتے تھے لیکن صورتِ حال سے سمجھوتہ کر کے وہ آئندہ کے اربابِ اقتدار کو بھی راضی رکھنا چاہتے ہیں۔

شیخ غلام حسین ہدایت اللہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو سر فرانسس موڈی کی جگہ سندھ کے گورنر بنیں گے۔ سر فرانسس موڈی، جنہیں مغربی پنجاب کا گورنر مقرر کیا گیا ہے، اپنے اہل وعیال اور سرکاری اہلکاروں کے ساتھ ۷ اگست کو کراچی سے روانہ ہورہے ہیں اور بظاہر تقریباً ایک ہفتے تک مغربی پنجاب اور سندھ دونوں صوبوں کے گورنر کی حیثیت سے کام کریں گے۔

شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کے گورنر بن جانے سے سندھ میں وزیر اعلیٰ کے عہدے کے لئے سیاسی کشمکش شروع ہو جائے گی۔ عام خیال یہ ہے کہ شاید محمد ایوب کھوڑو کو وزارت بنانے کے لئے کہا جائے یا پھر انہیں پاکستان کی مرکزی کابینہ میں جگہ دی جائے جو ان کی اپنی خواہش ہے۔ ان حالات میں شاید موجودہ وزیرِ مالیات پیرزادہ عبدالستار وزیر اعلیٰ کا عہدہ سنبھال لیں گے۔ محمد ایوب کھوڑو کی شہرت کے بارے میں سندھ کے سیاسی حلقوں میں چہ میگوئیاں ہوتی رہتی ہیں۔ دو سال سے کچھ اوپر ہوئے کہ ان کو پچھلے وزیر اعلیٰ اللہ بخش کے قتل میں ملزم ٹھہرایا گیا تھا لیکن شہادت پیش کرنے میں مقامی پولیس کی غلطیوں اور شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کی پُر زور حمایت سے فردِ جرم خارج کر دی گئی۔ سندھ کی سیاست کا یہ افسوسناک پہلو ہے کہ وہ شخص جسے اکثر لوگ ایک قاتل ہی سمجھتے ہیں نہ صرف حکومت کا وزیر بنے بلکہ شاید سندھ کا آئندہ وزیر اعلیٰ یا حکومتِ پاکستان میں وزیر بن جائے۔

یہ صورتِ حال اس وجہ سے اور بھی قابلِ افسوس ہے کہ پچھلے کئی مہینوں سے کھوڑو اور شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کے درمیان سخت تناؤ تھا جو اس وقت کھل کر سامنے آ گیا جب کھوڑو نے اپنے سابقہ دوست کے خلاف سازش کرتے ہوئے انہیں وزیرِ اعلیٰ کے عہدے سے ہٹا کر اپنے لئے جگہ بنانی چاہی حالانکہ مقدّمے کے وقت شیخ غلام حسین ہدایت اللہ ہی کی حمایت کی وجہ سے کھوڑو کی جان بچی تھی۔ اس شُبہ پر کہ یوسف ہارون اس سازش میں کھوڑو کے ساتھ ہیں شیخ غلام حسین ہدایت اللہ اور ان کے داماد کے درمیان بھی نزاع پیدا ہو گیا تھا، جس کا ذکر مَیں نے پہلے بھی کیا ہے۔ اگرچہ شیخ غلام حسین ہدایت اللہ اور یوسف ہارون کے درمیان سطحی طور پر تو میل ملاپ ہے لیکن یہ کہا نہیں جا سکتا کہ یہ مفاہمت کتنی گہری ہے اور کب تک قائم رہے گی۔

کھوڑو کے لئے شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کے پاس صرف حقارت اور نفرت کے جذبات ہیں اور وہ ان کا اظہار برملا ہر شخص کے سامنے کرتے ہیں ۔ مَیں نے خود تقریباً ایک درجن لوگوں کی موجودگی میں جن میں یورپی اور ہندوستانی باشندے شامل تھے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کھوڑو ''بدمعاش'' ہے اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر سازشیں کر رہا ہے ۔ ایک وزیر اعلیٰ کا کھلے بندوں اپنے ہی ایک وزیر کے خلاف ایسے نازیبا الفاظ استعمال کرنا دنیا کے ہر حصّے میں غیر شائستہ ہی سمجھا جائے گا۔

کھلی دشمنی کے باوجود شیخ غلام حسین ہدایت اللہ نے کھوڑو کو وزارت سے اس لئے علیحدہ نہیں کیا کیونکہ سندھ اسمبلی میں وزیر اعلیٰ کی اکثریت بہت قلیل ہے اور کھوڑو کے ہاتھ میں اقتدار کا توازن ہے کیونکہ ابھی ان کا اثر ورسوخ اتنا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو چند ارکان کو حکومت کے خلاف ووٹ ڈالنے پر راضی کر سکتے ہیں اور اس طرح وزارت کا تختہ الٹ سکتے ہیں ۔

سندھ کی وزارت میں عنقریب اہم تبدیلیوں کی پیشین گوئی کی جا رہی ہے جن کا یکم اگست کو اعلان کر دیا جائے گا ۔ وزارت تشکیل دینے کی دعوت چاہے کھوڑو کو دی جائے یا پیرزادہ کو دوسرے وزراء بہر حال اپنے استعفےٰ فوراً پیش کر دیں گے ۔

اس بات کے شواہد ملتے ہیں کہ سندھ میں پاکستان کے انتہائی پُر جوش حامی بھی اب یہ پوچھنے لگے ہیں کہ یہ تحریک کون سا رُخ اختیار کرے گی ۔ جیسا کہ ہمارے محکمۂ خارجہ کو معلوم ہے پورے صوبۂ سندھ کی آبادی تقریباً پینتالیس (۴۵) لاکھ ہے جب کہ پاکستان کی کل آبادی کا تخمینہ سات (۷) کروڑ کے قریب لگایا گیا ہے ۔ نتیجتاً سندھ میں اکثر لوگ اس بات سے فکر مند ہیں کہ کراچی میں حکومتِ پاکستان کے قیام سے سندھ کا صوبہ دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے لوگوں سے بھر جائیگا ۔

سندھی عام طور پر صوبائیت کی طرف مائل ہیں اور اسی بناء پر شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کو گورنر مقرر کیا گیا ہے ۔ لٰہذا دوسرے صوبوں سے آنے والے لوگوں کا سیلاب اور یہ خوف کہ سندھ کے قیمتی اثاثے ان لوگوں کے قبضے میں چلے جائیں گے کسی اچھے مستقبل کا امکان پیش نہیں کرتا ۔

علاوہ ازیں یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ پاکستان کی کابینہ میں زیادہ سے زیادہ نو وزراء شامل ہوں گے جن میں دو غیر مسلم ہوں گے اور سندھ کو کابینہ میں صرف ایک نشست ملے گی۔ پاکستان کی کابینہ میں مختلف صوبوں کی نمائندگی مندرجہ ذیل ہے:

بنگال	دو مسلم۔ایک غیر مسلم
مغربی پنجاب	دو مسلم۔۔ایک غیر مسلم
سندھ	ایک مسلم
صوبۂ سرحد	ایک مسلم
بلوچستان	ایک مسلم

حسب توقع پاکستان کی کابینہ میں سندھ کے نمائندے کے بارے میں قیاس آرائی کی جارہی ہے۔ جن افراد کے نام نمایاں طور پر لئے جارہے ہیں ان میں پیرزادہ عبدالستار، محمد ایوب کھوڑو، یوسف ہارون اور سیّد میراں محمد شاہ شامل ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر لوگ محسوس کررہے ہیں کہ پاکستان کی تحریک کو سندھ ہی نے سب سے پہلے اپنایا تھا اور اسی کا دارالحکومت پاکستان کا عارضی دارالحکومت بننے والا ہے لہٰذا سندھ کو دو نشستیں ملنی چاہئیں تا کہ اسے پاکستان میں منفی کردار ادا کرنے سے باز رکھا جائے۔ مقامی افواہوں کے مطابق پاکستان کی کابینہ میں شمولیت کیلئے کھوڑو کو دعوت دی جائے گی اور اگر وہ سندھ کی وزارت اعلیٰ حاصل کر کے یہ پیشکش مسترد کرتے ہیں تو پھر اس نشست کیلئے پیرزادہ کو منتخب کیا جائے گا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حکومتِ سندھ کے کسی وزیر کو پاکستان کی مرکزی کابینہ میں شامل نہیں کیا جائے گا لیکن سندھ اسمبلی کے ارکان اگر پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کیلئے منتخب ہوگئے تو وہ سندھ اسمبلی سے استعفیٰ دیئے بغیر دستور ساز اسمبلی کے اجلاسوں میں شرکت کر سکتے ہیں۔

نمایاں خبر جو اس دفتر نے حاصل کی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی تقریباً چھیاسٹھ (۶۶) ارکان پر مشتمل ہوگی جن میں سے اکتالیس (۴۱) مشرقی بنگال سے، سترہ (۱۷) مغربی پنجاب سے، چار (۴) سندھ سے، تین (۳) صوبۂ سرحد سے اور ایک (۱) بلوچستان سے

منتخب ہوں گے۔ ضلع سلہٹ کے نمائندوں کا انتخاب ابھی نہیں ہوا ہے۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی میں سندھ کے نمائندے حسبِ ذیل ہوں گے:

پیرزادہ عبدالستار عبدالرحمٰن، محمد ہاشم گزدر، محمد ایوب کھوڑو، جے رام داس دولت رام

چونکہ پاکستان کے بنانے میں سندھ سب سے آگے تھا لہٰذا (۶۶) میں سے صرف (۴) نشستوں کا ملنا بیشتر سندھیوں کیلئے باعثِ رنج ہے اور خوف ہے کہ اس کی وجہ سے مستقبل میں رنجشیں پیدا ہو جائیں گی۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی کا اجلاس ۳۰ اگست کو کراچی میں ہو رہا ہے لیکن ایک ابتدائی اجلاس ۱۰ اگست کو شروع ہو گا اور تقریباً ایک ہفتہ جاری رہے گا جس کے دوران مختلف کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی۔

تازہ ترین اطلاع کے مطابق محمد علی جناح ۴ یا ۵ اگست کو کراچی پہنچنے والے ہیں اور توقع ہے کہ پاکستان کی نئی حکومت کے تمام وزراء بھی یہاں ۷ اگست تک پہنچ جائیں گے۔ پاکستان کی نئی حکومت اور سندھ کی حکومت دونوں کا افتتاح پُرشکوہ تقریبات کے ساتھ ۱۵ اگست کو ہونے والا ہے۔

احترام کے ساتھ

آپ کا

ایچ گورڈن منی جیروڈ

امریکی قونصل

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۶ کا انیکس

۲۔ امریکی وزیر خارجہ

۱.۱۱

منظر عالم بنام محمد علی جناح[1]

آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ
رابطہ دفتر دہلی
۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیر قائداعظم

مَیں نے ۹[2] اور ۱۰[3] جولائی ۱۹۴۷ء کو آپ کی خدمت میں دو خط بھیجے تھے کیونکہ مجھے مسٹر رسول خاں اور ایم ایچ صدیقی، علی الترتیب صدر، جنرل سیکرٹری آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ، نے غلط بیانی کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ آپ نے انہیں رابطہ دفتر فوری طور پر بند کرنے کی ہدایت کی تھی۔ بعض اخبارات میں بھی اسی قسم کی غلط خبریں چھپی ہیں اور مجھ پر یہ لازم ہو گیا ہے کہ مَیں عام لوگوں پر اپنی پوزیشن واضح کروں۔

مَیں ٹراونکور اور دوسری ریاستوں کے دورے سے واپس آ گیا ہوں اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے عہدے داروں اور کونسل کے ارکان کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ کونسل کی بھاری اکثریت نے صدر اور سیکرٹری کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی ہے اور خصوصی فرمائش پر ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء کو اجلاس بلایا جا رہا ہے۔ اگر صورتحال کے بارے میں میرا اندازہ درست ہے تو (میرے خیال میں) صدر اور سیکرٹری کو تنظیم سے نکال دیا جائے گا۔

مَیں نے اوپر جو کچھ بیان کیا ہے اس کی روشنی میں آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ مَیں ایک بہت نازک صورت حال میں الجھ گیا ہوں۔ مَیں صحیح بات جاننا چاہتا ہوں۔ براہِ کرم میرے ۹ اور ۱۱ جولائی کے خطوط پر غور کیجیے اور دہلی سے کراچی روانہ ہونے سے پہلے مجھے ملاقات کا موقع عطا کیجیے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو سکا تو مَیں فرض کر لوں گا کہ آپ آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے مسائل میں مداخلت نہیں کرنا چاہتے اور یہ کہ مَیں آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کونسل کے ارکان کو یہی بات بتانے

کیلئے پوری طرح آزاد ہوں۔آپ کے قیمتی وقت میں مخل ہونے پر معذرت چاہتا ہوں۔مَیں آپ کی درازیٔ عمر اور صحت کے لئے دست بہ دعا ہوں۔

آپ کا مخلص

منظر عالم

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۴۱
۲۔ جناح پیپرز جلد سوم۔دستاویز نمبر ۸۴
۳۔ایضاً۔دستاویز نمبر ۳۰۰

۱.۱۲

محمد علی جناح بنام فرانس موڈی [۱]

۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر فرانس

آپ کے ۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کے خط [۲] کا بے حد شکریہ۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کے اور جنکنز کے درمیان (رہائش کا) انتظام تسلّی بخش طور پر طے ہو گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ سے ملاقات کا موقع نہیں مل سکے گا کیونکہ انتظامات کے مطابق ۷ اگست کی شام جب مَیں کراچی پہنچوں گا تو آپ اسی صبح بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہو چکے ہوں گے۔اگرچہ مَیں چاہتا تھا کہ آپ کے لاہور روانہ ہونے سے پہلے آپ سے گفتگو کر لوں لیکن اب کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں تک آپ کے جانشین کی آئینی حیثیت کا تعلق ہے تو ہمیں غور کرنا پڑے گا کہ سندھ کے نامزد گورنر کو کس طرح قانونی حیثیت دی جائے۔

مجھے خوشی ہے کہ آپ نے (گورنمنٹ ہاؤس کے) تمام امور بخوبی سرانجام دے دیے ہیں اور یہ کہ آپ کی دلچسپی کی وجہ سے چمن کی آرائش میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ مجھے امید ہے کہ مَیں بھی اس میں مزید اضافہ کر سکوں گا۔جیسا کہ آپ نے سفارش کی ہے مَیں بالضرور مالی کو ملازمت

پر برقرار رکھوں گا۔

خط کے آخری پیرے کے مطابق آپ اپنی خدمات پاکستان کو پیش کرنے کے لئے رضامند اور تیار ہیں جس پر مَیں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے گورنر پنجاب کا عہدہ سنبھالنے کے لئے میری درخواست قبول کر لی ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ناکام نہیں ہوں گے۔

رہی یہ بات کہ آپ پنجاب کی سیاست پر میری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ انتظام ہو سکتا ہے کہ ہمارے درمیان رابطہ قائم رہے اور مَیں آپ کو مشورہ دیتا رہوں۔ علاوہ ازیں آپ گورنر سندھ کے توسط سے بذریعہ رمزی ٹیلی گرام مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں جس پر مَیں فوری توجہ دوں گا۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم ۔ دستاویز نمبر ۴۶

۲۔ دستاویز نمبر ۱.۳

۱.۱۳

محمد علی جناح بنام ڈبلیو پی اسپنس[1] (W.P.Spens)

۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر پیٹرک

مجھے آپ کا ۲۷ جولائی (واقعتاً ۲۹ جولائی) ۱۹۴۷ء کا خط موصول ہو گیا۔[2] ثالثی ٹریبونل کے لئے، جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے، آپ کے استفسار پر مَیں جناب جسٹس محمد اسمٰعیل کا نام بھجوا رہا ہوں جو الہ آباد ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہیں اور آج کل اڑیسہ و چھتیس گڑھ اسٹیٹس اور

رائے گڑھ (بی این آر[۳]) کی کامن ہائی کورٹ کے چیف جج ہیں۔

مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۴۴
۲۔ ایضاً۔ دستاویز نمبر ۲۹
۳۔ بنگال ناگپور ریلوے

۱.۱۴

محمد علی جناح بنام ایڈیٹر ''دی ٹائم'' نیویارک[۱]

بلا تاریخ (جولائی ۱۹۴۷ء)

محترمی

آپ کا ۲۴ جون کا خط مجھے ملا۔ ٹائم میگزین کے لئے آپ کے ارسال کردہ دو سرورق مَیں اس خط کے ساتھ واپس بھیج رہا ہوں۔ میرے خیال میں یہ سرخی ''محمد علی جناح۔ ان کا مسلم شیر ہندو گائے کو کھانا چاہتا ہے'' ہندو قوم کے جذبات کو مجروح کرے گی۔ لہٰذا آپ کی خواہش کے باوجود مَیں ٹائم میگزین کے سرورق پر اپنے دستخط نہیں کرسکتا۔ میرے دستخط حاصل کرنے کی آپ کی شدید خواہش کی بنا پر مَیں ایک علیحدہ کاغذ پر اپنے دستخط کر کے بھیج رہا ہوں۔ علاوہ ازیں آپ کے ازراہِ کرم بھیجے ہوئے ڈاک کے ٹکٹ بھی واپس کر رہا ہوں۔ انہیں ہندوستان میں استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۶۱

۱.۱۵
بشیر احمد بنام محمد علی جناح[1]

۳۔کوشک روڈ، دہلی

بلا تاریخ (جولائی ۱۹۴۷ء)

مائی ڈیئر قائد اعظم

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان اثاثہ جات کی تقسیم کے موضوع پر مَیں چند گزارشات آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

ہندوستان میں ملک گیر نوعیت کا ایک انتہائی اہم اثاثہ صنعتیں ہیں جو (برطانوی) حکومتِ ہند کے عطا کردہ تحفّظ اور اعانت کے بل پر قائم ہوئی ہیں۔ چونکہ ان میں سے بیشتر صنعتوں کو عملی طور پر تقسیم کرنا ممکن نہیں ہے اور وہ بدستور ہندوستان ہی میں رہیں گی، پاکستان کو چاہیے کہ وہ ان کے معاوضے کا مطالبہ کرے۔

اس قسم کی نمایاں صنعتوں میں سے ایک اہم صنعت چینی کی ہے۔ اگر سرکاری تحفّظ حاصل نہ ہوتا تو ہندوستان کی سرزمین پر چینی کا ایک بھی کارخانہ نہ لگا ہوتا۔ جتنے داموں چینی ہندوستان میں بنائی جا سکتی ہے اس سے بھی کم لاگت میں جاوا اور دوسرے ممالک ہندوستان کو چینی فروخت کر سکتے ہیں۔ گویا محض حکومت کے تحفّظ کی بدولت ہندوستانی کارخانے اپنی چینی جاوا کی چینی کے مقابلے میں فروخت کرنے کے قابل ہو سکے ہیں اور اس تحفّظ کی قیمت ہندوستان میں چینی کے تمام صارفین کو ادا کرنی پڑی ہے۔ لہٰذا یہ قدرتی بات ہے کہ اس کے نتیجے میں پیدا شدہ اثاثوں میں سب حصہ دار بنیں۔ تحفّظ کے بل پر وجود میں آنے والی دوسری اہم صنعت فولاد کی ہے۔ ٹاٹا[2] اور اسکاب[3] کو اگر غیر ملکی صنعتکاروں کے مقابلے میں تحفّظ نہ ملا ہوتا تو ان کے کارخانے نہ تو قائم ہوتے اور نہ ترقی کرتے۔ ایسی ہی ایک اور مثال کپڑے کے کارخانوں کی ہے۔ ہندوستان کے اقتصادی شعبے میں اس صنعت نے جو مقام حاصل کیا ہے وہ تحفّظ کے بغیر ممکن نہ تھا۔ غرضیکہ ایسی کئی اور صنعتیں ہیں جو محصولات کی تحفّظاتی فصیل کے سائے پروان چڑھی ہیں۔ اب جبکہ ہندوستان

سے ہمارا ساتھ چھوٹ رہا ہے اور چونکہ ان اثاثوں کو عملی طور پر تقسیم کرنا ممکن نہیں ہے ہم نے ان صنعتوں کیلئے جو قربانیاں دی ہیں اس کی نسبت سے ہمیں اپنا حصہ ملنا چاہیے تا کہ ہم خود اپنے یہاں یہ صنعتیں لگا سکیں ۔ یہ صنعتیں (ہندوستان کے) مرکزی محصولات میں آمدنی کا اہم ذریعہ ہیں۔ اب چونکہ ہم ان صنعتوں سے ملنے والی آمدنی میں سے اپنا حق حاصل نہیں کرسکیں گے ہم اس نقصان کے بدلے اپنا حصہ طلب کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

معاوضے کا تخمینہ لگانے کا ایک طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ آمدنی کے اس حصّے کو جو ملک تقسیم نہ ہونے کی صورت میں ہم کو حاصل ہوتا رہتا، سرمایے میں تبدیل کر دیا جائے ۔ مثال کے طور پر اگر ٹاٹا براہ راست یا بالواسطہ بیس کروڑ روپے محصول سالانہ ادا کر رہا ہے تو اس میں ہمارا حصہ کم وبیش پانچ کروڑ روپے بنتا ہے۔ اس معاوضے کو اگر سرمائے میں تبدیل کیا جائے تو ہمارے حصّے کی آمدنی کی مالیت ایک ارب روپے بنتی ہے۔ اسی طرح ہم چینی ، ٹیکسٹائل وغیرہ دوسری صنعتوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کی نسبت سے اپنے حصّے کے سرمائے کے حقدار ہوں گے۔

ہوسکتا ہے کہ اثاثوں کی تقسیم پہلے ہی زیرِ غور ہو لیکن چونکہ اخبارات میں اس موضوع پر کچھ دیکھنے میں نہیں آیا اسلئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس بات پر آپ کی توجہ مبذول کراؤں۔

اگر آپ اس خط کے ملنے کی رسید بھجوا سکیں تو مَیں آپ کا ممنون ہوں گا۔

مؤدبانہ پُرخلوص تمناؤں کے ساتھ۔

آپ کا مخلص

بشیر احمد (ڈائریکٹر سپلائیز)

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انڈسٹریز اینڈ سپلائیز

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم ۔ دستاویز نمبر ٦٣

۲۔ ٹاٹا آئرن اینڈ اسٹیل کمپنی

۳۔ اسٹیل کارپوریشن آف بنگال

١.١٦

مغربی پاکستان کی معیشت کے بارے میں ایک نامعلوم شخص کی تجاویز[1]

بلا تاریخ (جولائی ۱۹۴۷ء)

مستقبل کے مورخ ہندوستان میں برطانوی راج پر جو نکتہ چینیاں کریں گے ان میں سے ایک یہ بھی ہوگی کہ اس ملک سے جتنے عرصے ان کا تعلق رہا اس دوران انہیں اس حقیقت کا احساس نہیں ہوا کہ کسی بھی ملک پر اچھی حکومت کا دارومدار ٹھوس اور ترقی پزیر اقتصادی تعمیر پر ہوتا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ متوازن حکومتی اقتصادی منصوبہ بندی کی اہمیت کو حال ہی میں تسلیم کیا گیا ہے تاہم یہ افسوسناک حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ برطانوی ہند کی حکومت، جس پر نوکر شاہی اور آئی سی ایس افسروں کا غلبہ رہا، اپنی کوتاہ بینی میں زیادہ تر روزمرہ کے انتظامی اموراور روز افزوں سیاسی مسائل پر ہی متوجہ رہی اور ملک کے اقتصادی مفادات اس کی نظر عنایت سے محروم رہے۔ یاد رہے کہ حالیہ برسوں میں محکمۂ مالیات کے مفلوج کن ہاتھوں نے ایسی تمام طویل المدت اسکیموں کو مسلسل بے اثر کئے رکھا جو ملک کی درست اقتصادی ترقی کا باعث بن سکتی تھیں۔ اس پر طرّہ وہ برطانوی مفادات ہیں جو ہر اس رجحان کو اندیشے کی نظر سے دیکھتے تھے جو ہندوستان کی منڈیوں میں ان کی کارگذاری کیلئے خطرے کا باعث بن سکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی اقتصادی ترقی رکی رہی جب کہ دوسرے ممالک پائیدار زرعی و صنعتی ترقی کے جامع اقتصادی منصوبوں پر عمل درآمد کرتے رہے۔ پچھلے پچاس برسوں میں جاپان نے جو اقتصادی ترقی کی ہے اگر اس کا مقابلہ ہندوستان میں ہونے والی محدود کوششوں سے کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ پورے ملک میں اقتصادی ترقی کے ساتھ افسوسناک حد تک بے رُخی کا سلوک روا رکھا گیا۔

ماضی میں اس سلسلے میں جو چشم پوشی کی گئی ہے اس کی تلافی کرنے کا پاکستان کی نئی حکومت کو نہ صرف ایک اچھا موقع ہاتھ آئے گا بلکہ وہ ماضی کی بندشوں سے بھی آزاد ہوگی۔

جو حیثیت دریائے نیل کی مصر کے لئے ہے وہی سندھ کی پاکستان کے لئے ہوگی۔ اسے پاکستان کی شہ رگ اور ایسی شریان بننا ہے جس پر پاکستان کی فلاح کا دارومدار ہوگا۔ صوبہ سندھ کی

موجودہ خوشحالی کا کم وبیش تمام تر دارومدار سکھر بیراج پر ہے۔ وادیٔ سندھ کے وسطی حصے کے ریگستانی علاقوں کو زرخیز اراضی میں تبدیل کرنے کے لئے مزید نئے بیراجوں کی ضرورت ہوگی۔ ٹینی سی (Tennessee) اور کولوراڈو (Colorado) دریاؤں کی طرز پر سندھ پر بھی پشتے تعمیر کر کے اس کو انسانی تصرّف میں لانا ہوگا۔ اس کی طاقت سے کام لینا، اس سے نہریں نکالنا اور اس کے بہاؤ کو اس طرح منضبط کرنا ہوگا کہ اس میں جہاز رانی ہو سکے۔ نئے بیراجوں سے آبپاشی کے نئے نظام وضع کرنا ہوں گے تاکہ وسیع ریگستانی رقبوں کو زیرکاشت لایا جاسکے۔ اگر سکھر بیراج کے برابر ایک بیراج کالا باغ پر بنا دیا جائے تو بہاؤ کے رخ ڈیرہ غازی خان تک بلکہ سندھ اور چناب کے درمیان سندھ ساگر دوآب کے پورے علاقے میں آبپاشی کے نظام کی توسیع ممکن ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر نوشہرہ کے نواح میں دریائے کابل پر کوئی بیراج تعمیر کر دیا جائے تو اس سے نوشہرہ اور مردان کا تمام علاقہ سیراب ہو سکے گا اور پشاور شہر اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو بجلی بھی فراہم کی جاسکے گی۔ یہ تجاویز اس نوٹ میں دیے گئے دلائل کو تقویت دینے کیلئے پیش کی گئی ہیں کیونکہ جس طرح مصر اور سوڈان میں کئی جگہ دریائے نیل کو قابو کر کے اس سے پورے علاقے میں خوشحالی پیدا کی گئی ہے اسی طرح دریائے سندھ کو تصرّف میں لاکر ان علاقوں کو جو اس وقت خشک ریگستان ہیں زرخیز بنایا جاسکتا ہے۔

پانی کے ذریعے سستی بجلی حاصل ہونے سے تیزی سے صنعتیں لگانے میں بھی مدد ملے گی اور اس سے پاکستان صنعتی میدان میں ہندوستان کا ہم پلّہ بن سکے گا۔ جب ملک کے طول وعرض میں ہائیڈرو الیکٹرک گرڈ اسٹیشن تعمیر ہوں گے، سڑکیں بنیں گی، ریل کی پٹریاں بچھیں گی اور دریاؤں میں جہاز اور کشتیاں چلنا شروع ہو جائیں گی تو ملک کے قدرتی وسائل ان نئی صنعتوں کے کام میں لائے جاسکیں گے جو جدید اقتصادی منصوبہ بندی کے نتیجے میں یقینی طور پر وجود میں آئیں گی۔ پاکستان کے پاس اپنے نیپر (Dnieper)[2] ڈیم ہونے چاہئیں تاکہ کاشت کاری کے جدید طریقوں کے ذریعے وادیٔ سندھ، جو ہندوستانی تہذیب کا گہوارہ رہی ہے، دنیا کے بڑے بڑے غلّے کے گوداموں کے طور پر جنوبی روس اور کینیڈا کی ہم پلّہ بن سکے۔

صوبۂ سرحد

انگریزوں نے صوبۂ سرحد کے قبائلی علاقوں کے دیرینہ مسئلے سے نمٹنے میں زبردست غلطیاں کیں۔ کبھی تو وہ اس کو تلوار کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کرتے اور کبھی جوڑ توڑ سے اور یوں وہ مسلسل ایک کھینچا تانی میں مبتلا رہے حالانکہ اس مسئلے کا حل دونوں میں سے کسی بھی ذریعے سے ممکن نہیں تھا۔ قبائلی علاقے کا مسئلہ خالصتاً معاشی ہے لیکن جب ایک دفعہ انگریز اس کو سامراجی اور فوجی طریقوں سے حل کرنے کی غلطی کر بیٹھے تو پھر ان کیلئے واپسی کی راہ مسدود ہوگئی۔ پچھلے اسّی سال سے اس علاقے کے امن وامان سے نپٹنے پر انگریزوں کو بھاری رقم خرچ کرنا پڑ رہی ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ایک بار جنگجو پٹھانوں کی دشمنی اور بداعتمادی مول لے لینے کے بعد اب انگریزوں کے پاس سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں رہا کہ وہ ان کے ساتھ کبھی استبداد اور کبھی روپے پیسے کا لالچ دے کر مصالحانہ رویّے پر مائل کرنے کی عجیب حکمت عملی اپنائیں۔ چنانچہ صوبۂ سرحد نے ایک رِستے ہوئے ناسور کی صورت اختیار کر لی اور اس ناسور کے علاج پر مرکزی خزانے کا ضیاع جاری رہا۔ جلد ہی پٹھانوں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ فساد برپا کیے رکھنے ہی میں فائدہ ہے چنانچہ وہ جتنا فساد کرتے انگریز ان کو اتنا ہی خوش کرنے میں لگا رہتا۔

سوال یہ ہے کہ آخر اس مسئلے کا حل کیا تھا؟ صحیح حل یہ تھا کہ اس قبائلی علاقے کو معاشی طور پر ترقی دی جاتی۔ فوجی تنصیبات اور بے سود قبائلی الاؤنسوں پر ہر سال کروڑوں روپے بہانے کے بجائے اس علاقے کے قدرتی وسائل کو ترقی دینے کی تدابیر وضع کی جاتیں۔ قبائلی علاقے موجودہ حالت میں پٹھان آبادی کی کفالت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ زمین بنجر ہے، دریاؤں کا پانی ضائع ہو رہا ہے اور پرانے جنگل کاٹ کاٹ کر ختم کئے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ زمین ریزی کے سبب زمین کی قدرتی پیداواری صلاحیت برباد ہوتی جا رہی ہے اور یہاں کے باشندے رزق حلال سے محروم ہو کر اور سرکاری وظیفوں سے شہ پا کر بیکار ہو گئے ہیں اور انہوں نے محنت مشقت سے روزی کمانے کے بجائے لوٹ مار کا دھندا اختیار کر لیا ہے۔

بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ بعض قبائلی علاقوں میں اچھی خاصی بارش ہوتی ہے لیکن

جنگل کشی اور اس کے نتیجے میں آب بردگی کے سبب بارش کا پانی پہاڑی ڈھلانوں سے بہہ کر گھاٹیوں کا راستہ اختیار کر لیتا ہے جہاں دریا ویسے تو گھٹنوں گھٹنوں پانی سے اونچے نہیں جاتے لیکن بارش کے باعث چالیس چالیس فٹ سیلاب کی لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔ یہ پانی وہاں سے میدانوں میں پہنچ کر ریگستانوں کا لقمہ بن جاتا ہے۔ حکومتِ پاکستان کی اوّلین کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ ان علاقوں کو ان کی پہلی جیسی زرخیزی لوٹانے کی کوشش کرے۔ ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس بات کے گواہ ہیں کہ ایک زمانے میں وزیرستان اور کرم ایجنسیوں کے دامن ہرے بھرے جنگلوں سے آباد تھے۔ آج بھی افغانستان کی سرحد کے قریب وزیرستان کی قبائلی سرزمین کے عقبی علاقوں میں چیڑ کے اچھے خاصے جنگل پائے جاتے ہیں اور اونٹوں پر لدے عمارتی لکڑی کے قافلوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس جنگل سے ان کا تعلق ہے وہ نادار نہیں۔ چنانچہ حکومتِ پاکستان کو مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کی ضرورت ہے:

الف) قدرتی آب رسانی کو محفوظ کرنے کیلئے بند تعمیر کرنا تاکہ ان وادیوں میں آبپاشی کی اسکیمیں شروع کی جاسکیں۔

ب) موزوں قبائلی علاقوں میں باقاعدہ اور بتدریج جنگل کاری کا سلسلہ شروع کرنا۔

ج) جہاں کہیں ممکن ہو سکے مقامی صنعت اور پھلدار درخت لگانے کی حوصلہ افزائی کرنا۔

بتایا جاتا ہے کہ صوبۂ سرحد میں خاصی مقدار میں معدنیات پائی جاتی ہیں لیکن علاقے کے پُر آشوب حالات کے سبب ان کے ذخائر کو کام میں نہیں لایا جا سکا۔ امید کی جاتی ہے کہ جہاں پہلی حکومتیں قبائلیوں کو ان کے اپنے علاقوں کے وسائل کو ترقی دینے کے کام میں تعاون پر آمادہ کرنے میں ناکام رہی ہیں وہاں مسلم پاکستان کی حکومت ان علاقوں کی فلاح و بہبود میں پُرخلوص دلچسپی رکھنے کے سبب کامیاب ہو جائے گی۔ معلومات کے مطابق وہاں کرومائٹ، کوئلے، گندھک اور تانبے کے ذخائر موجود ہیں۔ جن جگہوں پر سرحد کے دریا ریت میں غائب ہوئے ہیں وہاں معدنی نمکیات کے ذخائر کو ترقی دینے کے امکانات پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ دریاؤں میں کہیں کم کہیں زیادہ معدنی نمکیات کی آمیزش ہوتی ہی ہے اور ایسی صورت میں جیسی کہ سرحد میں ہے

جہاں دریا ہزاروں برس پہلے ریت میں غائب ہوئے ہوں وہاں ان ریگستانوں میں معدنی نمکیات کے وسیع ذخائر لازمی طور پر ہونا چاہئیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض جگہوں پر نائٹریٹ اور فاسفیٹ تجارتی پیمانے پر پائے جاتے ہوں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو اس کی بدولت مصنوعی کھاد تیار کرنے کے کارخانے لگائے جاسکتے ہیں جس سے زراعت میں مدد مل سکتی ہے۔

چنانچہ حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ وہ ملک کے ترقیاتی پہلو پر اپنی توجہ مرکوز کرے۔ یہ تو ممکن ہے کہ آغاز میں ہمارا ملک اپنے حریف ہندوستان جتنا دولت مند نہ ہو پائے لیکن اگر سائنس کے بہترین ماہروں کے ذریعے سائنسی سروے کرائے جائیں تو امید کی جاتی ہے کہ ان پسماندہ علاقوں کو ترقی دینے کے لئے سرمائے کا حصول مشکل نہیں ہوگا۔ ماہرین کے ذریعے ترقی پذیر بنیادوں پر سالانہ منصوبے تیار کرائے جائیں کیونکہ پاکستان کے قدرتی ذخائر کو ترقی دینے سے آئندہ کے ترقیاتی کاموں کیلئے مزید سرمایہ حاصل کیا جاسکے گا اور ایک وقت وہ آئے گا کہ جب وادیٔ سندھ کی کثیر آبادی وادیٔ نیل اور وادیٔ دجلہ وفرات کی کثیر آبادی کے ہم پلّہ ہوجائے گی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ٦۵
۲۔ جنوبی روس (یوکرین) کا ایک دریا

۱.۱۷

محمد زمان خان اچکزئی بنام محمد علی جناح[1]

گلستان، بلوچستان

یکم اگست ۱۹۴۷ء

ہمارے عزیز قائداعظم!

گلستان کے عوام اور خاص طور پر مسلم لیگی آپ کو پاکستان کے حصول اور اس کے گورنر جنرل نامزد ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور (اپنے) قائداعظم پر مکمل اعتماد اور اپنی

وفاداری کا یقین دلاتے ہیں۔ موقع کی مناسبت سے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو بلوچستان کے عوام کے احساسات سے آگاہ کریں۔

الف) اس صوبے میں تعلیم سے ہمیشہ غفلت برتی گئی ہے اور محکمۂ تعلیم برائے نام ہی ہے۔ حکومت کی طرف سے تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں عوام کے لئے کوئی سہولت میسر نہیں ہے۔ نوے سالہ برطانوی راج کے بعد آپ کو یہاں ایک فیصد لوگ بھی تعلیم یافتہ نہیں ملیں گے اور اسی وجہ سے یہ صوبہ پسماندہ رہ گیا ہے۔ اب جب کہ ہمیں پاکستان کی منزل مل چکی ہے، ہماری دعا ہے کہ محکمۂ تعلیم کو حکومت کا سب سے اہم محکمہ سمجھا جائے گا اور تعلیمی نظام کچھ اس طرح کا بنایا جائے گا کہ قلیل عرصے ہی میں بلوچستان میں تعلیم عام ہو جائے اور یہ صوبہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ حکومتِ پاکستان کا اوّلین فرض یہ ہونا چاہیے کہ تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے اور بلوچستان کے عوام کو اس سلسلے میں ہر قسم کی سہولت مہیا کی جائے۔

ب) بلوچستان میں نمائندگی کا موجودہ نظام غیر منصفانہ ہے۔ کچھ لوگ جو سردار کہلاتے ہیں حکومت نے انہیں ان کی قابلیت پَرکھے بغیر نامزد یا منتخب کر لیا ہے۔ ان کی اکثریت ان پڑھ ہے اور انہیں کسی طرح بھی عوام کا نمائندہ نہیں کہا جا سکتا۔ حکومت کی باگ ڈور انہی سرداروں کے ہاتھ میں ہے حالانکہ ان کی غالب اکثریت ان مراتب کی مستحق نہیں جو انہیں حاصل ہیں۔ قانون اِن جاہلوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے عزیز قائداعظم سے گزارش کرتے ہیں کہ بلوچستان کے عوام کو اپنے صحیح نمائندے منتخب کرنے کی سہولتیں فراہم کی جائیں، ایسے نمائندے جن کا انتخاب عوام کریں اور جو عوام کے مفاد کے محافظ ہوں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہر بالغ کو ووٹ دینے کا حق دیا جائے۔

بلوچستان کا موجودہ جرگہ نظام ایک لعنت ہے اور بلوچستان میں ہم موجودہ طرزِ حکومت اور جرگے کا نظام مزید برداشت نہیں کر سکتے۔

آخر میں ہماری دُعا ہے کہ ہمارے قائداعظم کی عمر دراز ہو اور وہ ہمارے لئے وہی کچھ کریں جو وہ بہتر سمجھتے ہیں۔ ہم ایک مرتبہ پھر اپنے قائداعظم کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہیں اور

ان کے حکم پر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

آپ کا مخلص
محمد زمان خان اچکزئی
پروپیگنڈہ سیکرٹری
مسلم لیگ، گلستان

نقل برائے:
قاضی محمد عیسیٰ خان
صدر، آل بلوچستان مسلم لیگ

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۷۰

1.18

آغا خان بنام محمد علی جناح[1]

(تار)

مونترو (Montreux)
یکم اگست ۱۹۴۷ء

قائداعظم (نامزد) گورنر جنرل، پاکستان، نئی دہلی

مخل ہونے کی معذرت۔ ضمیر مجھے مجبور کر رہا ہے کہ مَیں مؤدبانہ آپ کی توجہ چند امور کی جانب دلاؤں۔ صرف آپ ہی کی بدولت وہ معجزہ رونما ہوا ہے جس کی امید بہت کم لوگوں کو تھی۔ اب ہندوستان میں اسلام کا مستقبل ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو گیا ہے۔ یورپ میں سامراجی اور استعماری قوتوں اور قدامت پسند جماعت کے بعض طبقوں کو ہندوستان کی آزادی ناگوار تو گزری ہے، لیکن وہ دل شکستہ نہیں ہوئے۔ ماتحت قوموں کو جن میں اب غالباً مسلمان باقی رہ گئے ہیں سامراج اپنے شکنجے میں رکھنے کی آخری کوشش کر رہا ہے۔ اگرچہ انہیں معلوم ہے کہ ہندوستان پر برطانیہ کا سیاسی

تسلّط ایک قریب الاختتام تماشہ ہے، دائمی حل صرف اسپین اور سسلی کے طریقہ کار ہی پر کیا جا سکتا ہے جہاں اسلام کو کچل کر مسلمانوں کو جبراً اپنا اہم مذہب بنالیا گیا تھا۔ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انڈونیشیا میں جنگ معاشی وجوہات کی بناء پر نہیں بلکہ وہاں کے قوم پرست مسلمان رہنماؤں کو بدنام کرنے کیلئے اور ۱۹۴۹ء میں داخلی خودمختاری سے پہلے تقسیم شدہ جاوا میں مخلوط نسل کے نئے عیسائیوں یا غدّاروں کی کٹھ پتلی حکومت قائم کرنے کیلئے لڑی جارہی ہے۔[۲] افریقہ کی صورتحال سب سے زیادہ سنگین ہے۔ عرب قوم پرستی کو کچلنے اور عرب لیگ کو بدنام کرنے کی ممکنہ کوششیں کی جارہی ہیں۔ اطالوی نوآبادیاں اسی منصوبے کا حصہ ہیں۔ اگر عربوں کو سیرینائکہ (لبیا) جیسا ایک چھوٹا صحرائی ملک دے بھی دیا گیا تو طرابلس کی حیثیت کلیدی رہے گی۔ اگر طرابلس کی تولّیت برطانیہ یا امریکہ جیسے غیر جانبدار ملکوں کے سپرد کی گئی تب تو وہاں اسلام محفوظ رہے گا اور اٹلی کو دی گئی تو مجھے کہ یہ دوسرا اسپین بن جائے گا۔ اگر مشرقی افریقہ میں اطالوی نوآبادیاں حبشہ (Abyssinia) کے حوالے کی گئیں تو وہاں کے مسلمانوں کو ملیا میٹ کر دیا جائے گا۔ ہمیں اس پر زور دینا چاہیے کہ اطالوی نوآبادیوں کے مسلم علاقے حبشہ کو نہ دیے جائیں بلکہ ان کی تولّیت کا فیصلہ اقوام متحدہ کرے۔ اگرچہ کہنے کو تو بہت کچھ ہے لیکن مَیں صرف چند مسائل کی نشاندہی کررہا ہوں۔ جنوبی سوڈان کو بھی طاقت کے ذریعے اسلام سے جدا کیا جارہا ہے۔ وہاں مسلمان مبلغین کو جانے کی اجازت نہیں ہے بلکہ وہاں کے ہندو اس بات پر حیران ہیں کہ جب پورا ملک امریکی مبلغین کے سپرد کیا جارہا ہے تو مسلمان لوگ خاموش کیوں بیٹھے ہیں۔ لہٰذا یہ انتہائی اہم ہے کہ اقوام متحدہ کی ہونے والی کانفرنس میں پاکستان کا مسلم نمائندہ کسی ایسے شخص کو ہونا چاہیے جس کے نام اور رتبے سے تمام دروازے وا ہو جائیں۔ جسے کہنے اور سننے کے مواقع حاصل ہوں اور امریکی معاشرہ جس کا خیر مقدم کرے۔ مَیں آپ سے مؤدبانہ التماس کرتا ہوں کہ آپ اس کام کے لئے نواب بھوپال کا نام ذہن میں رکھیں جو یہ کام بخوبی انجام دے سکتے ہیں اور جو بین الاقوامی مجالس میں ہماری وکالت احسن طریقے سے کر سکتے ہیں اور اس سے زیادہ اہم یہ کہ ہمارے نقطۂ نظر کو منوا سکتے ہیں۔[۳] ہمارے مقاصد کے لئے یہ انتہائی اہم ہے کہ نواب (بھوپال) کے ذریعے امریکی دارالحکومت سے

رابطہ قائم کیا جائے۔

جیسا کہ آپ نے افغان شہزادوں کو بتایا تھا وفاقی ہندوستان مسلم اکثریتی صوبوں میں بھی ہندوؤں کی معاشی اجارہ داری قائم کر دے گا۔ لہٰذا اگر ہم مشرقی بنگال کی ترقی کیلئے ہندو سرمائے پر انحصار کریں تو یہ وسیع علاقہ لازماً ہندوستان کا تابعدار بن جائے گا۔ انگلستان مفلس ہو چکا ہے اور امریکہ اکیلا ہماری امید ہے۔ اگر پاکستان سے امریکہ کے کافی مفادات وابستہ ہو جائیں تو اقوام متحدہ میں امریکہ کے تعاون سے ہم روس سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو نواب ان امریکیوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں جو ہماری معیشت میں سرمایہ کاری سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ مَیں امریکی سرمایہ داری نظام سے بخوبی واقف ہوں۔ امریکہ کا تمام سرمایہ پچاس کلیدی افراد کے ہاتھوں میں ہے۔ نواب کے ذریعے یہ تمام دروازے کھولے جا سکتے ہیں اور آئندہ کے لئے روابط قائم کئے جا سکتے ہیں جن کو آپ چاہیں تو فروغ دیں یا ان سے کنارہ کشی کر لیں۔

اتنے لمبے تار کیلئے معذرت

آغا خان

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۷

۲۔ دستاویز نمبر ۱.۶

۳۔ پاکستان کی خدمات کے لئے نواب بھوپال کی پیشکش کیلئے دیکھئے۔ دستاویز نمبر ۵.۳.۵

1.19

فیروز خان نون بنام محمد علی جناح[1]

یکم اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

آپ نے حالیہ بیان کے ذریعے مجھ پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے[2] مَیں اس کیلئے آپ کا شکر گذار ہوں۔ اس بیان سے میرا وہ دو سالہ داغ دھل گیا کہ ''مسٹر جناح اسے پسند نہیں کرتے۔''

بیگم تصدق ایم ایل اے نے بیگم فاطمہ[3] کو بتایا کہ مسٹر چندریگر کوئی خفیہ ہدایات لے کر

آ رہے ہیں اور اگر کوئی تصفیہ نہ ہو سکا تو وہ تجویز کریں گے کہ (راجہ) غضنفر علی کو نامزد کیا جائے۔ مَیں جانتا ہوں کہ یہ افواہ غلط ہے لیکن پھر بھی مَیں آپ کا ممنون ہوں گا اگر آپ مہربانی فرما کر چندریگر کو متنبہ کر دیں کہ وہ اپنا نام اسطرح غلط استعمال کرنے کی اجازت نہ دیں اور بہتر ہوگا کہ وہ کسی ہوٹل میں قیام کریں۔

راجہ غضنفر علی کراچی جاتے ہوئے ایک دن کیلئے یہاں آ رہے ہیں اور یقیناً میرے خلاف بولیں گے۔

آپ کے اہم بیان کی روشنی میں لیگ ہائی کمان کے ہر ایک رکن کو سختی سے غیر جانبدار رہنا چاہیے کیونکہ اس طرح لوگوں کو الیکشن پر اثر انداز ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔

آپ کا مخلص

فیروز خان نون

پس نوشت: مجھے خوشی ہے کہ (پاکستان کے کمانڈر انچیف کے لئے) آپ کی نگاہِ انتخاب سر فرینک میسروی (Frank Messervy) پر پڑی ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۸۰
۲۔ دستاویز نمبر ۶.۲
۳۔ جناح پیپرز جلد اول/ حصہ دوم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۷

۱.۲۰

ایان سٹیفنز (Ian Stephens) بنام جے کے کاؤلی (J.K.Cowley)[۱]

اسٹیٹس مین

اسٹیٹس مین ہاؤس۔ کلکتہ

مائی ڈیئر

دہلی سے ایسٹرن ایکسپریس کے نامہ نگار کا بھیجا ہوا ایک دلچسپ مراسلہ کل یہاں شائع ہوا

تھا جس کا تراشہ اس خط کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں جسے شاید آپ مرے،[2] آرون،[3] اور عاشق احمد[4] کے حوالے کرینگے۔ اگر اس خبر میں کوئی صداقت ہے تو مہربانی سے عاشق کے ذریعے مجھے مطلع کر دیں۔

آپ کا مخلص

ایان سٹیفنز[5]

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۸۲

۲،۳،۴۔ دہلی میں اخبار اسٹیٹس مین کا عملہ

۵۔ اخبار اسٹیٹس مین کا مدیر

۲۰.۱ کا ملفوفہ

ہندوستان کے مسلم رہنماؤں کو جناح خدا حافظ کہتے ہیں

(پاکستان سے کسی خصوصی امداد کی توقع نہ رکھیں۔ جناح کا انتباہ)

نئی دہلی ۳۰ جولائی۔ اسے حقیقت پسندی کہیے یا حکمت عملی بہرحال معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انڈین دستور ساز اسمبلی کے مسلم لیگی ارکان سے ایک نجی ملاقات میں خطاب کرتے ہوئے مسٹر جناح نے انہیں نصیحت کی کہ وہ اسمبلی کے کام میں تعاون کریں اور انڈین یونین کے وفادار اور پُرامن شہری بن کر رہیں۔[1]

انہوں نے کہا کہ وہ خود (انڈین) یونین کے شہری تھے اور شہری رہیں گے۔ وہ پاکستان ایک ''ملازم'' کی حیثیت سے جا رہے ہیں نہ کہ اس نئی ریاست کے شہری بن کر۔ انہوں نے کہا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی مثال لیجیے جو ہندوستانی شہری نہ ہوتے ہوئے بھی ہندوستان کے گورنر جنرل ہیں۔

جناح نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ مذہبی مواقع یا جماعتی تقریبات کے سوا جہاں لیگ کا جھنڈا استعمال کیا جا سکتا ہے انہیں چاہیے کہ وہ ہندوستان کے نئے جھنڈے کی تعظیم کریں۔ مسٹر جناح نے اعلان کیا کہ جب تک کونسل اسکے خلاف فیصلہ نہیں کرتی وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر رہیں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ مسلم ارکان کی ایک بڑی تعداد نے اپنے رنج کا اظہار کرتے ہوئے اپنی حیثیت اور مستقبل کے بارے میں ان سے کئی سوالات کئے اور یہ بھی پوچھا کہ وہ حکومتِ پاکستان سے کس قسم کی مدد کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ مسٹر جناح نے ان سے کہا کہ وہ مملکتِ پاکستان سے کسی قسم کی مدد کی توقع نہ رکھیں اور اپنے آپ پر بھروسہ کریں اور خود کو نئے حالات کے مطابق ڈھالیں۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر ہندی قومی زبان بنے تو انہیں ہندی سیکھنی چاہیے جس طرح انہوں نے انگریزی سیکھی ہے۔ اپنے پرانے ساتھیوں کو دلاسا دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ وہ انہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی کامیابی کا انحصار ان کے رویئے اور طرزِ عمل پر ہے۔

انہوں نے امید ظاہر کی کہ جس طرح مسلم اقلیتی صوبوں میں آپ لوگوں نے پاکستان کے حصول میں مدد کی تھی اسی طرح آئندہ بھی آپ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے پاکستان کے مفادات کو خطرہ لاحق ہو جائے۔ مسٹر جناح کی الوداعی تقریر پر ہندوستان کے مسلمان رہنما افسردہ نظر آرہے تھے۔ ان میں سے اکثر کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ آیا پاکستان کیلئے ان کی جدوجہد بجا بھی تھی[۲]۔ دی ایسٹرن ایکسپریس، ۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء

۱۔ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں اس وقت مسلمان ارکان کی تعداد حسبِ ذیل تھی:
مدراس (۴)، بمبئی (۲)، یوپی (۸)، بہار (۵)، سی پی (۱)، مشرقی پنجاب (۴) (ماسوا ۱۲ ارکان کے جو پاکستان دستور ساز اسمبلی کیلئے نامزد کئے گئے تھے) مغربی بنگال (۴) (ماسوا ۲۹ ارکان کے جو پاکستان دستور ساز اسمبلی کے لئے نامزد کیے گئے تھے)
۲۔ مسٹر جناح نے اس رپورٹ کی تردید کی۔ دیکھئے ضمیمہ

۱.۲۰ کا ضمیمہ

جناح کی طرف سے اخباری رپورٹ کی تردید[۱]

نئی دہلی ۷ اگست۔ پاکستان کے نامزد گورنر جنرل مسٹر جناح نے اپنے ایک بیان میں کہا

ہے "میری توجہ بعض اخبارات میں شائع شدہ اس رپورٹ[۲] کی جانب دلائی گئی جس میں ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے مسلم لیگی ارکان سے میرے مبینہ خطاب کا خلاصہ دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ مَیں صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ رپورٹ من گھڑت ہے اور مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی رپورٹ کو شائع کیا گیا ہے جو خالصتاً گمراہ کن اور شر انگیز ہے۔"

(اے پی آئی)(Associated Press of India)

۱۔ پاکستان ٹائمز، ۸ اگست ۱۹۴۷ء
۲۔ دیکھئے ملفوفہ

۱.۲۱

ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن (Edwina Mountbatten) بنام محمد علی جناح[۱]

وائسرائے ہاؤس۔ نئی دہلی

۲ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں نے پچھلی شام آپ سے اِس موضوع پر گفتگو کی تھی کہ بطور سرپرست یا صدر جن اداروں سے میری وابستگی رہی ہے مثلاً ریڈ کراس سوسائٹی، سینٹ جان ایمبولنس ایسوسی ایشن (St. John's Ambulance Association)، ٹی بی ایسوسی ایشن وغیرہ ان کی حیثیت ۱۵ اگست کے بعد کیا ہوگی۔ آپ کی مشکلات کا مجھے احساس ہے کہ ۱۴ اگست سے پہلے ان معاملات پر پوری توجہ دینا آپ کیلئے ممکن نہیں ہوگا۔ تاہم امید ہے کہ اس تاریخ کے بعد ان اداروں کے پاکستان میں کام کرنے کا جائزہ جلد لیا جائے گا۔ میری تجویز ہے کہ ان اداروں کے عہدیداروں کو متعلقہ محکموں جیسے محکمۂ صحت اور محکمۂ تعلیم سے ابتدائی گفت وشنید کی اجازت دی جائے تاکہ وہ ان اقدامات کا جائزہ لے سکیں جو نئے دساتیر کی روشنی میں کئے جا سکتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس دوران بعض اداروں کے سربراہ مثلاً گرلز گائڈ کی چیف کمشنر مسز کیپٹن آپ کی

رائے معلوم کرنے کیلئے آپ کو براہ راست خط لکھ رہی ہیں اور غالباً یہ ممکن ہو سکے گا کہ مجوزہ ملاقاتوں سے پہلے ان کاغذات کی جانچ پڑتال کروالی جائے۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ بطور عارضی اقدام یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ بعض کُل ہند تکنیکی اداروں کی سہولتیں دونوں ملکوں کے افراد کو بدستور میسّر رہیں گی اور میرے خیال میں جب تک متبادل ادارے قائم نہیں ہوتے یہ سہولتیں سب کیلئے فائدہ مند ثابت ہوں گی۔

آپ کی مخلص

ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن آف برما

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۸۹

۱.۲۲

بیورلی نکلز (Beverley Nichols) بنام کے ایچ خورشید[1]

میری ہال، ایشٹڈ۔ سَرے

۲ اگست ۱۹۴۷ء

جناب عالی!

امید ہے کہ آپ کو میرا وہ تار[2] مل گیا ہوگا جس میں مَیں نے درخواست کی تھی کہ میرے نام اخبار ''اسلام پورہ'' کے ایڈیٹر کے تار[3] کے جواب میں میرا مضمون[4] انہیں پہنچادیں۔ اُس تار میں ان کا پتہ درج نہیں تھا۔ اس تکلیف کیلئے معذرت خواہ ہوں۔

آپ کا شکر گذار ہوں گا اگر موقع ملنے پر مسٹر جناح کو میرا سلام پہنچادیں۔

آپ کا خیر اندیش
بیورلی نکلز

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۹۱

۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۳۔ ایضاً

۴۔ ملفوفہ

۱.۲۲ کا ملفوفہ
بیورلی نکلز کا مضمون

پاکستان کا حصول تاریخ میں نا قابل تردید سچائی کی ایک حیرت انگیز مثال ہے لیکن ہم جیسے لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ آخر میں کامیابی ہماری ہی ہوگی وہ بھی یہ تصوّر نہیں کر سکتے تھے کہ فتح اس قدر جلد ہو جائے گی ۔تقریباً تین سال پہلے جب مَیں نے اپنی کتاب ''ورڈکٹ آن انڈیا'' (Verdict on India) میں اس انصاف پر مبنی اور عظیم مقصد کی حمایت کی تھی تو انگلستان اور امریکہ میں خلافِ معمول مجھے شدید طعن و تشنیع کا نشانہ بننا پڑا تھا۔ مجھے شرپسند، بدمعاش اور پاگل کے خطابات سے نوازا گیا۔میرے خلاف خصوصاً اس بات پر سخت تنقید کی گئی کہ مَیں نے مسٹر جناح کو''ایشیا کا اہم ترین فرد'' قرار دیا تھا۔مسٹر گاندھی کے پیروکاروں کو میری یہ بات انتہائی تلخ اور ناگوار گزری۔ان نقادوں نے بھی جنھیں میری باقی کتاب پسند آئی تھی پاکستان کے باب پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے مجھے سنجیدگی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ پاکستان سیاسی طور پر نامناسب، معاشی طور پر ناممکن ،اخلاقی اعتبار سے ناقص اور تاریخی لحاظ سے مضحکہ خیز ہے۔ان میں سے کچھ کلمات غالباً آج خود ان نقادوں پر صادق آتے ہیں۔

لیکن محض ذاتی وجوہات کی بناء پر مَیں اس عناد کا ذکر نہیں کر رہا ہوں۔میرا مقصد یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں ابھی کچھ کمزور دل حضرات موجود ہیں تو ان کے ذہن نشین یہ بات کرا دوں کہ حق پر مبنی نظریات ہمیشہ نا قابلِ شکست ہوتے ہیں اور مسلم قوم کو چاہیے کہ ان نظریات پر سختی سے عمل کرتے ہوئے جتنا جلد ممکن ہو ایک عظیم قوم بن کر ابھرے اور مسٹر جناح کی ماہرانہ قیادت میں عالمی امور میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔ اگر مَیں آپ کو ایک خطرے سے آگاہ کرنے کی جسارت کروں تو امید ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے ۔ پاکستان پر حملہ ہونا ناگزیر ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ حملہ ملک پر کیا جائے (اگرچہ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے) بلکہ ایک قوم کی طاقت زائل کرنے کیلئے فریب اور عیّاری کے طریقے استعمال کئے جا سکتے ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ قابل مسلم نوجوانوں پر اپنا وطن چھوڑنے کے لئے سخت دباؤ ڈالا جائے گا۔انہیں لالچ اور رشوت کے

ذریعے مسلسل ورغلانے کی کوشش کی جائے گی اور جوں جوں قابلیت کا معیار بلند ہوتا جائے گا اسی تناسب سے ترغیب کے انداز بھی بدلتے جائیں گے۔

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ دباؤ کس جگہ سے آئے گا۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ نئی پود ان ترغیبات کی مزاحمت کرے کیونکہ پاکستان کو کئی برسوں تک ہر اچھے دماغ اور ہر مضبوط بدن کی ضرورت رہے گی۔اب یہ مسلمان نوجوانوں پر منحصر ہے کہ دنیا کو بتادیں کہ وہ ذاتی اغراض سے بلند ہوسکتے ہیں۔ یقیناً ایک نوخیز اور جاندار ملک میں مہم جو کی طرح پُرخطر زندگی گزارنا اس سے بہتر ہے کہ ان اجنبیوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے دولت حاصل کی جائے جو اسلام کے اصولوں کو کبھی اپنا نہیں سکتے۔

اور اب ایک اور مشورہ۔ پاکستان اس وقت تاریخ کے اس موڑ پر کھڑا ہے جو انتہائی اہم ثابت ہوسکتا ہے۔بطور ایک انگریز میری یہی خواہش ہوگی کہ آپ کے اور ہمارے مستقبل ہم آہنگ ہو جائیں۔اگر ہمارے درمیان پُرخلوص اور روز افزوں دوستی کے رشتے قائم رہے تو مجھے اس کی پروا نہیں کہ آپ کس قسم کا آئین اپنائیں گے اور اس میں سلطنتِ برطانیہ سے تعلقات کی شرائط کیا ہوں گی۔آپ کا انتخاب جو بھی ہو، یہ بات اہم ہے کہ آپ اپنی آواز بلند کرنے اور اپنے اصولوں کی ہمہ گیر اشاعت کی اہمیت کو پہچانیں۔یعنی دوسرے الفاظ میں پروپیگنڈے کے ہتھیار کو صحیح طور پر استعمال کریں۔نشرواشاعت کی ساری کارروائی آپ کے مخالفین کی جانب سے ہورہی ہے۔ پروپیگنڈے کی تمام بڑی بڑی توپوں کا رخ مستقل طور پر آپ کی طرف ہے۔مسلمان کی زبان یا قلم سے نکلے ہوئے ہر لفظ کے جواب میں ہندو ایک ہزار الفاظ زبان سے نکالتے ہیں یا شائع کراتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تک میری کتاب شائع نہیں ہوئی تھی اس وقت تک انگریزی بولنے والے ملکوں کے بہت کم لوگ پاکستان کے نام سے واقف تھے اور انہیں مسلمانوں کے بنیادی مقاصد سے مشکل ہی سے کوئی آشنائی تھی۔

ممکن ہے کہ مسلمانوں کو اس قسم کا پروپیگنڈہ پسند نہ ہو۔ممکن ہے کہ وہ کہیں کہ جیت تو

ہمیشہ سچ ہی کی ہوتی ہے لیکن بدقسمتی سے نئے زمانے کی یہ ریت نہیں۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ دنیا کے اہم مراکز میں تعلقاتِ عامّہ کی شاخیں کھولی جائیں، جہاں سے مسلمانوں کے معاملات اور نظریات کی صحیح نمائندگی ہو سکے۔

یہ عمل نچلی سطح پر تو خود آپ کے لئے فائدہ مند ہے اور اعلیٰ سطح پر پوری دنیا کے مفاد میں بھی ہے۔ مسلمانوں کا کھرا، توانا اور دلیرانہ پیغام سننے کیلئے پوری دنیا منتظر ہے۔ یہ فرض آپ کا ہے کہ دنیا کو یہ پیغام سنائیں۔

اور اب ایک آخری بات۔ اب جب کہ دنیا نے آپ کی قومیت کو تسلیم کر لیا ہے تو ہم یہ امید کرتے ہیں کہ آپ کے ہمسایوں سے جھگڑے بھی ختم ہو جائیں گے۔ پاکستان کے عوام نے اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا ہے، اب انہیں چاہیے کہ وہ اسی طرح فراخدلی کی روشن مثال بھی قائم کریں۔

پاکستان زندہ باد!

۱.۲۳

بی بی پراب بنام غلام حسین ہدایت اللہؒ
(نقل برائے محمد علی جناح)

۲/۵۱۷ آؤٹریم (Outram) روڈ۔ کراچی

۲ اگست ۱۹۴۷ء

جناب من!

مَیں مندرجہ ذیل قراردادوں کو آپ کے علم میں لانے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں جو اتوار ۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء کو بمقام ایم جی ای سوسائٹی ہال، شام چار بجے مرہٹہ برادری کے ایک پُرہجوم جلسۂ عام میں منظور کی گئی تھیں جو راقم الحروف کی صدارت میں ہوا۔

۱۔ ان علی الاعلان یقین دہانیوں کے پیش نظر جو پاکستان کے نامزد گورنر جنرل مسٹر محمد علی جناح نے

اس بابت کرائی ہیں کہ بشمول سندھ پاکستان کی اقلیتوں کے ساتھ نہ صرف منصفانہ بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا اور یہ کہ ان کی جان، مال، زبان، رسم الخط، مذہب اور ثقافت کا پوری طرح تحفظ کیا جائے گا اور جملہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرہٹوں کا یہ جلسہ اپنی برادری کے افراد سے سفارش کرتا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال سمیت اپنی سکونت یہیں قائم رکھیں اور اس جگہ سے جہاں وہ ۱۸۴۳ء سے رہتے چلے آئے ہیں کہیں اور منتقل نہ ہوں اور اپنے جائز حقوقِ شہریت سے فائدہ اٹھائیں۔

۲۔ یہ جلسہ وزیراعلیٰ سندھ عزت مآب شیخ غلام حسین ہدایت اللہ کو ان کے گورنر سندھ کے عہدے پر ترقی دیے جانے پر، جس کے وہ مستحق ہیں، اظہارِ مسرت کرتا اور ان کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

۳۔ مرہٹوں کو بھروسہ ہے کہ نامزد گورنر اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور فیاضانہ سلوک کریں گے اور بدستور امن وامان قائم رکھیں گے جس طرح انہوں نے پہلے اپنی وزارتِ اعلیٰ کے دوران قائم رکھا تھا۔

۴۔ سندھ میں بسنے والے مرہٹوں کو اعتماد ہے کہ حکومتِ پاکستان ان کی جان ومال، ثقافت، زبان اور رسم الخط کو تحفظ دے گی اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق بلاروک ٹوک ان کو آزادانہ ترقی دینے میں مدد کرے گی۔

۵۔ یہ جلسہ مرہٹوں کو مشورہ دیتا ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کی پالیسی اختیار کریں۔

مذکورہ بالا جلسہ منعقد کرنے کا مقصد بے بنیاد افواہوں سے پیدا شدہ شکوک وشبہات کو دور کرنا اور آئندہ وہ حکمت عملی طے کرنا تھا جس پر مرہٹہ برادری کو صوبے میں نئے سیاسی ڈھانچے کے تحت عمل کرنا ہے۔ بھرپور بحث مباحثے کے بعد جو تقریباً تین گھنٹے جاری رہا اور جس میں ہماری برادری کے ممتاز افراد نے حصہ لیا مذکورہ بالا قراردادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

کئی دوسرے لوگوں کے علاوہ مندرجہ ذیل ممتاز حضرات نے جلسے سے خطاب کیا:

۱۔ مسٹر اے بی پنڈت، بی اے، مینجنگ ڈائریکٹر، میسرز گریگز الٹ اینڈ کمپنی

۲۔ مسٹر شیورام چاون، مینجر مرکنٹائل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ

۳۔ مسٹر جی جی گواڈے، سیکرٹری مرہٹہ جنرل ایجوکیشن سوسائٹی

۴۔ مسٹر ڈی ایکس اناؤ کر، ایڈیٹر ''سندھ۔ مرہٹہ''

۵۔ مسٹر راجہ بکشا، بی اے۔ ایل ایل بی، سیکرٹری ایم جی ای سوسائٹی

۶۔ مسٹر وی اے انگا چیکر، ایم اے، بی ٹی، سیکرٹری شیوا جی ہائی اسکول

۷۔ مسٹر اے ایچ لاگو، بی اے، ایل ٹی، جے پی، ایڈمنسٹریٹو آفیسر کراچی میونسپل اسکول بورڈ

۸۔ مسٹر بی بی پراب، ممبر مینجنگ کمیٹی ای جے اے وی اسکول، کیماڑی

۹۔ مسٹر عبدالحیٔ (ایک ممتاز کونکنی مسلمان) اور

۱۰۔ مسٹر وی جی پردھان، ایم اے۔ ایل ٹی۔

مجھے امید ہے کہ آپ ہماری برادری کے تعاون کے جذبے کو سراہیں گے اور ہمارے جائز حقوق کا تحفظ کرنے میں ہماری مدد کریں گے۔

شکریے کے ساتھ

آپ کا اطاعت گزار

بی بی پراب

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۹۲

۱.۲۴

محمد علی جناح بنام آغا خان[۱]

(تار)

۳ اگست ۱۹۴۷ء

ہز ہائینس آغا خان۔ مونترو (سوئٹزرلینڈ)

بہت شکریہ۔ مَیں آپ کے تار[۲] کا بہت انہماک سے مطالعہ کروں گا۔

جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۰۱

۲۔ دستاویز نمبر ۱.۱۸

مسٹر لیاقت علی خاں اور مسٹر نشتر سے بات کی ہے۔ مسٹر جناح نے بتایا کہ فی الوقت ان پر کام کا اتنا بوجھ ہے کہ وہ پاکستان اور قلات کے درمیان مسائل پر پوری طرح غور و خوض نہیں کر سکے تاہم انہوں نے کہا کہ ان کی خواہش ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کا کوئی مصالحانہ حل نکل آئے۔ مسٹر جناح نے وائسرائے سے کہا کہ انہیں وائسرائے پر بھروسہ ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد وہ کوئی ایسا حل تلاش کر لیں گے جو قلات اور پاکستان دونوں کے لئے قابلِ قبول ہو کیونکہ وہ اس بڑی مسلم ریاست کے ساتھ امن و آشتی اور دوستانہ انداز میں رہنا چاہتے ہیں۔ وائسرائے نے کہا کہ انہوں نے تجویز کیا تھا، اور ان کے خیال میں سر سلطان احمد نے اس سے اتفاق کیا تھا (سر والٹر مانکٹن ''Walter Monckton'' بھی اس سے متفق تھے) کہ خان قلات اور مسٹر جناح کے درمیان اگلی ملاقاتوں سے پہلے اس بات کا کوئی قانونی فیصلہ ہو جائے کہ آیا حکومتِ برطانیہ اور قلات کے درمیان معاہدوں کی حکومتِ پاکستان وارث ہو گی یا نہیں۔ مسٹر جناح نے اس بات کو تسلیم کیا کہ قلات ایک آزاد اور خودمختار ریاست ہے، جو مرتبے میں دیگر ہندوستانی ریاستوں سے مختلف ہے اور وہ انہی بنیادوں پر گفت و شنید کرنے کو تیار ہیں۔

سر سلطان احمد نے کہا کہ ان کے خیال میں مسٹر جناح پاکستان اور قلات کے درمیان مسائل کا جائزہ لینے کیلئے مزید وقت کے خواہشمند ہیں اور قلات کے نمائندوں کے خیال میں انہیں یہ وقت دینا مناسب ہوگا۔ مسٹر جناح چاہتے ہیں کہ فیصلہ درست ہونا چاہیے اور یہ کہ اس معاملے میں ان کو جلدی کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہ بات یقینی ہے کہ مسٹر جناح پر ابھی تک مسئلے کی پیچیدگی واضح نہیں ہے۔ سر سلطان احمد کا کہنا ہے کہ اگر قانونی پہلو پر کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا تو پھر یہ معاملہ فیصلے کیلئے زیادہ اعلیٰ ٹربیونل کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔

وائسرائے نے مشورہ دیا کہ کوشش کی جائے کہ فریقین کے نمائندوں کے درمیان مسئلے کی قانونی حیثیت کے بارے میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ ان کے خیال میں اس مخصوص بحث میں مسٹر جناح کو نہ الجھایا جائے۔ اگر دونوں نمائندوں کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکے تو مسئلے کو ٹربیونل کے سامنے لایا جائے۔

۱.۲۵
محمد علی جناح بنام انکم ٹیکس افسر، بمبئی[۱]

۳ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر سر

آپ کا ۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء کا نوٹس[۲] موصول ہوا جس میں آپ نے مجھے ۴۸-۱۹۴۷ء کی آمدنی کا گوشوارہ بھیجنے کیلئے کہا ہے۔

چونکہ میرے تمام متعلقہ کاغذات بمبئی میں ہیں لہٰذا اپنی پوری آمدنی کی تفصیل بتانا میرے لئے ممکن نہیں۔ اپنے ۱۱ جولائی ۱۹۴۷ء کے نوٹس میں آپ نے ایک متبادل تجویز پیش کی ہے لہٰذا میں آپ کی مالیاتی تشخیص قبول کرتے ہوئے پہلی قسط بھیج رہا ہوں جو ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء تک واجب الادا ہے۔ اس کی دوسری اور تیسری قسطیں علی الترتیب ۱۵ دسمبر ۱۹۴۷ء اور ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو واجب الادا ہوں گی۔

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۰۶
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۱.۲۶
وائسرائے کی پچیسویں میٹنگ کی روداد[۱]

۴ اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

سلطان احمد	ایچ ایل ازمے[۲] (H.L.Ismay)
خان قلات	ارسکین کرم (Erskine Crum)

نوابزادہ محمد اسلم خان

وائسرائے نے بتایا کہ خان قلات سے پچھلی ملاقات[۳] کے بعد انہوں نے مسٹر جناح،

ہزایکسی لینسی نے بتایا کہ ان کے خیال میں یہ ضروری ہے کہ پاکستان اور قلات کے درمیان فوری طور پر علیٰ حالہٖ معاہدہ ہو جائے ۔ قلات کے نمائندوں نے اتفاق کیا کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔

نوابزادہ محمد اسلم خان نے درخواست کی کہ ایک ایسا اعلامیہ جاری کیا جائے جس میں تاجِ برطانیہ کے نمائندے اور حکومتِ پاکستان کی طرف سے قلات کی آزاد حیثیت کو تسلیم کیا گیا ہو۔ وائسرائے نے جواب دیا کہ سیاسی مشیر کی طرف سے موصول شدہ مشورہ اس امر میں مانع ہے۔ بہرحال اس مرحلے پر تاجِ برطانیہ کے نمائندے کی طرف سے کئے جانے والے کسی بھی اعلان کی حکومتِ پاکستان کے اعلان کے مقابلے میں کوئی خاص اہمیت نہیں ہوگی۔

خان قلات نے بتایا کہ مسٹر جناح نے ان سے دریافت کیا تھا کہ کیا قلات دستور ساز اسمبلی میں اپنا نمائندہ بھیجنے پر آمادہ ہوگا جس کا انہوں نے یہ جواب دیا کہ ریاست کی آزاد حیثیت کی بناء پر ایسا کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ تاہم وہ مسٹر جناح سے اس بات پر متفق ہیں کہ دفاع، امور خارجہ اور مواصلات کے بارے میں حکومتِ پاکستان کے ساتھ کوئی معقول افہام و تفہیم ہو جانی بہت ضروری ہے۔ وائسرائے نے خیال ظاہر کیا کہ اس پر اتفاق رائے ضرور ہو جانا چاہیے۔

وائسرائے نے کہا کہ اگر قانونی مشورے کے نتیجے میں یہ طے پائے کہ حکومتِ برطانیہ اور قلات کے درمیان معاہدے حکومتِ پاکستان کو ورثے میں نہیں ملیں گے تو اس کے پیش نظر کہ دائمی پٹے کی بنیاد پر کوئٹہ میں تعمیرات پر بہت بھاری رقم صرف ہوئی ہے مالیاتی بندوبست کے سلسلے میں مزید کوئی فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اس نکتے پر بھی کوئی قانونی مشورہ لینا پڑے گا۔ اس بات سے سر سلطان نے اتفاق کیا۔

طے کیا گیا کہ پاکستان اور قلات کے درمیان گفت و شنید کے بارے میں ایک اعلامیہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ اس بارے میں ایک مسوّدۂ اعلان تیار کیا گیا اور میٹنگ کے شرکاء نے اصولی طور پر اس کی منظوری دے دی۔ مسٹر جناح اور لیاقت علی خاں نے بھی جو آخر میں میٹنگ میں شامل ہوئے تھے اصولی طور پر اس مسوّدے سے اتفاق کیا۔ وائسرائے نے لارڈ ازمے سے کہا

کہ وہ فریقین کے نمائندوں سے اس مسودے کی تفصیلات کی وضاحت کر دیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۲۰ کا انیکس
۲۔ وائسرائے کے معاون
۳۔ یہ ملاقات ۲۸ جولائی کو ہوئی تھی جس میں خان قلات نے اس بات پر کہ حکومت پاکستان نے اس امر پر اتفاق رائے کرلیا ہے کہ قلات ایک آزاد اور خودمختار ریاست ہے، قائد کا شکریہ ادا کیا۔
۴۔ نظام حیدرآباد کے آئینی مشیر

۱۲۷

مسز کے ایل رلیارام بنام محمد علی جناح[۱]

الیسیم ہوٹل۔ شملہ

۴ اگست ۱۹۴۷ء

یہ آپ کی انتہائی مہربانی ہے کہ کام کی اتنی زیادتی کے باوجود آپ نے میرے خط کا جواب دیا جس کے لئے میں تہہ دل سے آپ کی ممنون ہوں اور خدا سے دعا کرتی ہوں کہ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کے جسم اور ذہن کو اتنی طاقت عطا فرمائے کہ آپ اپنی ذمہ داریوں کو بہ طریق احسن اس طرح پورا کرسکیں کہ بیسویں صدی میں آپ کا نام عظیم ترین ہو جائے جس کے آپ حقدار ہیں۔

آج میں آپ کی توجہ پنجاب کے ایک انتہائی اہم معاملے کی جانب مبذول کرانا چاہتی ہوں۔ آپ نے فراخدلی اور جمہوری طریقے پر صوبائی امور مقامی رہنماؤں کے ہاتھ میں دے دیے ہیں۔ یہ بات مسلم لیگ کے لئے بہت خطرناک ثابت ہو رہی ہے۔ اگر مسلمانوں میں اعلیٰ دماغ افراد کی فراوانی ہوتی تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوتا۔ بدقسمتی سے ایسے لوگ بہت کم ہیں جو نئی صورتِ حال کو سلیقے، ایمانداری اور قومی خدمت کے جذبے سے سنبھال سکیں۔

ہمارے ایک دوست نے جو ہائی کورٹ کے جج ہیں، اور جو مغربی پنجاب کے چیف جسٹس بننے والے ہیں، مجھے بتایا کہ پرانے جاہ طلب یونینسٹ اقتدار میں آنے کے لئے مختلف طریقوں

سے کوشش کر رہے ہیں ۔ لیگ کے لئے یہ ایک خطرناک بات ہے۔ آپ کو اس معاملے میں مداخلت کر کے اس کا التزام کرنا چاہیے کہ اس نئی قائم شدہ ریاست میں آزمودہ، ایماندار اور پُرخلوص کارکنوں کے علاوہ اور کوئی نہ آسکے وگرنہ آپ کا ہمسایہ کانگریسی صوبہ سازشوں کے ذریعے مغربی پنجاب کے سرحدی صوبے کو ہڑپ کرنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا اس فتنے کی جڑ ہی کاٹ ڈالیں ۔ دو روز پہلے جو بات مَیں آپ کو لکھنا چاہتی تھی لیکن طبیعت کی خرابی کی وجہ سے نہ لکھ سکی، وہی بات کل پاکستان ٹائمز کے اداریے میں شائع ہوئی ہے[۲] جو مَیں اب آپ کو ارسال کر رہی ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ مغربی پنجاب میں کیا ہو رہا ہے۔ کراچی روانہ ہونے سے پہلے[۳] آپ کو چاہیے کہ پنجاب کے امور اپنے ہاتھ میں لے لیں ۔ پرانے جاہ طلب فتنے اٹھانے کیلئے پھر جوڑ توڑ کر رہے ہیں ۔ ان خطرات سے حفظ ماتقدّم صرف آپ ہی کر سکتے ہیں۔ ہندو کانگریس نے تقسیم کے نظریے اور پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔ اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے۔

غور فرمایئے کہ سیوادل[۴] کے عہدیداروں سے خطاب کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کیا کہا ہے۔[۵] وہ کس اندرونی دشمن کا ذکر کر رہے ہیں؟ اگر آپ آل انڈیا کانگریس کونسل کے مباحث یاد کریں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ سب کیا ہے۔ اس حقیقت کے مدِ نظر کہ کانگریس ہائی کمان اب بھی سکھوں اور پٹھانوں کو اکسا رہی ہے کہ وہ دو مملکتوں کے تصوّر کو تسلیم نہ کریں ہوا کا رخ معلوم ہو سکتا ہے۔ پنجاب کے حالات کو دیکھ کر آدمی حیران رہ جاتا ہے ۔ سردار پٹیل اور بلدیو سنگھ دونوں نے اعلیٰ سطح کی پارٹیشن کونسل کے اس فیصلے پر دستخط کئے تھے کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ[۶] کو منظور کیا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود تارا سنگھ اور گیانی کرتار سنگھ اپنی ہائی کمان کے فیصلے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں ۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ گو کانگریس نے بھی ملک کو دو مملکتوں میں تقسیم کرنے پر اپنی رضامندی ظاہر کر دی تھی تاہم خان عبدالغفار خان کی کانگریسی رہنماؤں سے خفیہ ملاقاتیں جاری ہیں اور وہ اپنی ہائی کمان کے فیصلے کی مزاحمت کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں ۔ یہ باتیں کس چیز کی غمازی کرتی ہیں؟ یہی کہ کانگریس پاکستان کے رستے میں روڑے اٹکانا چاہتی ہے اور اس

کی کوشش ہے کہ اسے کوئی تعمیری کام نہ کرنے دیا جائے۔ اگر کانگریس کا ذہن صاف ہوتا تو وہ صوبۂ سرحد میں کانگریس اور پنجاب میں سکھوں کو واضح الفاظ میں کہہ دیتی کہ وہ امن پسندی کا رستہ اختیار کریں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

مسٹر گاندھی بھی اب ہندوستان میں فوجی آمریت کا خواب دیکھ رہے ہیں[۶] وہ ہندو قوم کی نبض ہیں جو ایک عسکری قوت بننا چاہتی ہے۔ ان ممکنات کا خیال رکھنا چاہیے۔ لہٰذا جو کچھ پنجاب میں ہو رہا ہے اسے نہ ہونے دیں۔ ہر شخص یہی بات کر رہا ہے۔ مَیں نے شملے میں یہ سب کچھ سنا۔ اگر حالات اسی طرح رہے تو کانگریس اس کا فائدہ اٹھائے گی۔ پنجاب آپ سے دور ہوتا جائے گا اور یہ کوئی اچھی ابتداء نہیں ہوگی جس کا نتیجہ شکست ہوگا۔

پاکستان دستور ساز اسمبلی میں عیسائیوں کی نمائندگی کے لئے مَیں ایک ٹائپ شدہ درخواست[۸] بھیج رہی ہوں، مجھے امید ہے کہ اس نئی مملکت میں آپ انہیں ان کا جائز حق ضرور دیں گے۔ اسمبلی میں پاکستان کی عورتوں کو بھی مخصوص نشستیں دینی چاہئیں۔ میری رائے میں عورتوں کو پہلے مرحلے میں آپ ہی نامزد کریں۔

آپ کی درازیٔ عمر، اچھی صحت اور کراچی کے بخیریت سفر کیلئے دعا گو ہوں۔

آپ کی مخلص

مسز کے ایل رلیارام

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۳۲

۲۔ ملفوفہ ۱

۳۔ قائداعظم ۷ اگست ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی سے کراچی روانہ ہوئے تھے۔

۴۔ کانگریس سیوادل۔ آل انڈیا کانگریس کی ماتحت ایک ذیلی تنظیم جو مارچ ۱۹۴۷ء میں قائم کی گئی۔ کانگریس کے وعدے کے مطابق تنظیم کے مقاصد خدمت کے ذریعے قومی یکجہتی قائم کرنا، جسمانی تربیت کے ذریعے صحت و تندرستی کو فروغ دینا اور ہنگامی حالات میں امن و سلامتی اور بحالی کے کام کرنا تھے۔ دیکھئے انسائکلوپیڈیا آف انڈین نیشنل کانگریس۔ جلد ۱۳۔ مؤلفہ، اے ایم زیدی و ڈاکٹر ایس جی زیدی

۵۔ ملفوفہ ۲

۶۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۴ کا انیکس

۷۔ ملفوفہ ۳

۸۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۲۷.۱کا ملفوظہ نمبر ۱
مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کی قیادت کیلئے بھاگ دوڑ

جس دن پنجاب اسمبلی نے پنجاب کی تقسیم منظور کی اسی دن سے مسلم لیگ کی پارلیمانی صفوں میں پارٹی لیڈر شپ کے لئے بھاگ دوڑ شروع ہوگئی۔ ایک جمہوریت پسند کیلئے مشرقی اور مغربی پنجاب کی قیادت میں سے انتخاب کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آنی چاہیے کیونکہ جو کوئی بھی لیڈر چنا جائے گا وہ اپنے صوبے کی اسمبلی میں اپنے عوام کی نمائندگی کرے گا اور ان کی خواہشات اور مطالبات کی عکاسی کرے گا۔ وہ عام لوگوں کی خدمت کرے گا، ان کیلئے جدوجہد کرے گا اور ان ہی کے لئے دکھ اٹھائے گا کیونکہ انہوں نے اپنی موجودہ خوشیوں اور مستقبل کی خوشحالی کی ذمہ داری اس کے سپرد کی ہوئی ہوگی۔ جہاں تک سیاسی طاقت اور شخصی اہمیت کا تعلق ہے تو دونوں گروہوں کے رہنماؤں میں بڑا فرق ہے۔ مشرقی پنجاب اسمبلی میں لیگ کی قیادت حزبِ اختلاف میں رہے گی اور ایک غیر ہمدردانہ حکومت کے ساتھ مستقل سرگرم پیکار رہے گی۔ اس کے برعکس مغربی پنجاب اسمبلی کی قیادت کا مطلب ہوگا صوبے کی وزارتِ عظمیٰ اور اس عہدے کے تمام اختیارات اور طاقت۔ قیادت کی اس موجودہ دوڑ میں قابلِ توجہ چیز یہ ہے کہ مشرقی پنجاب میں لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر کا کوئی ذکر ہی نہیں ہوا۔ حالانکہ اس کے فرائض کٹھن اور اس کی جدوجہد زیادہ مشکل ہے کیونکہ اسے نہ تو کسی فتح پر پھولوں کے ہار ڈالے جائیں گے اور نہ کوئی مالِ غنیمت ہاتھ آئے گا اور نہ ہی اپنی محنت کے صلے میں کسی انعام کی امید ہوگی۔ توقع تھی کہ مشرقی سرحد کے پار ہمارے بھائیوں کے حالات میں جو بہت جلد ہم سے جدا ہو رہے ہیں اور جن کا ہم پر احسان ہے، زیادہ دلچسپی لی جائے گی۔ ان کے لیڈر کے انتخاب میں اتنے ہی غور و فکر کی ضرورت ہے جتنی کہ مغربی پنجاب کیلئے کی جا رہی ہے۔ مشرقی پنجاب کی قیادت کا یہ کانٹوں کا ہار نہ تو کوئی پیش کرنے کی زحمت کر رہا ہے اور نہ کوئی اسے پہننے کیلئے تیار ہے۔ برخلاف اس کے ہر وہ سیاسی تنظیم جو اہلیت، سازش یا خوش قسمتی سے صوبائی اسمبلی میں موجود ہے مغربی پنجاب کی قیادت کیلئے کسی نہ کسی امیدوار کو منتخب کرانے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔ ہم نے اس مقابلے پر تبصرہ

کرنے سے اس خوف سے احتراز کیا تھا کہ کہیں اس عظیم تنظیم (مسلم لیگ) کے وقار پر دھبّہ نہ لگ جائے جس میں ہم سب شامل ہیں۔ہم نے عوام کی نظروں سے اس امید پر سازشوں کی گندی نالی کو چھپائے رکھا کہ شاید اس کی بدبو انہی محلات تک محدود رہے گی جہاں یہ غلاظت اکٹھی ہو رہی ہے۔لیکن اب ہمارا خیال ہے کہ مسلسل خاموشی عوام کے اعتماد سے دغا اور ان معیوب کارروائیوں سے چشم پوشی کے مترادف ہوگی۔ہم نے سمجھا تھا کہ پاکستان کے قیام کے ساتھ حکومت میں کسی عہدے کو چاہے وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو اقتدار کی کنجی نہیں بلکہ بے غرض خدمت کیلئے عوام کی امانت سمجھا جائے گا اور یہ کہ جس شخص کو بھی کوئی عہدہ سونپا جائے گا وہ اپنی کوتاہیوں اور ذمہ داریوں کو اچھی طرح جانچ کر اسے قبول کرے گا اور اگر وہ خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا تو انکار کر دے گا۔لہٰذا پاکستان کے سب سے بڑے صوبے کے اعلیٰ ترین عہدے کے لئے خود کو بطور امیدوار پیش کرنے سے پہلے ایک بڑے دل گردے والے شخص کو بھی کچھ دیر رک کر سوچنا ہوگا اور اپنے نام کا اعلان کرنے سے پہلے اپنے دل کو ٹٹولنا اور اپنی اہلیت کا جائزہ لینا ہوگا۔کوئی کتنا ہی خود پسند کیوں نہ ہو، ان عظیم ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اسے کچھ دیر سوچنا تو چاہیے کہ خود اس میں اس کام کی اہلیت بھی ہے کہ نہیں، پیشتر اس کے کہ دوسرے اس کی اہلیت کا اعتراف کریں۔

اس تجزیۂ ذات میں بیرونی آقاؤں کی خدمت گذاری اور اس کے نتیجے میں عرصۂ دراز تک اپنی قوم کے بہترین مفادات کو نقصان پہنچانے کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔اس عہدے کیلئے جس ناشائستہ اضطراب کا اظہار اس وقت کیا جا رہا ہے اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مقابلہ کرنے والے صوبے کی وزارتِ عظمیٰ کو خدمت اور قربانی کا امتحان نہیں بلکہ اقتدار اور اقربا پروری کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔اس عہدے کو اس قدر اہمیت اس لئے نہیں دی جا رہی ہے کہ اس سے عوام کو فائدہ پہنچایا جا سکے گا بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ عہدہ خود اپنے لئے کتنا فائدہ مند ہو سکتا ہے۔اس عہدے پر منتخب ہونے کیلئے ایسے طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں کہ بدترین موقع پرست یونینسٹ بھی شرما جائیں۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ ووٹوں کی خاطر عہدے بانٹے جا رہے ہیں یا ان کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔برادری اور رشتہ داری کے حوالے دیے جا رہے ہیں، وہ حربے جن سے ہمیں امید تھی کہ پاکستان

میں چھٹکارا مل جائے گا۔ یونینسٹ پارٹی کے سرکردہ افراد اور انگریزوں کے کاسہ لیسوں کو منایا جا رہا ہے اور دوست بنایا جا رہا ہے۔ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ایک جانب انتظامی معاملات میں عوام کے مفاد کے بجائے بعض رائے دہندگان کے فرقہ واری رجحان کے مطابق فیصلے کیے جا رہے ہیں اور پھر منسوخ بھی کیے جا رہے ہیں اور دوسری جانب ان عہدیداروں سے جن کے ارکان اسمبلی سے تعلقات ہیں عہدوں کے علاوہ بے تحاشہ وعدے کیے جا رہے ہیں۔ پچھلے چند روز سے کوئی شخص اس ڈر سے سڑک پر پیدل نہیں چل سکتا کہ کہیں حمایت کے ووٹ کی تلاش میں سرگرداں کوئی موٹر سوار اسے ٹکر مار کر نہ چلا جائے۔ یہ لوگ ایسے بے محابا گھوم رہے ہیں جیسے کوئی کھوجی کتا کسی قاتل کی تلاش میں ہو۔ حالیہ ہفتوں میں پنجاب کے مسلمانوں اور خاص طور پر لاہور کے شہریوں کو بڑی مشکل آزمائشوں سے گذرنا پڑا اور بڑی کٹھن گھڑیاں کاٹنی پڑیں۔ تعجب ہے کہ جس توانائی اور جفاکشی کا مظاہرہ اس وقت ہو رہا ہے اس کا اظہار کاموں کی انجام دہی میں پہلے نظر نہیں آیا تھا۔ انتخاب کے طریقۂ کار میں اچھائی یا بُرائی سے قطعِ نظر ہمیں فکر دراصل حال کی نہیں بلکہ مستقبل کی ہے۔ اگر ہمارے مستقبل کے رہنما اس قسم کے وعدے آج سفلے لوگوں سے کر رہے ہیں اور یونینسٹ پارٹی کے خیمہ برداروں سے دوستی کر رہے ہیں، اگر وہ اہلیت کو نظر انداز کر کے نا اہلی کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ محض عہدے کے حصول کے لئے کیا جا رہا ہے تو کوئی بتائے کہ ہمیں کس مستقبل کا سامنا ہوگا؟ کیا تمام عہدے یوں ہی خاندانی ٹولوں میں بٹے رہیں اور جن فرائض کی انجام دہی میں عقل اور دور اندیشی کی ضرورت ہے وہ احمقوں کے ہاتھ میں ہوں؟ کیا بھوک، جہالت اور بیماری اسی طرح خوشی اور ہنسی کا نذرانہ وصول کرتی رہیں گی اور کیا پچھلی حکومتوں کی طرح مستقبل کی حکومت بھی ہمارے عوام کی ذہانت اور سوجھ بوجھ کی توہین ثابت ہو گی؟ وہ شخص چاہے جو بھی ہو اور اس کا نام چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر وہ ہماری تقدیر ایسی راہ پر چلانا چاہے تو وہ زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ جہاں تک رائے دہندگان کا تعلق ہے ان کو چاہیے کہ وہ ان جمہوری اصولوں کی پابندی کریں جو قائداعظم نے اپنے بیان میں پارٹی لیڈروں کے انتخابات کے بارے میں دیے ہیں[۱] اور جو کانگریس کے طریقۂ کار کے بالکل برعکس ہے جس میں فیصلوں کا اختیار

چند محدود لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔۔

پاکستان ٹائمز کا اداریہ، ۳ اگست ۱۹۴۷ء

ا۔ دستاویز نمبر ۶.۲

۲۷.۱ کا ملفوفہ نمبر ۲
سیوادَل کے عہدیداروں سے نہرو کا خطاب

نئی دہلی

جمعرات (۳۱ جولائی) ۱۹۴۷ء

آج شام کانگریس کی سیوادَل کے عہدیداروں سے خطاب کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا:

''ہم اس مرحلے پر پہنچ چکے ہیں کہ ہم نے اپنے بیرونی دشمن کا کامیابی سے مقابلہ کرلیا ہے لیکن ہمارا اندرونی دشمن ہمیں اور جس تنظیم کی ہم خدمت کرنا چاہتے ہیں اسے کمزور کرنے کے لئے ابھی تک موجود ہے۔''

پنڈت نہرو نے مزید کہا:

''ماضی میں ہم نے بڑے پُرخطر حالات کا سامنا کیا ہے لیکن بدقسمتی سے وہ ہمارے لئے ایک تاریک دور تھا۔ فرقہ واریت اور تشدّد کی قباحتوں سے قطع نظر، جو ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں، ہماری اپنی زندگی میں کوئی نظم وضبط نظر نہیں آتا۔ بحثییت ایک کانگریسی کے ہم میں نظم وضبط کی کمی ہے لیکن ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت سے کام جو ہم کرتے ہیں خواہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں لیکن اگر وقت پر نہ کئے جائیں تو ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ سیوادَل کو چاہیے کہ وہ نہ صرف اپنی صفوں میں بلکہ دوسرے لوگوں میں بھی نظم وضبط پیدا کرے تاکہ وہ اس قابل ہو سکیں کہ مناسب وقت پر مناسب کام کرسکیں۔''

تقریر کے اختتام پر پنڈت نہرو نے کہا:

''ہمارا فوری فریضہ قومی حکومت کو مضبوط کرنا ہے۔ جب پرانا دور ختم ہوتا ہے اور اس کی جگہ نیا دور

آتا ہے تو قدرتی طور پر نئے مسائل جنم لیتے ہیں اور پرانے مسائل حل کرنے میں بھی ضرورت سے زیادہ وقت صَرف ہوجاتا ہے۔اس کے باوجود ہر طرف سے مطالبہ ہوتا ہے کہ مسائل جلد حل کئے جائیں۔ جب تک ایک مضبوط حکومت نہیں ہوگی ان مسائل کا حل ڈھونڈنا مشکل ہوجائے گا۔ چونکہ یہ ایک عوامی حکومت ہے لہٰذا پہلے اسے مضبوط کرنا چاہیے تاکہ ہم تیزی سے آگے بڑھ سکیں''۔(اے پی آئی)

۱.۲۷ کا ملفوظہ نمبر ۳

ہندوستان میں فوجی آمریت کا خطرہ۔گاندھی کا بیان

نئی دہلی

منگل(۲۹ جولائی)۱۹۴۷ء

اپنی پرارتھنا کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کے گورنر جنرل کا عہدہ سنبھالنے کیلئے کہا گیا ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کرسکیں۔ وہ اپنے ماضی کے گناہوں کو دھونے کی پوری کوشش کررہے ہیں۔

مسٹر گاندھی نے مزید کہا کہ حکومتِ برطانیہ کے عنقریب خاتمے کے امکان سے دلوں میں بند تشدّد کا ابال باہر نکل پڑا ہے اور یہ جنون اپنے بھائی بندوں پر ہی ٹوٹ رہا ہے۔ ہر صوبہ فوجی امداد کا مطالبہ کررہا ہے۔اگر وہ وقت پر نہیں جاگیں گے تو فوجی آمریت قائم ہونے کا خطرہ ہے۔

مسٹر گاندھی نے کہا کہ وہ جب نواکھالی جائیں گے تو سلہٹ کا دورہ بھی کریں گے۔

(اس کے بعد کا حصہ حذف کردیا گیا– خبر کا ماخذ نامعلوم)

۱.۲۸

ایک پاکستانی شہری بنام محمد علی جناح[1]

اندور۔ وسط ہند

۴ اگست ۱۹۴۷ء

جناب عالی!

انتقال اقتدار کی گھڑی قریب سے قریب آتی جا رہی ہے جبکہ وہ ملازمین جنہوں نے پاکستان کا انتخاب کیا ہے ابھی تک گومگو کی کیفیت میں ہیں اور اس سبب سے اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان ہیں۔

کئی محکمے، مثلاً ''پولیٹیکل ایجنسیز (Political Agencies)''، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد کام کرنا بند کر دیں گے اور ان کے ایسے ملازمین کو جنہوں نے مملکت ہندوستان کا انتخاب کیا ہے ہندو اکثریتی صوبوں کو بھیجا جا رہا ہے۔ اس معاملے میں ہندوؤں کو مسلمانوں پر، خواہ وہ قوم پرست ہی سہی، ترجیح دی جا رہی ہے۔ حکومتِ پاکستان نے ان ملازمین کو جنہوں نے اس کا انتخاب کیا ہے اپنے ہاں کھپانے کا کوئی بندوبست نہیں کیا ہے۔ ان حالات میں مسلمان ملازم بڑے نازک مرحلے میں ہیں۔ ان میں سے بعض ملازم کسی نہ کسی طرح ان لوگوں سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو گئے جن کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ وہ پاکستان کے کرتا دھرتا ہیں لیکن انہیں حوصلہ شکن جواب ملا بلکہ پوچھا گیا:

> ''تمہیں کس نے پاکستان کا انتخاب کرنے کو کہا تھا؟ ہمیں پاکستان کیلئے صرف ٹیکنیکل لوگ درکار ہیں۔ فی الحال ہم دوسرے لوگوں کی طرف توجہ نہیں دے سکتے''

یہ وہ جواب ہیں جو متاثرہ لوگوں کو حکام کی طرف سے ملے۔ یہ بات مصدقہ طور پر کہی جاسکتی ہے کہ (انڈین) محکموں کے سربراہ پاکستانیوں پر مطلق اعتماد نہیں کرتے یہاں تک کہ انہیں اہم کاغذات کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں۔ اس درخواست کو ختم کرتے ہوئے مَیں اس بات پر بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ پاکستان جا رہے ہیں انہیں مشرقی اور مغربی پاکستان میں سے

کسی کا بھی انتخاب کرنے کا حق دیا جائے کیونکہ جو لوگ دونوں میں سے کسی ایک جگہ جانے میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ تشویش میں مبتلا ہیں۔

اطاعت گزار

ایک واقفِ حال پاکستانی

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۳۱

۱.۲۹

بیگم بہادر یار جنگ بنام محمد علی جناح[۱]

بیگم بازار۔ حیدر آباد دکن

۵ اگست ۱۹۴۷ء

حضرت قائداعظم

مَیں ابتداء ہی میں اس بات کی کیوں نہ معذرت کرلوں کہ اس برصغیر کی پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تقسیم کے اعلان ہونے کے اتنے عرصے بعد میں یہ خط آپ کی خدمت میں تحریر کر رہی ہوں۔ یہ خطا مجھ سے دیدہ و دانستہ سرزد ہوئی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں میرا خط ان خطوط کے انبار میں نہ کھو جائے جو آپ کو دنیا بھر کے ممتاز لوگوں نے لکھے ہوں گے۔

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ پاکستان کی منزل، جس کا خواب مرحوم علاّمہ اقبال نے دیکھا تھا، آپ کی ہفت سالہ انتھک محنت کے نتیجے میں سَر ہوئی اور ہندوستان کے شدید معاندانہ رویّے کے باوجود اور ایک قطرۂ خوں بہے بغیر آپ خدا کے فضل و کرم سے دس کروڑ مسلمانوں کے لئے ایک وطن حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، اس تاریخ ساز فتح و کامرانی پر جو تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف میں لکھی جائے گی میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ اس خوشی پر مستزاد یہ خبر کہ آپ پاکستان کے گورنر جنرل نامزد ہوئے ہیں مسلمانوں کے لئے مسرّت کا پیغام لے کر آئی ہے۔

اس موقع پر قدرتی طور پر مجھے مرحوم قائد ملت[2] یاد آ رہے ہیں جو اگر زندہ ہوتے تو پاکستان کے مستقبل کے لئے مختلف منصوبوں اور اسکیموں کا خاکہ تیار کرنے میں آپ کے دست راست ثابت ہوتے۔

پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک مسلم مملکت بنانے میں خدا آپ کا حامی و مددگار رہو اور آپ کو توانائی عطا فرمائے۔

مجھے پختہ یقین ہے کہ حیدرآباد کے مسئلے کو آپ کی بھرپور توجہ حاصل ہے۔

مخلص

بیگم بہادر یار جنگ

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۵۵
۲۔ بہادر یار جنگ جو ۱۹۴۴ء میں رحلت کر گئے تھے۔

۱.۳۰

اشتیاق حسین قریشی بنام محمد علی جناح[1]

دہلی

۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر قائداعظم!

ایک یورپی دوست نے جس کے وسیع تعلقات ہیں اور جو ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہے مجھ سے چند روز قبل کہا کہ کچھ سکھ رہنما پاکستان سے کسی قسم کا معاہدہ کرنے کے خواہشمند ہیں کیونکہ انہیں محسوس ہو رہا ہے کہ ہندوستان میں شمولیت سے انہیں اتنا فائدہ نہیں ہوگا۔ اس نے مجھے بتایا کہ جھوٹی انا نے ان کی راہ روکی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ براہ راست اس مسئلے میں پیش قدمی کرنا نہیں چاہتے۔ ان کے مطالبات حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ پنجاب کے جن علاقوں سے سکھوں کے مفادات وابستہ ہیں ان کا ایک علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے۔

۲۔اس صوبے کا آئین دو لحاظ سے مسلم اکثریتی صوبوں کے آئین سے مختلف ہونا چاہیے۔

الف۔مرکزی امور صرف دفاع، امور خارجہ اور مواصلات تک محدود رہنے چاہئیں۔

ب۔سکھ صوبے کا آئین صرف اس کی اپنی صوبائی اسمبلی کے ایکٹ سے بدلا جا سکے گا۔کوئی ترمیم سادہ اکثریت کی بناء پر نہیں کی جا سکے گی بلکہ یہ عمل ووٹوں کے تناسب سے ہوگا جس کا تعین دستور ساز اسمبلی اس طریقے پر کرے گی کہ سکھوں کی رائے یقینی طور پر مؤثر ہو۔

۳۔فوج میں سکھوں کی فیصد شرح متعین کی جائے۔

چونکہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان عنقریب ہونے والا ہے اس لئے یہ سکھ رہنما بے چینی سے منتظر ہیں کہ آپ مہربانی فرما کر اپنی پہلی فرصت میں انہیں گفتگو کیلئے دعوت دیں۔اگر آپ ان حضرات سے ملنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو مہربانی فرما کر مجھے مطلع کریں تاکہ میں اپنے مخبر کے ذریعے ان لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دوں اور وہ آپ سے براہ راست رابطہ قائم کر سکیں۔

آپ کا مخلص

اشتیاق حسین قریشی

رکن۔پاکستان دستور ساز اسمبلی

پس نوشت: آج صبح سکھوں کا پیغام دوبارہ آیا ہے لہٰذا میں یہ خط ایک خاص قاصد کے ذریعے بھیج رہا ہوں۔

۱۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۶۱

۱.۳۱

محمد علی جناح بنام ہوورڈ ڈونووَن (Howard Donovan)[۱]

۶ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر ڈونووَن

آپ کے خط مرقومہ ۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء کا شکریہ[۲] پاکستان کے دارالحکومت کراچی میں

آپ کے سفارت خانے کے قیام میں ہم ہر ممکن مدد دینے کو تیار ہیں۔

اسی طرح آپ کی عظیم قوم اور ملک کے لئے ہم اپنے سفیر بھیجنے کیلئے اپنی طرف سے آمادہ ہیں۔[۳] مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں بہت ضروری اور توجہ طلب مسائل میں اس بُری طرح الجھا ہوا تھا کہ میں مسٹر لیوس (Lewis)[۴] سے ان کے دہلی کے قیام کے دوران ملاقات نہیں کر سکا تاہم میں کراچی میں ان سے ملنے کا منتظر رہوں گا اور اس موقع پر ہم متعلقہ انتظامات مکمل کر سکیں گے۔

مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۷۱

۲۔ ایضاً دستاویز نمبر ۷

۳۔ ایم اے ایچ اصفہانی کو امریکہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا گیا تھا۔

۴۔ امریکی ناظم الامور چارلس لیوس

۱.۳۲

اشتیاق حسین قریشی بنام محمد علی جناح[۱]

شعبۂ آرٹس۔ دہلی یونیورسٹی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

اپنے اس خط کے تسلسل میں جو کل میں نے آپ کو ایک خصوصی قاصد کے ہاتھ بھیجا تھا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کل جو میں نے لکھا تھا اس کی بنیاد پر مسٹر بلدیو سنگھ پاکستان کے ساتھ کوئی تصفیہ کرنے پر تیار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ سکھ صوبہ راوی اور ستلج کے درمیانی علاقے پر مشتمل ہو اور فوج میں سکھوں کا تناسب متعین کیا جائے۔ اگر آپ کے خیال میں سکھوں کو پاکستان میں رکھتے ہوئے اس قسم کا بندوبست ہمارے مفاد میں ہے تو میں چاہوں گا کہ آپ اپنی جانب سے کسی شخص کو اختیار دے کر ان سے ملنے کے لئے بھیجیں تاکہ کوئی مناسب سمجھوتہ ہو سکے۔ میں خود تو مسٹر بلدیو سنگھ سے نہیں ملا ہوں۔ یہ اطلاع ایک انگریز دوست کے ذریعے مجھے ملی ہے۔

چونکہ یہ معاملہ فوری کارروائی کا طالب ہے اس لئے مَیں یہ خط بھی خصوصی قاصد کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ اس سلسلے میں کچھ وقت مجھے دے سکیں تو مَیں اسے اپنی عزت افزائی سمجھوں گا بشرطیکہ آپ اس معاملے کو فائدہ مند سمجھتے ہوں اور کچھ فالتو وقت میرے لئے نکال سکتے ہوں۔

آپ کا مخلص

اشتیاق حسین قریشی

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۷۶

۱.۳۳

ای سینٹ جے برنی (E. St. J. Birnie) کا نوٹ[۱]

(برائے ملاحظہ قائداعظم)

گورنمنٹ ہاؤس۔ کراچی

۹ اگست ۱۹۴۷ء

۱۳، ۱۴ اور ۱۵ اگست کو منعقد ہونے والی تقریبات کے سلسلے میں آپ نے جو عمومی منظوری عطا فرمائی تھی اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے فوج کے حکام نے منسلکہ پروگرام کے مطابق احکام جاری کئے ہیں۔[۲]

ہر تقریب کے لئے اب تفصیلی ہدایات تیار کر لی جائیں گی۔ جناب عالی! اس بات کے پیشِ نظر کہ ممکن ہے آپ پروگرام کی ایک نقل اپنے پاس رکھنا پسند فرمائیں، یہ آپ کی خدمت میں ارسال کی جا رہی ہے۔

ای سینٹ جے برنی

کرنل

ملٹری سیکرٹری برائے نامزد گورنر جنرل

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۹۵

۲۔ ملفوفہ

۱.۳۳۳ کا ملفوفہ

کراچی میں ۱۳ تا ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو منعقد ہونے والی تقریبات

(پروگرام)

وقت	۱۳ اگست
۵.۳۰- سہ پہر	وائسرائے اوران کے ہمراہیوں کی ماری پور کے ہوائی اڈے پر آمد
۸.۳۰- شام	عشائیہ بمقام گورنمنٹ ہاؤس
۱۰.۰۰- شب	استقبالیہ بمقام گورنمنٹ ہاؤس
	۱۴ اگست
۸.۴۵- صبح	قائداعظم کی گورنمنٹ ہاؤس سے دستور ساز اسمبلی کے لئے روانگی
۹.۰۰- صبح	وائسرائے اور لیڈی ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن کی گورنمنٹ ہاؤس روانگی
۹.۰۵- صبح	وائسرائے اور لیڈی ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن کی دستور ساز اسمبلی میں آمد۔ گارڈ آف آنر اور رائل سلیوٹ کی تقریبات۔ وائسرائے کی دستور ساز اسمبلی میں آمد
۹.۱۰- صبح	وائسرائے کا خطاب
۹.۲۵- صبح	دستور ساز اسمبلی کے صدر کا جوابی خطاب
۹.۴۵- صبح	فوجیوں کی قطاروں کے درمیان سے وائسرائے گاڑی میں گزریں گے۔ جلوس کا راستہ یہ ہوگا: دستور ساز اسمبلی۔ کورٹ روڈ۔ فریئر روڈ۔ کووی روڈ۔ پریڈی روڈ۔ بندر روڈ۔ گارڈن روڈ۔ الفنسٹن اسٹریٹ۔ ہیولاک روڈ اور گورنمنٹ ہاؤس

۱۱.۱۰- صبح	وائسرائے اور لیڈی ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن کی ماری پور کے ہوائی اڈّے کیلئے روانگی
۱۱.۳۰- صبح	وائسرائے اور لیڈی ایڈوینا ماؤنٹ بیٹن کی دہلی کیلئے روانگی

۱۵ اگست

افتتاحی تقریب

۹.۰۰- صبح	مہمان گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے صف آرا ہوں گے
۹.۱۵- صبح	تقریب حلف برداری
۹.۳۰- صبح	قائداعظم سیڑھیوں کے سرے پر آکر اپنی جگہ کھڑے ہو جائیں گے۔ پاکستان اور گورنر جنرل کے پرچم لہرائے جائیں گے ۳۱ توپوں کی سلامی قائداعظم گارڈ آف آنر کا معائنہ کریں گے اور پھر گورنمنٹ ہاؤس کے اندر چلے جائیں گے
۱۱.۱۵- صبح	مہمان گورنمنٹ ہاؤس سے رخصت ہو جائیں گے

شام کی تقریب

۶.۰۰-شام	قائداعظم اور مس فاطمہ جناح کی سواری گورنمنٹ ہاؤس کی جنوبی سمت کے کھلے میدان کی طرف روانہ ہوگی
۶.۰۵-شام	پریڈ گراؤنڈ میں آمد

گورنر سندھ اور پاکستان کے کمانڈر انچیف کی طرف سے استقبال۔

تینوں مسلّح افواج کے اعزازی دستے مربع شکل میں صف بستہ ہوں گے

پائپ بینڈ دھن بجائے گا

مملکت پاکستان کا پرچم مستول پر لپٹا رہے گا

شاہی سلامی

قائداعظم گارڈ آف آنر کا معائنہ کریں گے اور فلیگ اسٹاف کی جانب واپس آئیں گے

مملکت پاکستان کا پرچم لہرایا جائے گا

شاہی سلامی

پائپ بینڈ دھن بجائے گا

۳۱ توپوں کی سلامی

فوجی دستے مارچ پاسٹ کریں گے

فضائیہ کا فلائی پاسٹ

۶.۴۵- شام قائداعظم کی سواری کی گورنمنٹ ہاؤس کو مراجعت

۱۰.۰۰- شب گورنمنٹ ہاؤس میں استقبالیہ

۱.۳۴

محمد علی جناح بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

۹ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

حلف نامے اور املاک پر تصرف کے بارے میں آپ کا خط مجھے موصول ہو گیا ہے[۲]۔ مَیں حلف نامے کا نمونہ بھجوا رہا ہوں[۳] جو مجھے امید ہے کہ آپ کو منظور ہو گا۔
جہاں تک غیر منقولہ املاک پر تصرف کا مسئلہ ہے مَیں نے مسٹر کک[۴] کو ایک فارمولا دیا ہے اور امید کرتا ہوں کہ یہ بھی آپ کو قبول ہو گا۔

رہا سرکاری قرضے کا معاملہ تو اس کے بارے میں مسٹر کک آپ کو میرے خیالات سے آگاہ کر دیں گے۔ میری رائے میں جب تک باہمی اتفاق سے کوئی اور صورت طے نہ ہو اسے

مشترکہ ذمہ داری تصور کیا جانا چاہیے۔ اس دوسری صورت کے تعین کا معاملہ پارٹیشن کونسل کے ۲۰ اگست کو ہونے والے اجلاس میں پیش ہونا چاہیے۔ جہاں تک گورنروں اور وزراء کے حلف ناموں[5] کا تعلق ہے ان کے نمونے علیحدہ سے ملفوف کئے جا رہے ہیں۔

مخلص

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۰۲
۲،۳۔ ایضاً، دستاویز نمبر ۱۷۹ اور ۲۰۲ کا ملفوفہ ا
۴۔ سیموئیل برجس کک (Samuel Burgess Cooke)، ماؤنٹ بیٹن کے آئینی مشیر
۵۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۰۲ کا ملفوفہ ۲، شائع نہیں کیا گیا۔

۲۰۴۔ا کا ملفوفہ

مختلف غیر منقولہ املاک پر تصرف[1]

وہ تمام غیر منقولہ املاک جو گورنر جنرل ان کونسل کے مقاصد کے لئے مقررہ دن سے قبل شاہ برطانیہ کے تصرف میں تھیں اب مقررہ دن سے

الف۔ اگر ہندوستان میں یا ہندوستان کی سرحدوں پر قبائلی علاقوں میں واقع ہیں تو وہ ہندوستانی ڈومینین کے قبضے میں آجائیں گی اور

ب۔ اگر پاکستان میں یا پاکستان کی سرحدوں پر قبائلی علاقوں میں ہیں وہ پاکستانی ڈومینین کے قبضے میں آجائیں گی۔

یہ شق اثاثوں، سکوں، بینک کے نوٹوں اور کرنسی نوٹوں پر بھی لاگو ہوگی۔

۲۔ اس حکم کے ذریعے تصرف کے جو اختیارات ہر دو ڈومینینوں کو دیے گئے ہیں ان میں ملکیت کے سلسلے میں استعمال، انتظام اور صرف کے اختیارات بھی شامل ہیں۔ لیکن ہر ڈومینین یہ اختیارات دونوں ڈومینینوں کے مفادات کا خیال رکھتے ہوئے استعمال کرے گی اور کسی ایسے سمجھوتے یا ایوارڈ کی شرائط پر پوری طرح عمل کرے گی جس کے ذریعے املاک دوسری ڈومینین کو دی جا رہی ہوں۔

۳۔ مشترکہ دفاعی کونسل کے حکم مورخہ ..... کے تحت مشترکہ دفاع کونسل کو فوجی تنصیبات، مشینری، سازوسامان اور اسٹورز کے تصرف کے بارے میں جو اختیارات دیے گئے ہیں ان پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا۔

(حسب ذیل تبصرہ سیاہی سے لکھا گیا)

وائسرائے کو مطلع کیا گیا کہ قائداعظم کی رائے میں جب تک کسی دوسرے سمجھوتے کے ذریعے کوئی اور شق طے نہ کی جائے اس وقت تک سرکاری قرضہ جات کی ذمہ داری مشترکہ ہونی چاہیے۔ ۲۰ اگست کو پارٹیشن کونسل کی جو میٹنگ ہو رہی ہے اس میں اس شق کا سوال زیر بحث آنا چاہیے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۰۲ کا انکلوژر ۳

۱.۳۵

چیالیون لو (Chia-Luen Lo) بنام محمد علی جناح[۱]

سفارتخانہ جمہوریۂ چین۔ نئی دہلی
۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

میری حکومت نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں آپ تک صدر چیانگ کا تہنیت نامہ[۲] پہنچادوں جو میں اس امید پر پیشگی آپ کو بھیج رہا ہوں کہ آپ کچھ وقت نکال کر اس کا جواب بھیج سکیں تا کہ یہ دونوں پیغامات پاکستان اور چین میں ۱۵ اگست کو اخبارات میں شائع ہوسکیں۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص
چیالیون لو (سفیر)

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۰۹
۲۔ ملفوفہ

۱.۳۵ کا ملفوفہ

سفارت خانہ جمہوریہ چین
(تہنیتی تار کی نقل)

نئی دہلی

بخدمت ہز ایکسی لینسی محمد علی جناح

گورنر جنرل، پاکستان

مَیں اپنی حکومت اور خود اپنی جانب سے پاکستان کے قیام پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خلوصِ دل سے اس کی خوشحالی اور کامیابی کا آرزومند ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ عوام کی مکمل تائید کے ساتھ آپ کی حکومت آزادی اور ترقی کے نئے دور کا آغاز کرے گی۔

براہِ کرم دوستی اور تعاون کیلئے میری یقین دہانیوں کو قبول فرمائیں۔

چیانگ کائی شیک
صدر
جمہوریہ چین

۱.۳۶

چیالیون لو بنام محمد علی جناح [۱]

سفارت خانہ جمہوریہ چین۔ نئی دہلی

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

ہدایت کے مطابق مَیں بصد احترام آپ کو مطلع کر رہا ہوں کہ میری حکومت نے پاکستان اور چین کے درمیان سفیروں کے تبادلے کی منظوری دیدی ہے۔ یہ خبر دونوں ملکوں میں ۱۵ اگست کو شائع کر دی جائے گی۔

مزید یہ کہ پاکستان میں چین کا (ہندوستان سے جدا) ایک سفارت خانہ ہوگا اور ایک علیحدہ سفیر بھی ہوگا اور آپ کی توجہ کیلئے یہ بھی بتاتا چلوں کہ میری حکومت کی ہمیشہ یہی پالیسی رہے گی کہ یہ سفارت خانے جدا طور پر کام کریں۔ اس تجویز کی قبولیت کے لئے ایک فوری جوابی خط یا تار کا ممنون ہوں گا۔

نیک تمناؤں اور تسلیمات کے ساتھ

آپ کا مخلص

چیالیون لو

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۱۴

۱.۳۷

محمد علی جناح بنام لیاقت علی خاں[۱]

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لیاقت

مَیں نئی دہلی میں جمہوریہ چین کے سفیر کے دومراسلے[۲] اور جمہوریہ چین کے صدر کے تہنیت نامے[۳] کی ایک نقل ضروری کارروائی کیلئے ارسال کر رہا ہوں۔

تہنیت نامے اور صدر چیانگ کی نیک خواہشات پر میری طرف سے شکریہ اور پاکستان اور چین کے درمیان سفیروں کے تبادلے کی تجویز پر میرا اظہارِ آمادگی جاری کر دیے جائیں۔

میرے دستخط کے ساتھ یہ خط نئی دہلی میں جمہوریہ چین کے سفیر کو بھیج دیا جائے۔

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۳۴

۲۔ دستاویز نمبر ۱.۳۵ اور ۱.۳۷

۳۔ دستاویز نمبر ۱.۳۵ کا ملفوفہ

قائد ۳ جون ۱۹۴۷ء کو آل انڈیا ریڈیو پر قیامِ پاکستان کی نوید سنا رہے ہیں

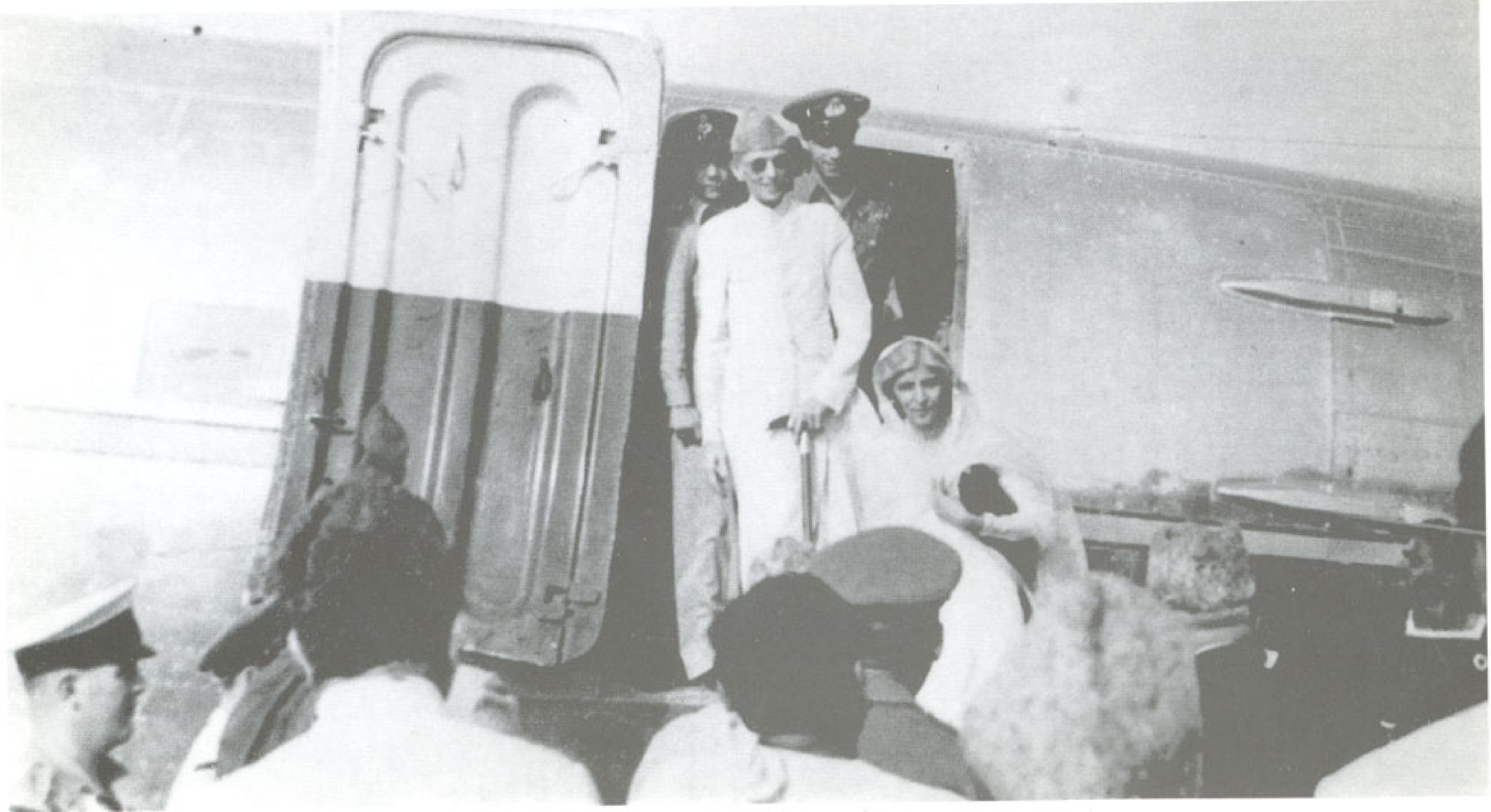

۷ اگست ۱۹۴۷ء کو قائدِ اعظم اور فاطمہ جناح کا سرزمینِ پاکستان پر پہلا قدم

۱.۳۸

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[۱]

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح!

کک[۲] نے مجھے آپ کی اس گفتگو کے ماحصل سے آگاہ کیا ہے جو ان کے اور محمد علی[۳] کے ساتھ ہوئی تھی اور انہوں نے مجھے آپ کا خط بھی دیا ہے[۴] جس میں آپ نے اپنا نقطۂ نظر مختصراً بیان کیا ہے۔

حکومتِ ہندوستان نے اثاثوں[۵] سے متعلق نظر ثانی شدہ فارمولا تسلیم کر لیا ہے جو تسلّی بخش ہے۔

جہاں تک ادائیگیوں کا تعلق ہے میں اس خط کی نقل[۶] آپ کو بھیج رہا ہوں جو ولبھ بھائی پٹیل سے مجھے وصول ہوا ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو رقم پاکستان نے ہندوستان کو ادا کرنی ہے اس کی شرائط کڑی نہیں ہوں گی۔

یہ معاملہ اس قدر اہم ہے کہ مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ وزیر ہند کو مطلع کروں اور ان کا فیصلہ مانگوں کہ آیا مَیں مجوزہ خطوط پر ایک حکم جاری کروں یا اس معاملے کو آئندہ غور کیلئے اٹھا رکھوں۔ مَیں نے مسٹر کک کو بذریعہ ہوائی جہاز انگلستان بھیج دیا ہے تاکہ وہ دونوں جماعتوں کے رویّے کی تشریح کر سکیں اور وزیر ہند کو مسئلے کے تمام عواقب سے آگاہ کر سکیں۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۳۵

۲۔ دستاویز نمبر ۱.۳۴ کا نوٹ ۴

۳۔ دیکھئے ملفوفے کا نوٹ ۲

۴۔ دستاویز نمبر ۱.۳۴

۵۔ ماؤنٹ بیٹن نے لسٹوویل کو مطلع کیا تھا کہ کک اور محمد علی نے ''فارمولے'' کا ایک نظر ثانی شدہ مسودہ تیار کیا ہے جس کے مطابق املاک پر تصرف اسی ڈومینین کا ہوگا جس میں وہ واقع ہیں۔

۶۔ ملفوفہ

۱.۳۸ کا ملفوفہ
ولبھ بھائی پٹیل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن

نئی دہلی

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

پچھلے بدھ آپ کو خط[1] تحریر کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ محمد علی[2]، ایچ ایم پٹیل[3]، وی پی مینن[4] اور کک[5] کے درمیان اس تجویز پر، کہ قومی قرضوں کی تمام تر ذمہ داری انڈین ڈومینین برداشت کرے، مزید گفت وشنید ہوئی ہے۔ بظاہر پاکستان کے نمائندے کو یہ خدشہ ہے کہ ان کے حصے کے واجبات کو بین الحکومتی قرضے میں بدل دینے کی صورت میں ہندوستان بطور قرض خواہ زیادہ فائدے میں رہے گا۔ میرے خیال میں یہ اندیشہ بے بنیاد ہے۔

۲۔ آپ کو اس معاملے پر غور کرنے اور فیصلہ کرنے میں شاید مدد مل سکے اگر میں مختصراً ان خطوط کی نشاندہی کر دوں جن پر ہندوستان اس معاملے کا تصفیہ چاہتا ہے۔ بالفرض قومی قرضے کے پاکستانی حصے کو ہندوستان کی جانب سے پاکستان کیلئے ادھار کی شکل میں تبدیل کر دیا جائے تو اس کی ادائیگی پچاس سالانہ مساوی قسطوں میں ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے تین یا چار سال بعد شروع ہوگی۔ قرضے کے اصل زر کا تصفیہ سمجھوتے یا ثالثی کے ذریعے ہوگا۔ مساوی قسطوں کے تعین کیلئے سود کی شرح جہاں تک ممکن ہو سکے گا اتنی ہی رکھی جائے گی جو ہندوستان خود مختلف سرکاری قرضوں پر ادا کریگا۔

۳۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ مالیاتی امور تکنیکی نوعیت کے ہوتے ہیں اور ان کا تفصیلی تجزیہ ماہرین ہی کو کرنا چاہیے۔ مزید برآں یہ اس قدر اہم بھی ہیں کہ ان پر پوری کابینہ کو باقاعدہ غور کرنا چاہیے۔ لیکن میرے خیال میں غالب امکان ہے کہ کابینہ میری اس اسکیم کو منظور کر لے گی جس کا ذکر میں نے سرسری طور پر اوپر کیا ہے۔

۴۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس سلسلے میں پاکستان کو نقد رقم کی تقسیم کا سوال بھی اٹھایا گیا۔ میرا نقطۂ نظر ہمیشہ یہی رہا ہے کہ یہ ایک علیحدہ اور غیر متعلق مسئلہ ہے۔ ہم نے پارٹیشن کونسل میں اس فیصلے کو

منظور کرلیا تھا کہ پاکستان کیلئے بیس کروڑ روپے مختص کر دیے جائیں اور ہندوستان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ فیصلہ تمام ضروری امور کا احاطہ کرتا ہے اور یہ کہ اس پر نظر ثانی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہونی چاہیے تاہم ثالثی ٹربیونل اس پر نظر ثانی کر سکتا ہے اور اپنی صوابدید سے کوئی بھی منصفانہ اور مناسب ایوارڈ دے سکتا ہے۔ اگر پاکستان چاہے کہ پھر بھی یہ معاملہ ثالثی ٹربیونل میں پیش ہونے سے پہلے ہم خود اس پر غور کریں تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

آپ کا مخلص

ولبھ بھائی پٹیل

۱۔ ۶ اگست ۱۹۴۷ء کو پٹیل نے ماؤنٹ بیٹن کو اس دن پارٹیشن کونسل کے اجلاس کی تفصیلات سے مطلع کیا جس میں قومی قرضے کے مسئلے پر غور کیا گیا تھا۔

۲۔ سیکرٹری کابینہ برائے عبوری حکومت پاکستان

۳۔ سیکرٹری کابینہ برائے حکومت ہندوستان

۴۔ ریفامز کمشنر برائے حکومت ہندوستان

۵۔ ماؤنٹ بیٹن کے آئینی مشیر

۱.۳۹

وائسرائے کے اعزاز میں سرکاری عشائیے کے موقعے پر قائداعظم کی تقریر[۱]

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

یور ایکسی لینسی - یور ہائنس - خواتین وحضرات

مَیں شاہِ برطانیہ کا جام صحت تجویز کرتے ہوئے بڑی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ یہ ایک انتہائی یادگار اور منفرد موقع ہے۔[۲] ہم اس دہلیز پر کھڑے ہیں جس کے آگے ہندوستان کے عوام کو مکمل اقتدار منتقل ہو جائے گا اور مقررہ روز یعنی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد اور خود مختار مملکتیں وجود میں آ جائیں گی۔ شاہِ برطانیہ کی حکومت کا یہ فیصلہ اس عظیم مقصد کی تکمیل ہے جو دولتِ مشترکہ کے قیام سے شروع ہوا تھا اور جس کا عندیہ یہ تھا کہ سلطنتِ برطانیہ کے تحت جتنے بھی ملک ہیں انہیں آزاد اور خود مختار کر دیا جائے تاکہ وہ اجنبی اقتدار کے تسلّط سے مبرا

ہو جائیں۔ جس وقت ہندوستان کی عنانِ حکومت عظیم اور نیک دل ملکہ وکٹوریہ نے اپنے ہاتھ میں لی تھی اور ایک اعلان[3] اور قانون[4] کے مطابق اور برطانوی تاج اور پارلیمان کے ذریعے سے اقتدار سنبھالا تو یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ برطانوی قوم کی دلی خواہش اور نیت واثق یہی ہے کہ ہندوستان کو بالآخر ایک خودمختار اور آزاد مملکت کی منزل تک پہنچا دیا جائے۔ میکالے[5] کے وقت سے اس پالیسی پر عمل درآمد یا اس اصول کے بارے میں کبھی کوئی شک وشبہ نہیں تھا البتہ یہ سوال باقی رہا کہ اس عمل کی شکل وصورت کیسی ہوگی اور یہ کب مکمل ہوگا۔ برطانوی شہنشاہیت کی چار پشتوں کے دور اقتدار میں آزادی دینے کی رفتار پر ردوکد اور اختلافِ رائے ہوتا رہا۔ اس اثناء میں متفرق مثبت اقدامات کئے گئے، اور کچھ فروگزاشتیں بھی ہوئیں لیکن ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ذہین انگریزوں اور برطانوی عمال حکومت نے ایک صدی سے زیادہ ہندوستان پر حکومت کا کام اپنی دانست کے مطابق نیک نیتی سے کیا اور زندگی کے کئی پہلوؤں میں اپنے روشن نشان چھوڑے۔ خاص طور پر ایک ایسا نظام عدل جو عوام کے حقوق اور آزادی کا ضامن اور محافظ ہے۔

یہ سعادت شاہ جارج ششم کے حصے میں آئی ہے کہ آج اس وعدے کو ایفا کر رہے ہیں جو ان کی پڑدادی نے برصغیر کی حکومت سنبھالتے ہوئے تقریباً ایک صدی پہلے کیا تھا۔ رضاکارانہ طور پر اقتدار منتقل کرنے اور اس ہندوستان کی عنان حکومت سے دست بردار ہونے کے عمل سے جو بجا طور پر تاج برطانیہ کا سب سے روشن وتابناک نگینہ تصوّر کیا جاتا تھا اور پاکستان اور ہندوستان کی دو آزاد مملکتیں قائم کرنے کے باعث شاہ جارج ششم کا عہد ایک تاریخ ساز دور کی حیثیت اختیار کرے گا۔ ایک ملک کی طرف سے دوسرے ملک کو اقتدار کی اس طرح رضاکارانہ اور مکمل منتقلی کی تاریخِ عالم میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہ دولتِ مشترکہ کے عظیم نصب العین کی تعبیر اور تکمیل ہے اور اسی لئے پاکستان اور ہندوستان بدستور دولتِ مشترکہ کے رکن رہیں گے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ہماری نظروں میں اس بلند نصب العین کی کتنی قدر ہے جو دولتِ مشترکہ کیلئے نشانِ راہ ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

اس موقع پر میں ہز ایکسیلینسی لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے مخاطب ہو کر یہ کہنا چاہوں گا کہ ۳ جون

کے منصوبے اور برطانوی پارلیمان اور شاہ برطانیہ کے ۱۸ جولائی کے منظور کردہ قانونِ آزادیٔ ہند کے متعین کردہ رہنما اصولوں اور پالیسی پر جس تندہی، خوش اسلوبی، وقار اور قابلیت سے آپ نے مخلصانہ طور پر عمل کیا ہے ہمارے دلوں میں اسکی بڑی قدر ہے۔ اگرچہ آپ ہندوستان کے آخری وائسرائے ہیں لیکن پاکستان اور ہندوستان دونوں آپ کو ہمیشہ یاد رکھیں گے اور آپ کا نام نہ صرف ان دونوں مملکتوں کی تاریخ میں روشن رہے گا بلکہ ایک ایسے شخص کے طور پر جس نے اپنے فرائض انتہائی عمدگی سے ادا کیے دنیا کی تاریخ میں بھی آپ ایک نیا باب رقم کریں گے۔

اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے مَیں وزیرِاعظم مسٹر ایٹلی، برطانیہ کی شاہی حکومت اور برطانوی پارلیمان اور سب سے بڑھ کر برطانوی قوم کیلئے جذبۂ استحسان کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جس نے برطانوی حکومت کی اس پالیسی کی گرم جوشی اور کشادہ دلی سے حمایت کی کہ ہندوستان کے عوام آزادی سے ہمکنار ہوں اور یہ کہ ہندوستان کے آئینی مسائل کا واحد حل اس کی پاکستان اور ہندوستان میں تقسیم ہے۔

یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اب ہمیں ایک نئے باب کا آغاز کرنا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ برطانیہ اور اپنے ہمسائے ہندوستان نیز دوسرے ممالک سے پُرخلوص اور دوستانہ تعلقات قائم کیے جائیں تاکہ ہم سب مل کر عالمی امن وخوشحالی کیلئے کام کرسکیں۔

اور اب خواتین وحضرات مَیں ہز میجسٹی شاہ جارج ششم کا جام صحت تجویز کرتا ہوں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۴۷

۲۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کی قائد کی تقریر کیلئے دیکھئے ''قائداعظم محمد علی جناح اسپیچز اینڈ اسٹیٹ منٹس'' (Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah, Speches & Statements) ۴۸-۱۹۴۷ء اسلام آباد، صفحات ۴۷-۵۰

۳۔ ۱۸۵۸ء میں ایک ایکٹ منظور کیا گیا جس میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ ہندوستان پر ملکہ کی اور ان کے نام پر حکومت ہوگی اور یہ کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سارے علاقے اور اختیارات ملکہ کے زیرِ تصرف ہوں گے۔ پہلے وائسرائے کیننگ (Charles Canning) نے یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو الہ آباد دربار میں ملکہ کا فرمان پڑھ کر سنایا۔

۴۔ ٹامس بابنگٹن میکالے "Thomas Babington Macaulay" (۱۸۰۰-۵۹) انگریز تاریخ دان، ادیب، مدبّر جس نے ۱۸۳۴ء میں اس ضابطۂ فوجداری کا مسودہ تیار کیا جسے ۱۸۶۰ء میں قانونی شکل دی گئی۔

۵۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۱

۱.۴۰

محمد علی جناح بنام بیورلی نکلز (Beverley Nichols)[۱]

(تار)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کی نیک خواہشات کا بہت شکریہ۔ سچائی اور اصولوں کی فتح ہوئی ہے۔ آپ ہی کے الفاظ میں پاکستان نہ صرف ہندوستان کے بلکہ دنیا کے نقشے پر ایک دھماکے کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ ہماری حق بجانب تحریک کی حمایت کرنے پر مَیں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ آپ کے ہندوستان آنے کا دلی خواہش مند ہوں۔

نیک تمناؤں کے ساتھ

(ایم اے) جناح[۲]

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۴۶
۲۔اس تار پر جناح کی طرف سے ان کے پرسنل اسسٹنٹ فرخ امین نے دستخط کیے۔

۱.۴۱

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[۱]

نئی دہلی

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

وائسرائے کے منصب پر اپنی تعیناتی کے اختتام پر آپ کو خدا حافظ کہتے ہوئے مَیں آپ کے تحمل، خوش اخلاقی اور مروّت کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کا اظہار آپ نے میرے ساتھ تمام مذاکرات اور گفت وشنید کے دوران کیا۔

مَیں محسوس کرتا ہوں کہ مذاکرات کی کامیابی بڑی حد تک ہمارے باہمی اعتماد اور خلوصِ نیت کا ثمرہ ہے۔

اگرچہ کل سے میرا واسطہ صرف ہندوستان سے رہے گا لیکن مَیں یہ کبھی نہیں بھول سکتا کہ پچھلے پانچ مہینوں میں بقیہ ہندوستان کے ساتھ ان علاقوں کی بھی ذمہ داری میرے کاندھوں پر رہی ہے جو اب پاکستان بن چکے ہیں۔ مَیں آپ کی اور پاکستان کی ہر ممکن کامیابی کا خواہش مند ہوں۔

اس خط کے ساتھ مَیں اور میری اہلیہ دو فوٹو گراف بھیج رہے ہیں جو ہماری مختصر لیکن یادگار رفاقت کی نشانی ہیں۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۹

۱.۴۲

کولمبیا براڈ کاسٹنگ سسٹم، لندن بنام محمد علی جناح[۱]

(تار)

لندن

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

مسٹر جناح، گورنر جنرل پاکستان، گورنمنٹ ہاؤس کراچی

انڈین پوسٹ آفس نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ آپ کے نشریے کے لئے کراچی تا پونا یا کراچی تا دہلی ٹیلیفون لائن کی سہولت مہیا نہیں کر سکتے۔ لہٰذا درخواست ہے کہ آپ نئی دہلی میں برٹش براڈ کاسٹنگ کمپنی کے دفتر سے رجوع فرمائیں تا کہ وہ ضروری سہولتیں فراہم کر سکیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کی تقریر جمعرات شام چھ بجے (گرینچ ٹائم) ریکارڈ ہو گی۔ تاہم پیش آمدہ دشواریوں کے سبب ہم نے بی بی سی نئی دہلی سے کہا ہے کہ ہم یہ تقریر چھ بجے شام کے بعد اولین فرصت میں

ریکارڈ کر سکتے ہیں۔

شکریہ

ایلن جیکسن (Allan Jackson)،

کولمبیا براڈ کاسٹنگ کمپنی

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۲

۱.۴۳

ڈی ایم ملک بنام محمد علی جناح [1]

کراچی

[۱۴ اگست ۱۹۴۷ء]

مائی ڈیئر قائداعظم صاحب

مَیں ان لاکھوں میواتیوں کی حالت زار کی جانب آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اس فیصلے سے دوچار ہیں [2] کہ یا تو وہ اپنا مذہب بدل لیں یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ صورتحال مختصراً یہ ہے:

الف) ضلع گڑگاؤں میں ڈیڑھ سو دیہات جل کر راکھ اور ایک لاکھ سے زیادہ افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔

ب) ریاست بھرت پور میں ایک سو ساٹھ دیہات آتشزنی کی نذر ہو گئے ہیں اور تقریباً سوا لاکھ افراد ضلع گڑگاؤں کی تحصیل فیروز پور جھرکہ کی طرف بھاگ گئے ہیں۔

ج) بتایا جاتا ہے کہ ریاست الور میں چار سو سے زیادہ دیہات جلا دیے گئے ہیں اور تقریباً ایک لاکھ افراد ترک وطن کر کے فیروز پور جھرکہ اور دہلی چلے گئے ہیں۔ دہلی میں تقریباً ۱۸۰۰۰/۱۵۰۰۰ افراد پناہ گزیں ہیں اور ان سب کیلئے ریلیف کیمپوں کی فراہمی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

د) ان لوگوں کے منصوبہ وار قتل کا مقصد مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی سب سے طاقتور جمعیت کا

قلع قمع کرنا ہے۔

مَیں آپ سے ملاقات کر کے آپ کی رہبری اور ہدایات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ ان حالات میں کیا راستہ اختیار کیا جائے۔

۱۔ اگر آپ کی ہدایت یہ ہو کہ انہیں اپنے گھروں کو واپس جانا چاہیے تو ایسی صورت میں اس مسئلے کو سلجھانے کے لئے متعلقہ ریاستوں اور انڈین یونین کی حکومت کے ساتھ مل کر کوئی راستہ تلاش کرنا ہوگا۔

۲۔ اگر یہ طے کیا جائے کہ وہ مسلمان ریاستوں کی طرف ترک وطن کر جائیں تو ایسی صورت میں ان بدقسمت لوگوں کو پناہ دینے کے سلسلے میں ان ریاستوں کے ساتھ مل کر ضروری انتظامات کرنا ہوں گے۔

لہٰذا ہمارے اہم مسائل حسبِ ذیل ہیں:

(الف) ان لوگوں کے خورد و نوش کے لئے سرمائے کی فراہمی

(ب) ان کی از سرِ نو بحالی یا نقل مکانی کا انتظام کرنا

نوابزادہ لیاقت علی خاں صاحب کی خصوصی درخواست پر مَیں نے دہلی صوبائی لیگ کی ایڈہاک کمیٹی کا چیئرمین بننا قبول کیا تھا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ یہ چند ہفتوں کیلئے عارضی انتظام ہے۔

پچھلے پانچ ماہ میں مَیں نے ان لوگوں کو ہر ممکن امداد مہیا کرنے کیلئے اپنا تمام وقت صرف کیا ہے۔ ایمانداری کی بات یہ ہے کہ مَیں کوئی ٹھوس کام نہیں کر سکا۔ میرا اصل منصوبہ یہ تھا کہ مَیں ہندوستان میں اپنا کاروبار ختم کر دوں اور پاکستان میں کچھ کارخانے لگاؤں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس شعبے میں جس میں مَیں نے اپنی تمام زندگی صرف کی ہے میں خود کو محدود رکھوں تو مسلمانوں کی بہتر خدمت کر سکوں گا۔ چنانچہ میری خواہش ہے کہ یہ اہم کام ایک مضبوط کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ اس کمیٹی میں پنجاب، یوپی اور دہلی سے ممبر مقرر کئے جائیں۔ ان سے کہا جائے کہ جب تک یہ مسائل اطمینان بخش طور پر حل نہ ہو جائیں وہ میوات یا دہلی میں رہیں۔

آپ نے مجھے ازراہ کرم یہ اجازت دی ہے[۳] کہ اس معاملے کو پیش کرنے کے لئے مَیں

۱۳ تاریخ کے بعد کراچی آؤں۔

ان امور پر تبادلۂ خیال کیلئے اگر آپ اب مجھے جلد ملاقات کا موقع عطا فرمائیں تو مَیں بہت ممنون ہوں گا۔ مَیں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد دہلی واپس آ جاؤں۔ جلد ملاقات کی امید میں مَیں نے ۱۶ تاریخ کا واپسی کا ٹکٹ لے لیا ہے۔

براہ کرم جواب سے سرفراز فرمائیں

احترام کے ساتھ
آپ کا مخلص
ڈی ایم ملک

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۸

۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۵۳

۳۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۲

پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات[1]

(ادارتی نوٹ)

اہم سیاسی جماعتوں کے اختلافات سے جو فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوئی تھی وہ ہندوستان کو تقسیم کرنے اور برطانیہ کے ہندوستان چھوڑ دینے کے فیصلے سے کم نہیں ہوئی۔ فرقہ وارانہ فسادات شدّت اختیار کرتے گئے اور بالآخر قتلِ عام کی صورت پیدا ہوگئی۔ قانون کے پابند اور امن پسند لوگوں میں اس صورتحال پر سخت اضطراب اور سراسیمگی تھی۔

بے لگام عناصر، جن میں کسی خاص فرقے کی قید نہیں تھی، بلا روک ٹوک فرقہ وارانہ تشدّد برپا کرتے رہے اور دوسروں کو اکساتے رہے۔ گویا آزادی کا انتظار آپس کے پرانے حساب چکانے کی خاطر تھا۔ انتہا پسند میدان میں نکل آئے اور حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ خود قائداعظم کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا جانے لگا۔

مختلف فرقے باہم دست و گریباں ہونے کی جو تیاریاں کر رہے تھے وہ رخصت ہونے والے حکمرانوں سے مخفی نہیں تھیں لیکن انہوں نے اس صورتِ حال سے چشم پوشی کرنا اور اسے اہمیت نہ دینا مناسب سمجھا۔ وہ کوئی فیصلہ کن اقدام کرنے سے گریز کر رہے تھے۔ حکمرانوں کے اس رویّے سے قائداعظم یقیناً پریشان اور مایوس ہوئے ہوں گے کیونکہ سیاسی مقاصد کیلئے طاقت کے استعمال کی انہوں نے پہلے ہی مذمت کی تھی۔[2] انہوں نے تو وائسرائے سے یہ تک کہہ دیا تھا ''آپ کی گولی کا نشانہ مسلمان بھی بنتے ہیں تو مجھے پروا نہیں، اِن (فسادات) کو ہر حال میں روکنا ہوگا۔[3]''

امن پسند شہریوں کیلئے آزادی کا انتظار امید اور خوف کے ملے جلے جذبات پر مبنی تھا۔ اقلیتی فرقے فساد کے خطرے سے سراسیمہ تھے۔ بے لگام عناصر بلا لحاظ فرقہ و مذہب و ملّت کسی

باز پُرس کے بغیر دندناتے پھر رہے تھے۔ برطانوی راج کے خاتمے پر جس پیمانے پر منظم قتلِ عام ہوا وہ بلاشبہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کا نتیجہ تھا۔ صورتحال کی تفصیلی رپورٹیں جو اضلاع سے بھیجی گئی تھیں وہ صوبائی حاکموں سے آگے نہیں پہنچیں[۴] اور جو رپورٹیں گورنر وائسرائے کو بھیجتے تھے ان کا مدعا یہی ہوتا تھا کہ سنگین صورتِ حال سے نبٹنے کیلئے کسی مثبت اقدام کے بجائے کسی طرح انگریز بِلا الزام ہندوستان سے رخصت ہو جائیں۔ نتیجتاً جانشین حکومتوں پر کیا گزرتی ہے یہ ان کی بَلا جانے۔ باؤنڈری فورس کے متعلق رپورٹوں سے ان کی نا اہلی عیاں ہو جاتی ہے۔

فرقہ واریت کے جراثیم سے متاثر ہو کر اخبارات نے بھی حقیقت پسندی اور غیر جانبداری کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ اخبارات میں اپنے فرقے پر ہونے والے مظالم کو بڑھا چڑھا کر اور جو ستم اپنوں نے ڈھائے ہوتے انہیں گھٹا کر بیان کیا جانے لگا تھا اور خطاوار ہمیشہ دوسروں کو ہی ٹھہرایا جاتا۔

لاہور کے گورنمنٹ ہاؤس اور نئی دہلی میں وزارتِ داخلہ کو قائد سے زیادہ فرقہ وارانہ صورتحال کی معلومات حاصل تھیں اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ برطانوی حکومت کے خاتمے پر کیا ہونے والا ہے۔ تفصیلات بیان کرنا اس باب کے دائرے سے باہر ہے۔ اس مقصد کے لئے دونوں جانب کے اخبارات میں شائع شدہ رپورٹیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس باب میں صرف ان دستاویزات کا انتخاب کیا گیا ہے جن سے فرقہ وارانہ صورتحال کا طائرانہ جائزہ لیا جا سکتا ہے یا اُن مسائل کی نشاندہی ہوتی ہے جن کا علم قائد کو مراسلوں، جماعتی کارکنوں یا اخبارات کے ذریعے ہوا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳

۲۔ جناح پیپرز جلد اوّل/حصہ اوّل۔ دستاویز نمبر ۳۷۶

۳۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۲۱

۴۔ نیشنل ڈاکیومینٹیشن سنٹر اسلام آباد کی رپورٹ ''Disturbances in the Punjab, 1947'' مطبوعہ ۱۹۹۵ء

۲.۱

پنجاب میں ہنگاموں کا امکان[۱]

(ڈائریکٹر اِنٹیلی جینس[۲] کی رپورٹ پر وائسرائے کے عملے کا نوٹ[۳])

۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اگر باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ میں ننکانہ صاحب کو (جو لاہور سے بارہ میل شمال میں واقع ہے) مشرقی پنجاب میں شامل نہ کیا گیا تو سکھ بڑے پیمانے پر ہنگامہ آرائی کا ارادہ رکھتے ہیں۔[۴]

اطلاع ملی ہے کہ سکھوں کا قصد ہے کہ وہ یہ کارروائی ۷ اگست یا اس کے آس پاس کی تاریخوں میں شروع کر دیں۔ مقررہ تاریخ سے دس دن پہلے لوگوں کو بھڑکانے کے لئے بڑے بڑے جلوسوں کا اہتمام کیا جائے گا۔ یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ سکھوں نے بڑی تعداد میں اسلحہ اکٹھا کر لیا ہے۔ یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ مسلمان بھی سکھوں کی تیاریوں سے بخوبی واقف ہیں اور خود بھی دفاعی تیاریاں کر رہے ہیں۔

دونوں جانب سے کوشش کی جا رہی ہے کہ متعلقہ علاقوں میں جو افواج متعین ہیں، انہیں اپنا حمایتی بنایا جائے گو ابھی تک اس کام میں انہیں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ تاہم بعض فوجی دستوں سے مدد کے وعدے وصول ہوئے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۴

۲۔ نارمن اسمتھ (Norman Smith)

۳۔ وائسرائے کے عملے کے پینسٹھویں اجلاس میں ماؤنٹ بیٹن نے اس نوٹ کی منظوری دی تاکہ اسے اگلے دن پارٹیشن کونسل کے اجلاس میں پیش کیا جا سکے۔

۴۔ ۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو پروویژنل جوائنٹ ڈیفینس کونسل (Provisional Joint Defence Council) کے دوسرے اجلاس میں یہ نوٹ وائسرائے نے تقسیم کیا تھا۔

۲.۲

ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

خفیہ

گورنمنٹ ہاؤس۔لاہور

۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

۱۴ جولائی کو جب مَیں نے اپنا پندرہ روزہ مراسلہ بھیجا تھا[2] اس وقت سے نہ ہی لاہور میں فرقہ وارانہ صورتِ حال بہتر ہوئی ہے اور نہ امرتسر میں۔ ۱۰ جولائی کو لاہور کی نارتھ ویسٹرن ریلوے ورکشاپ میں جو ہنگامہ برپا ہوا تھا اس سے فساد میں مزید اضافہ ہوا ہے جیسا کہ اس طرح کے واقعات میں ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔ آتش زنی، چھرا گھونپنے اور بم پھینکنے کے واقعات روزانہ کا معمول بن گئے ہیں۔ ۱۹ اور ۲۲ جولائی کے درمیان لاہور اور اس کے نواحی علاقوں میں بم کے چھ بڑے دھماکے ہوئے۔ پہلا بم مزدوروں سے بھرے ہوئے ٹرک پر پھینکا گیا لیکن خوش قسمتی سے کوئی زخمی نہیں ہوا۔ اسی دن ایک اور جگہ اسی قسم کا دوسرا سانحہ ہوا جس میں لوگ بڑی تعداد میں زخمی ہوئے۔ تیسرا واقعہ ۲۰ جولائی کو باغبانپورہ کے قریب جب مسلمان پھل خرید رہے تھے ان پر بم پھینکنے کا ہوا۔ چوتھا واقعہ ۲۱ جولائی کو ایک سینما میں بم پھینکنے کا تھا اور ۲۲ جولائی کو لاہور اور مغل پورہ کے ریلوے اسٹیشنوں پر بم پھینکنے کا علی الترتیب پانچواں اور چھٹا واقعہ پیش آیا۔ ۲۰، ۲۱ اور ۲۲ جولائی کے واقعات میں لوگوں کی بڑی تعداد متاثر ہوئی۔ خطاوار ہندو اور سکھ ہیں اور خوش قسمتی سے ہم نے ان میں سے پانچ چھ ملزموں کو گرفتار بھی کر لیا ہے۔ سانحہ مغلپورہ کے انتقام میں مسلمانوں نے ۲۲ جولائی کو ہربنس پورہ کے قریب مزدوروں کی ایک ٹرین روک لی اور بہت سے غیر مسلموں کو قتل کر دیا۔ لاہور میں ایسے مشتعل جذبات پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے۔ اس صورتحال میں یہ بات غنیمت رہی کہ اس مرتبہ آتش زنی سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔

امرتسر میں بم پھینکنے کے کئی واقعات رونما ہوئے اوران میں سے بدترین سانحہ سیشن کورٹ میں پیش آیا جہاں ۴۸ افرادزخمی ہوئے۔اس عدالت میں فسادات سے متعلق قتل کے مقدموں کی پیشی تھی اور شاید بم اسی لئے پھینکا گیا تھا کہ بعض مجرموں اور وہاں موجود مسلمانوں کو ہلاک کر دیا جائے۔اس حادثے میں ۴۶ مسلمان، ایک ہندواور ایک سکھ زخمی ہوا۔ بعد میں دو مسلمان فوت ہو گئے۔

۲۔لاہوراورامرتسر کے شہروں سے باہراور جالندھر۔ہوشیار پوراور فیروز پور۔لاہور کی سرحدوں پر اورامرتسراور گورداسپور کے دیہات میں صورتحال تشویش ناک ہے۔امرتسر کے دیہات سے بعض سنگین واقعات کی خبریں ملی ہیں۔مسلمانوں کومختلف طریقوں سے قتل کیا گیا ہے۔بم پھینکنے کے کئی واقعات رونما ہوئے ہیں۔ایک ٹرین پر گولیاں چلائی گیئں ۔گورداسپور میں مسلمانوں کے دیہات پر حملے کئے گئے اورایک ٹرین کوروک لیا گیا۔ہوشیار پور میں بھی دوتین بستیوں پر حملے ہوئے ہیں جن میں جالندھر کے دیہاتی ملوّث ہیں ۔مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہوشیار پور کے ایک چھوٹے قصبے گڑھ شنکر میں باقاعدہ فساد برپا ہوگیااور کئی جگہ آگ لگائی گئی۔ضلع لاہور میں بہت سے دیہات متاثر ہوئے ہیں اور ممکن ہے کہ قصور کے راستے فیروز پور میں بھی فساد کی آگ بھڑک اٹھے جہاں سے ایسے کئی واقعات کی خبر مل چکی ہے۔معلوم ہوا ہے ان تمام دیہی علاقوں میں سکھوں ہی نے پہل کی۔میرااندازہ ہے کہ انہوں نے تیاریاں کررکھی ہیں جن کا اظہار قبل از وقت ہورہا ہے۔ لوگوں کی کثیر تعداد کے پاس بم موجود ہیں اور بہت سے لوگوں کے پاس آتشیں اسلحہ بھی ہے۔کچھ روز پہلے ترن تارن گرداوری سے ملحقہ ایک عمارت میں زبردست دھماکہ ہوا۔غالباً بموں کا ایک ذخیرہ پھٹ پڑا تھا۔بموں کی تعداد چھ سات سے ڈیڑھ سو تک بتائی جاتی ہے۔بعد میں تلاشی کے وقت آتش گیر مادہ، بموں کے خول اور دو ریوالور ملے۔پنجاب کے مختلف حصّوں میں بہت کشیدگی پائی جاتی ہے جہاں کئی وارداتیں بھی ہوئی ہیں۔گڑگاؤں میں افواج کی موجودگی کی وجہ سے صورتحال پرسکون ہے۔

۳۔گزشتہ پندھرواڑے میں سکھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ۲۷ جولائی کوضلع شیخوپورہ میں واقع قصبے

ننکانہ صاحب میں ایک بڑا جلسہ منعقد کریں گے جس میں وہ مغربی اور مشرقی پنجاب کی حد بندی کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کریں گے۔ چونکہ یہ اجتماع بہرحال سیاسی نوعیت کا ہونا تھا لہٰذا مَیں نے فیصلہ کیا کہ ضلع شیخوپورہ میں عام جلسوں پر (ماسوا مذہبی جلسوں کے) جو پابندی ہے اس کی تعمیل کرائی جائے۔ پولیس اور فوج کی خاصی نفری استعمال کی گئی۔ ننکانہ صاحب کے تمام راستوں پر چوکیاں قائم کر دی گئیں۔ جلسے کے غیر قانونی ہونے کی تشہیر وسیع پیمانے پر کی گئی۔ بسوں کو روک دیا گیا اور متعدد ریلوے اسٹیشنوں پر (بمع ننکانہ صاحب) ٹکٹوں کا اجراء بند کر دیا گیا۔ ننکانہ صاحب ایک زرعی قصبہ ہے جس میں سکھوں کی اچھی خاصی آبادی ہے اور ۲۷ جولائی سے کئی دن پہلے ہی سکھ بڑی تعداد میں گردوارے میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ چنانچہ اس دن اچھا خاصا مجمع ہو گیا جس میں باہر سے آنے والے لوگوں کی تعداد پندرہ سو تا دو ہزار بتائی جاتی ہے۔ گمان یہ ہے کہ گردوارے کے اندر تقریریں کی گئیں اور احتمال یہ تھا کہ شدید سول نافرمانی کی تحریک شروع ہو جائے گی۔ ننکانہ صاحب کے جلسے پر پابندی کے خلاف احتجاج کے طور پر امرتسر کے سکھوں نے ابھی سے جلوسوں پر پابندی کی خلاف ورزی شروع کر دی ہے اور جو رہنما ننکانہ صاحب میں موجود تھے وہ، جیسی کہ توقع تھی، برہم بیٹھے ہیں۔ بہرحال شام ہونے پر انہوں نے انتظامیہ کو اطلاع دی کہ وہ خاموشی سے چلے جائیں گے اور ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ اگر وہ ایسا کریں تو وہ انہیں ۲۸ کی صبح والی میٹنگ کیلئے گردوارے میں داخل ہونے سے نہیں روکیں گے۔ ۲۷ اور ۲۸ کی رات کو گیانی کرتار سنگھ بھیس بدل کر ننکانہ صاحب پہنچے اور انہوں نے مقامی سمجھوتے کو مسترد کر دیا۔ اس ڈر سے کہ حالات سنگین نہ ہو جائیں، مَیں نے ۲۸ جولائی کو ڈپٹی کمشنر اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کو ننکانہ صاحب بھیج دیا۔ خوش قسمتی سے گردوارے میں موجود سکھ اس دن پُرامن طور پر منتشر ہو گئے اور اس وجہ سے پولیس اور فوج کی چوکیاں ہٹا لی گئیں۔ اصولی طور پر ہمارا یہ مقصد پورا ہو گیا کہ دیہات میں ایک بڑا اجتماع ہونے سے روکا جائے اور سکھوں پر واضح کر دیا جائے کہ سرحد بندی سے متعلق اجتماعی مظاہرے کرنا مناسب نہیں۔ سکھوں کا ارادہ ہے کہ ۵ اگست کو پورے پنجاب

میں ہڑتال کریں۔ دراصل وہ الجھن میں ہیں اور برہم ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔

آپ کا مخلص

ای ایم جنکنز

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۵
۲۔ اس مراسلے میں جنکنز نے لاہور، امرتسر، گڑگاؤں اور ہوشیار پور کے اضلاع میں فسادات کی صورتحال پر رپورٹ دی۔ لاہور کی نارتھ ویسٹرن ریلوے ورکشاپ کی سکھ کینٹین کے باہر بم کا دھماکہ ہوا اور اس کے بعد خنجروں سے لڑائی شروع ہوگئی جس میں زیادہ تر سکھ مارے گئے۔
۳۔ ملفوفہ

۲.۲ کا ملفوفہ

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام جان شارٹ (John Short)[۱]

وائسرائے ہاؤس۔ نئی دہلی

۳ مئی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر شارٹ

(پہلا پیرا حذف کر دیا گیا)

۲۔ مجھے سکھ اچھے لگتے ہیں اور بلدیو سنگھ سے تو کئی مرتبہ مل چکا ہوں۔ پٹیالہ، فرید کوٹ، نابھا، کپورتھلہ (کے مہاراجوں) سے بھی واقف ہوں اور ماسٹر تارا سنگھ اور گیانی کرتار سنگھ کے ساتھ تو لمبی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ وہ لوگ جنگی تیاریوں کیلئے پچاس لاکھ روپے کا چندہ اکٹھا کر رہے ہیں اور خانہ جنگی کے لئے مسلح ہو رہے ہیں۔ ان کا مطالبہ (پنجاب کی) تقسیم ہے اور وہ اپنے حق سے زیادہ علاقہ مانگ رہے ہیں۔ مَیں مختلف علاقوں میں فرقوں کی اکثریت کے مطابق ہی عمل کر سکتا ہوں لیکن سکھ اپنی غیر منقولہ جائیداد کی اہمیت پر زور دے رہے ہیں۔

۳۔ مَیں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ جب تک مَیں یہاں ہوں، اگر انہوں نے لڑائی شروع کی تو ان

کا مقابلہ مجھ سے ہوگا کیونکہ مَیں کسی کو حکومت کی بالادستی کو للکارنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۴۔ دراصل مجھے امید ہے کہ اگر انہیں سکھستان یا اس سے قریب تر کوئی چیز مل جائے تو کچھ دیر بعد ان کے تعلقات پنجاب سے اتنے اچھے ہو جائیں گے کہ شاید وہ اس میں شامل بھی ہو جائیں کیونکہ پنجاب کی تقسیم اس صوبے کیلئے مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔

آپ کا مخلص

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ اسٹیفورڈ کرپس (Stafford Cripps) کے پرسنل اسسٹنٹ

۲.۳

ایون جنکنز کی یادداشت[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔ لاہور

۴ اگست ۱۹۴۷ء

۱۹۴۷ء کے فسادات کے سلسلے میں حکومتِ پنجاب کے طریقۂ کار پر کانگریس نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ جب گورنر جنرل ۲۰ جولائی کو تشریف لائے تھے تو ان کی خواہش تھی کہ مَیں ان اعتراضات پر اپنا تبصرہ پیش کروں۔

۲۔ خاص خاص اعتراضات درجِ ذیل ہیں:

الف) انگریزوں نے ۱۹۴۲ء کے ہنگاموں کو بآسانی کچل دیا تھا لیکن ۱۹۴۷ء کے فسادات پر قابو پانے میں ناکام ہو گئے ہیں۔

ب) انگریز عہدیدار لاپروا اور نااہل ہیں اور انہوں نے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالی ہے کہ چونکہ وہ خود تو رخصت ہونے والے ہی ہیں، لہٰذا قتل، آتش زنی، اور لوٹ مار کے واقعات چنداں اہمیت نہیں رکھتے۔

ج) پنجاب کے ان اضلاع میں صورتحال زیادہ خراب رہی ہے جہاں انگریز عہدیدار تعینات تھے۔ ہندوستانی عہدیدار امن وامان قائم کرنے میں زیادہ کامیاب رہے ہیں۔

د) نہرو کے خیال میں کانگریس کی حکومتوں کو اپنے اپنے صوبوں میں فسادات پر قابو پانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی جبکہ سب سے زیادہ خراب حالات پنجاب میں ہیں جو ابھی تک ''انگریزی راج'' کے تحت ہے۔

ہ) شہروں میں، خاص طور پر لاہور اور امرتسر میں، آگ بجھانے والا محکمہ نا اہل اور ناکارہ ہے۔

و) مجسٹریٹ صاحبان اور پولیس نہ صرف نا اہل بلکہ جانبدار بھی ہیں اور یہ کہ پولیس کی شہ پر بلکہ ان کی شرکت سے قتل، آتش زنی اور لوٹ مار کی وارداتیں سرزد ہوتی ہیں۔

ز) کم از کم لاہور میں تو یقیناً اور دوسری جگہوں پر بھی موقع کے لحاظ سے مارشل لاء نافذ ہونا چاہیے تھا۔

انتظامیہ پر کڑی تنقید یں صرف کانگریس تک ہی محدود نہیں بلکہ مسلم لیگ[۲] بھی اس میں شامل ہے۔ لیکن سوائے مجھ پر جانبداری کا الزام لگانے کے[۳] انہوں نے کسی مخصوص واقعے کی نشاندہی نہیں کی ہے۔

۳۔ ان اعتراضات کے صرف دو مختصر جواب ہیں۔ اولاً تو پنجاب میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی اہمیت کو یہ نکتہ چیں سمجھ ہی نہیں سکے۔ ہمارا سامنا کسی معمولی سیاسی مظاہرے یا فرقہ وارانہ تشدّد سے نہیں ہے بلکہ یہ مختلف فرقوں کے درمیان اس اقتدار کے لئے کشمکش ہے جو ہم عنقریب چھوڑنے والے ہیں۔ اقتدار کی اس فرقہ وارانہ جنگ پر، جس نے آبادی کے تمام طبقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، عام معیاروں کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں پرانی وابستگیاں ختم اور نئی دوستیاں جنم لے رہی ہیں اور ایک انقلاب کے اثرات بھی نمایاں ہو رہے ہیں۔ ثانیاً یہ نکتہ چیں جو صورتحال پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں خود بھی حالات بگاڑنے میں برابر کے شریک ہیں۔ فسادات کے دوران نہرو، پٹیل اور بلدیو سنگھ نے پنجاب کے مختلف حصوں کا دورہ کیا تھا۔ بظاہر تو ان کا یہ دورہ مرکزی حکومت کے ارکان کی حیثیت میں تھا لیکن حقیقتاً یہ دورہ انہوں نے فرقہ وارانہ رہنماؤں کے

طور پر کیا تھا۔ میری معلومات کے مطابق انہوں نے اپنے اس دورے میں کسی اہم مسلمان سے ملاقات نہیں کی۔ نہرو تو کچھ متوازن اور معقول سے تھے لیکن بلدیو سنگھ نے کم از کم دو موقعوں پر شدید فرقہ وارانہ اشتعال پھیلایا اور پٹیل کے گڑ گاؤں کے دورے سے یہ تاثر پیدا کیا گیا کہ جیسے اس ضلعے میں ہندو مسلمانوں کے مظالم کا شکار ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اسی طرح جب لیاقت علی خاں یا غضنفر علی خان نے پنجاب کا دورہ کیا تو ان کا مقصد انتظامیہ کی نہیں بلکہ مسلمانوں کی مدد کرنا تھا۔ جب ایک ہندو رہنما (فسادات کے حوالے سے) ''انتہائی بے رحمی'' سے کام لینے یا ''مارشل لاء'' کی بات کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنایا جائے۔ مسلمان اس قسم کی اصطلاحیں کم ہی استعمال کرتے ہیں۔ بہر حال تمام فرقے چاہے وہ مسلمان ہوں، ہندو ہوں یا سکھ اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے پر مُصِر ہیں۔ حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان فسادات کی تنظیم اور مالی اعانت کسی حد تک انہی حضرات یا اداروں کے ہاتھوں ہو رہی ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ مسلم لیگ، کانگریس یا اکالی پارٹی کے تحت ہیں۔ اسکی تصدیق خفیہ اداروں کے روزنامچوں اور اس ہمدردی سے ہوتی ہے جس کا اظہار کچھ معزز لوگ خاص طور پر ہندو اپنے فرقے کے مشتبہ لوگوں کے بارے میں کرتے نظر آتے ہیں۔

(تحتی پیرا حذف کر دیا گیا)

۴۔ان اعتراضات کا تفصیلی جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ پنجاب کے پس منظر پر ایک طائرانہ نظر ڈال لی جائے۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۲ء تک پنجاب پر مقامی مسلم رہنما چھائے رہے اور ان کا اثر و رسوخ اتنا تھا کہ وہ مسلم لیگ کی پالیسی پر اگر پوری طرح نہ سہی پھر بھی خاصی حد تک اثر انداز ہوتے رہے۔ یہ رہنما اچھی طرح جانتے تھے کہ پنجاب جو اس وقت ہے یا جو ۱۵ اگست تک رہے گا اس پر کوئی فرقہ وارانہ جماعت چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم حکومت نہیں کر سکتی۔ لہٰذا انہوں نے یونینسٹ نظریے کو نمو دی یعنی ایک متحدہ پنجاب جس پر یونینسٹ پارٹی کی حکومت ہوگی جس میں مسلم رہنماؤں کے تحت ہر فرقے کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔ جوں جوں مسلم لیگ زور پکڑتی گئی

یونینسٹ مسلمان تذبذب کا شکار ہوتے چلے گئے ۔ چونکہ وہ پاکستان کے مطالبے کی نفی نہیں کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے اسے ایک ایسا خارجی مسئلہ قرار دینا چاہا جس کا پنجاب سے کوئی براہِ راست تعلق نہیں تھا۔لیکن ابتداء ہی سے یہ واضح ہو چکا تھا کہ پاکستان (پنجاب کا) انتہائی اہم داخلی معاملہ ہے اور جلد یا بدیر پنجابی مسلمانوں کو اسے کلیتاً قبول کر کے لیگ میں شامل ہونا پڑے گا یا پھر اسے مسترد کر کے ہی یونینسٹ نظریے پر قائم رہنا ہوگا۔۱۹۴۲ء کے آخر میں سر سکندر حیات خان کی وفات کے بعد یونینسٹ پارٹی میں شکست وریخت شروع ہوگئی۔۱۹۴۵-۴۶ء کے الیکشن تک ، جو انتہائی فرقہ وارانہ خطوط پر لڑا گیا، یونینسٹ حکومت ملک خضر حیات خان کی سربراہی میں جوں توں چلتی رہی۔اس الیکشن میں صرف آٹھ یا نو یونینسٹ مسلمان منتخب ہو سکے اور ایک یا دو یونینسٹ ہندوؤں کے علاوہ باقی سب ہندو شکست کھا گئے یا کانگریس میں شامل ہو گئے ۔اسی طرح سکھ یونینسٹ بھی سکھ پنتھک پارٹی میں شامل ہو گئے ۔ پنجاب میں جس صورتحال کو ایک عرصے سے ٹالا جارہا تھا اب بدترین شکل میں سامنے آ کھڑی ہوئی۔باڑ کی ایک جانب سارے مسلمان اور دوسری جانب سارے غیر مسلم اکٹھے ہو گئے ۔اگر مسلم لیگ اور کانگریس یا پنتھک پارٹی کے درمیان کوئی حقیقی اتحاد ہو جاتا تو شاید حالات پر قابو پا لیا جاتا۔لیکن فرقہ وارانہ جذبات بہت بھڑک چکے تھے اور پنجاب میں مسلم لیگ اور کانگریس دونوں ہی بیرونی ہدایات کی پیروی کر رہی تھیں ۔تین کروڑ آبادی کا یہ علاقہ بالآخر کل ہند سیاست کی دلدل میں پھنس گیا۔ پنجابی پنجابی نہ رہے بلکہ مسلمان ، ہندو اور سکھ بن گئے ۔صرف سکھوں نے اپنی سیاسی آزادی برقرار رکھی ۔ بالآخر ملک سر خضر حیات خان ٹوانہ کی سربراہی میں کانگریس ،پنتھک پارٹی اور یونینسٹ پارٹی کے باقی ماندہ لوگوں میں ایک عارضی اتحاد قائم ہو گیا۔

مارچ ۱۹۴۶ء میں نئی مخلوط وزارت نے کام شروع کیا۔۸ اپریل ۱۹۴۶ء کو جب مَیں نے بطور گورنر اپنا عہدہ سنبھالا تو وزارت اسمبلی میں بجٹ اجلاس نمٹا چکی تھی لیکن اس نے قانون سازی کا کوئی کام نہیں کیا تھا۔وزراء کو نہ خود پر اعتماد تھا نہ ایک دوسرے پر۔ مسلم لیگی حزب اختلاف انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتی تھی اور اس سے ان کا کوئی رابطہ نہیں تھا۔حقیقت یہ ہے کہ جب اس

وزارت نے مارچ ۱۹۴۷ء کو استعفیٰ دیا تو اس وقت فقط میں ہی حکومت کا وہ رکن تھا جو حزب اختلاف کے ارکان سے کھلے بندوں مل سکتا تھا۔

۱۹۴۶ء کے دوران مخلوط وزارت توقع سے بہتر کام چلاتی رہی اگرچہ وزراء اسمبلی کے اجلاس سے خوفزدہ تھے۔ جب جولائی ۱۹۴۶ء میں دستور ساز اسمبلی کے الیکشن کیلئے اجلاس بلانا ناگریز ہوگیا تو ضروری کارروائی کے بعد انہوں نے اپنی مختصر اکثریت استعمال کر کے اجلاس ملتوی کرادیا۔ یہ لوگ آئین سازی سے اجتناب کرنے اور حزبِ اختلاف کو آئینی مقابلے کے مواقع فراہم نہ کرنے میں ماہر تھے۔ طرفہ یہ کہ حزبِ اختلاف کے ارکان کو معمولی باتوں پر برہم کر دیا کرتے تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ وزارت کے خلاف مسلم لیگ کی زیادہ تر شکایتیں غلط یا مبالغہ آمیز ہوا کرتی تھیں لیکن انہیں ہراساں کرنے کے لئے جو حربے استعمال کئے جا رہے تھے اور ان کے ساتھ جو نامناسب سلوک روا رکھا جا رہا تھا اس کے بارے میں ان کی شکایتوں میں کچھ سچائی بھی تھی۔ سب سے بڑی اکثریتی جماعت کو وزارت سے محروم رکھ کر اپنی باری کیلئے ایک غیر معینہ مدّت تک انتظار کرنے کیلئے مجبور کیا گیا تھا۔

ان دھماکہ خیز حالات میں بمبئی، کلکتہ، نواکھالی، بہار اور مغربی یوپی کے اضلاع اور صوبہ سرحد سے وسیع پیمانے پر فرقہ وارانہ فسادات کی خبروں نے یہاں اضطراب پھیلا دیا۔ مخلوط وزارت نے سخت اقدامات کئے۔ موسم گرما کے شروع میں جب امرتسر اور ملتان میں کچھ ہنگامے ہوئے تو ان سے مؤثر انداز میں نمٹا گیا اور جب سال کے آخر میں لدھیانہ اور روہتک میں سنگین وارداتیں ہوئیں تو انہیں فوراً سختی سے کچل دیا گیا۔ روہتک کے فسادات دراصل مغربی یوپی کے واقعات کا نتیجہ تھے اور انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔ اس مرحلے پر پورے پنجاب میں ایک خانہ جنگی کی فضا پیدا ہوگئی تھی اور ایک ناگزیر مقابلے کے لئے تمام فرقے اسلحہ جمع کر رہے تھے۔ ان حالات میں نومبر ۱۹۴۶ء میں پنجاب پبلک سیفٹی آرڈیننس کا نفاذ وزارت کی سوچ کا غماز تھا۔ وزارت نے محسوس کیا کہ فرقہ وارانہ کشمکش میں ''نجی لشکر'' بہت اہم کردار ادا کریں گے۔ ان میں مسلم لیگ نیشنل گارڈز اور راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ بہت نمایاں تھیں اور ان کے ارکان کی

تعداد میں تیزی سے اضافہ ہورہا تھا۔ سکھوں کو اکالی سینا جو ۱۹۴۰ء میں ختم کر دی گئی تھی، بحال کرنے کے لئے کسی بہانے کی تلاش تھی۔ جنوری ۱۹۴۷ء میں حکومت نے کرمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ (Criminal Law Amendment Act) ۱۹۰۸ء کے تحت مسلم لیگ نیشنل گارڈز اور راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ پر پابندی لگادی۔ مَیں نے اس اقدام کا بہت پہلے مشورہ دیا تھا اور جب جنوری میں اس کا فیصلہ ہوا تو میں نے فوراً منظوری دے دی۔

مسلم لیگ نیشنل گارڈز پر پابندی کے نتیجے میں مسلم لیگ نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کردی۔ یہ تحریک دراصل ۱۹۲۰ء کی دہائی میں کانگریسی تحریکوں کے نمونے پر شروع کی گئی جن کا مقصد حکومتِ وقت کو ہٹانا ہوتا تھا جو یقیناً ایک غیر آئینی طریقۂ کار ہے۔ شہری آزادیوں کے دفاع کا نعرہ مظاہرین کے اصل ارادوں کی پردہ پوشی نہیں کرسکا۔ فروری کے وسط میں وزارت نے مسلم لیگ کے ساتھ مفاہمت کا فیصلہ کیا اور ۲۶ فروری کو اس کو عملی جامہ پہنا دیا گیا۔ اس تحریک نے لوگوں کو قانون شکنی پر مائل کیا اور مظاہرین کی خودسری سے غیر مسلم حواس باختہ ہوگئے۔

اس اثناء میں برطانوی حکومت نے ۲۰ فروری کو اپنے اس ارادے کا اعلان کیا کہ وہ ۳۰ جون ۱۹۴۸ء تک ہندوستان کو خیرباد کہہ دے گی اور اقتدار ایک جانشین حکومت یا ان جانشین حکومتوں کو سونپ دے گی جن کا اُس وقت تک تعیّن نہیں ہوا تھا۔ مسلمان بے چین تھے اور پاکستان کے لئے پورے پنجاب پر قبضہ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے تھے۔ اُدھر غیر مسلموں نے بھی فیصلہ کرلیا کہ وہ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

مخلوط وزارت نے جو سول نافرمانی کی تحریک کے سبب ڈگمگا گئی تھی اور جسے ۲۰ فروری کے اعلان نے دل شکستہ کردیا تھا یہ فیصلہ کیا کہ بجٹ کے اجلاس سے نمٹنے کے بعد یا اس اجلاس کے دوران ہی وزارت میں جماعتی نمائندگی میں ردّوبدل کیا جائے۔ کم ازکم وزیراعلیٰ کا ارادہ یہی تھا اور ان کے دوسرے ساتھی بھی اس پر آمادہ تھے۔ لیکن اچانک ۳ مارچ کو وزیراعلیٰ نے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا جس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی ۔ یہ فیصلہ انہوں نے شام کو کیا اور ۳ مارچ کو فنانس اور ڈویلپمنٹ کے وزراء سے ملنے کے بعد (جو خود بھی وزیراعلیٰ کے فیصلے پر حیران تھے) میں نے

ممدوٹ کو بلا بھیجا اور ان سے وزارت بنانے کیلئے کہا۔[۲۲]

غیر مسلموں کا خیال تھا کہ مسلم لیگ وزارت انہیں نقصان پہنچائے گی۔ ادھر کسی اور جماعت سے اشتراک کی امید نہ ہونے کے باعث ممدوٹ کو اسمبلی میں اکثریت حاصل ہونا مشکل نظر آتا تھا۔ کانگریس اور پنتھک سکھوں نے ۳ مارچ کی شام لاہور میں ایک بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں سخت جذباتی تقریریں کی گئیں اور یوں صورتحال انتہائی سنگین ہوگئی۔ ۴ مارچ کی صبح لاہور میں فساد شروع ہوگیا۔ مستعفی ہونے والے وزراء نے مروجہ حکومتی روایت کے برخلاف نئی حکومت کی تشکیل تک کام کرتے رہنے سے انکار کر دیا۔ چونکہ ۵ مارچ تک ممدوٹ وزارت تشکیل دینے میں ناکام رہے تھے لہٰذا اسی تاریخ کی شام کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی دفعہ ۹۳ کے نفاذ کا اعلان کر دیا گیا۔

چنانچہ پنجاب کی باگ ڈور میں نے براہ راست اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ اس وقت پنجاب کی صورتحال یہ تھی کہ مسلمان پورے صوبے پر اپنا تسلط جمانے کا عزم کئے بیٹھے تھے اور غیر مسلم کسی حال میں مسلمانوں کے ماتحت رہنے پر آمادہ نہیں تھے۔ بڑے شہروں میں فسادات شروع ہوگئے اور ۳۰ جون ۱۹۴۸ء سے پہلے پہلے غیر مقبوضہ املاک پر قبضے کیلئے نامعلوم افراد سرگرم عمل ہوگئے۔ سینئر عہدیداروں کی کمی کی وجہ سے مجھے مشیر میسر نہیں تھے۔ یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ وزارت چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم زیادہ دیر نہیں چل سکتی اور یہ بھی عیاں تھا کہ کسی قسم کا جماعتی اتحاد ممکن نہیں ہے نیز مارچ ۱۹۴۷ء اور جون ۱۹۴۸ء کے درمیان سرکاری ملازمین کا جھکاؤ کسی ایک جانب ہونا ناگزیر ہے جس کے نتیجے میں مختلف سرکاری محکمے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گے۔ لہٰذا صورتحال کچھ خوش آئند نظر نہیں آ رہی تھی۔

بار بار یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ مارچ میں ممدوٹ اپنی وزارت ضرور تشکیل کر لیتے۔ حالانکہ ممدوٹ خود وزارت بنانے کے اتنے مشتاق نہیں تھے۔ دراصل مارچ کے پہلے پندھرواڑے کے حالات سے وہ خوفزدہ ہوگئے تھے اور میرا اپنا خیال ہے کہ انہیں اسمبلی میں کسی وقت بھی اکثریت کی حمایت حاصل نہیں تھی۔

۵۔جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا لاہور میں ۴ مارچ سے فسادات شروع ہوگئے تھے۔ان ہنگاموں کا تین مرحلوں میں جائزہ لیا جاسکتا ہے:

ا۔۴ مارچ تا ۲۰ مارچ: لاہور، امرتسر، ملتان، راولپنڈی، جالندھر اور سیالکوٹ کے شہروں میں فسادات۔راولپنڈی ڈویژن کے اٹک، جہلم اور راولپنڈی اضلاع میں اور ملتان کے دیہات میں غیر مسلموں کا قتل عام اور خاص طور پر ملتان اور امرتسر میں آتش زنی کی سنگین وارداتیں۔ ۲۱ مارچ کو میں نے رپورٹ دی تھی کہ ہر جگہ امن وامان قائم ہوگیا ہے۔

ب۔۲۱ مارچ تا ۹ مئی: مختلف اضلاع میں چھوٹے چھوٹے واقعات۔۱۱ تا ۱۳ اپریل امرتسر میں سنگین فسادات اور آتش زنی جس کا ردِّعمل لاہور میں ہوا۔ضلع گڑگاؤں کے ایک قصبے ہوڈل میں ہنگامہ آرائی، جس کی آگ اس ضلعے میں میوات کی جانب پھیل گئی۔

ج۔۱۰ مئی کے بعد سے: برطانوی اقتدار کی جانشینی کیلئے فرقہ وارانہ جنگ۔لاہور اور امرتسر میں آتش زنی، چھرا گھونپنے کے واقعات اور بموں کے دھماکے۔مختلف اضلاع خاص طور پر گجرانوالہ اور ہوشیار پور کے دیہات پر حملوں کا آغاز۔گڑگاؤں میں فسادات کا نئے سرے سے آغاز جس میں ۱۲۰ گاؤں جلادیے گئے اور بے شمار لوگ زخمی اور ہلاک ہوئے۔

پہلے مرحلے میں فسادات کی نوعیت ماضی کے فرقہ وارانہ فسادات جیسی تھی۔شہروں میں جو قتل عام ہوا اس کی مثال نہیں ملتی (ملتان شہر میں صرف تین گھنٹوں میں ۱۳۰ غیر مسلموں کو قتل کر دیا گیا)۔شہروں اور دیہات میں آتش زنی اور دیہی آبادی کا قتل ایک نئی چیز تھی لیکن مروجہ تدابیر اختیار کرنے سے حالات قابو میں آگئے۔دوسرے مرحلے کو فریقین نے تیاریوں کیلئے استعمال کیا۔اس مرحلے میں نسبتاً سکون رہا لیکن بم پھینکنے کی وارداتیں جاری رہیں اور لاہور اور امرتسر میں تناؤ کم نہیں ہوا۔

تیسرے مرحلے میں اس مسئلے کی سنگینی کا صحیح اندازہ ہوا۔تمام فرقے ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے تھے لیکن پولیس اور فوج سے اپنی تیاریوں کو حتی الامکان مخفی رکھنے کا اہتمام بھی کیا ہوا تھا۔اس طرح کی اجتماعی تخریب کاری کا کوئی آسان حل نہیں ہے۔فوج

اور پولیس کارروائی تو کر سکتی ہیں اور بعض موقعوں پر بلوائیوں کے خلاف فیصلہ کن اقدام بھی کر سکتی ہیں لیکن آتش زنی، چھرا گھونپنے اور بم پھینکنے کی انفرادی وارداتوں کے خلاف کوئی مؤثر کارروائی نہیں کر سکتیں۔ سرکاری فوج اکا دکا لوگوں کو تو سزا دے سکتی ہے لیکن اپنے سارے وسائل بہم کر کے بھی فریقین میں جو ایک دوسرے سے پورے ملک کے طول و عرض میں گتھم گتھا ہیں بیچ بچاؤ کرانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

۳ اگست تک مقتولین اور زخمیوں کے اعداد و شمار درج ذیل ہیں:

الف۔

شہر	مقتولین	شدید زخمی
لاہور	۳۸۲	۸۲۳
امرتسر	۳۱۵	۶۶۶
ملتان	۱۳۱	۱۳۳
راولپنڈی	۹۹	۲۳۰
دیگر شہر	۱۱۷	۱۷۱
کل مقتول و زخمی	۱۰۴۴	۲۰۲۳

ب۔

دیہات	مقتولین	شدید زخمی
راولپنڈی	۲۱۶۴	۱۶۷
اٹک	۶۲۰	۳۰
جہلم	۲۱۰	۲
ملتان	۵۸	۵۰
گڑگاؤں	۲۸۴	۱۲۵
امرتسر	۱۱۰	۷۰
ہوشیار پور	۵۱	۱۹
جالندھر	۴۷	۵۱
دیگر اضلاع	۴۴	۳۶
کُل مقتول و زخمی	۳۵۸۸	۵۵۰

ج۔ جملہ شہرو دیہات	۴۶۳۲	۲۵۷۳

یہ اعداد و شمار نامکمل ہیں خاص طور پر گڑ گاؤں کے متعلق جہاں زخمیوں اور مقتولین کو ان کی اپنی جماعت اٹھا کر لے جاتی ہے۔ میرے اندازے کے مطابق تقریباً پانچ سو افراد ہلاک اور تین سو سے زیادہ شدید زخمی ہوئے ہیں۔

اگر چہ ان اعداد و شمار کو فرقہ وارانہ بنیاد پر مرتب نہیں کیا گیا لیکن شہروں میں مسلم اور غیر مسلم مجروحین اور مقتولین کی تعداد تقریباً مساوی ہے۔ راولپنڈی، اٹک، جہلم اور ملتان کے دیہی علاقوں میں غیر مسلم ہی فسادات کا شکار ہوئے ہیں۔ دیگر اضلاع میں اندازاً دو تہائی مقتول اور زخمی مسلمان ہیں۔

اس بنیاد پر زخمیوں اور مقتولین کا فرقہ وارانہ تناسب کچھ یوں ہوگا:[۵]

الف۔ شہروں میں	مقتولین	شدید زخمی
مسلمان	۵۲۲	۱۰۱۱
غیر مسلم	۵۲۲	۱۰۱۲
کُل	۱۰۴۴	۲۰۲۳

ب۔ دیہات میں	مقتولین	شدید زخمی
مسلمان	۳۵۷	۲۰۱
غیر مسلم	۳۲۳۱	۳۴۹
کُل	۳۵۸۸	۵۵۰

ج۔ جملہ شہرو دیہات	مقتولین	شدید زخمی
مسلمان	۸۷۹	۱۲۱۲
غیر مسلم	۳۷۵۳	۱۳۶۱
کُل	۴۶۳۲	۲۵۷۳

گڑ گاؤں میں غیر متعین جانی نقصان زیادہ تر مسلمانوں کا ہوا ہے۔ (پانچ ہزار مقتولین میں سے مسلمان اندازاً بارہ سو اور غیر مسلم تین ہزار آٹھ سو ہیں۔ تین ہزار شدید زخمیوں میں دونوں فرقوں کے تقریباً پندرہ پندرہ سو افراد شامل ہیں)[۶]

آتش زنی سے املاک کو بہت نقصان پہنچا ہے لیکن اتنا بھی نہیں جتنا بتایا گیا ہے۔ شہروں میں لاہور، امرتسر اور ملتان میں سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔

لاہور کے ڈپٹی کمشنر نے رپورٹ دی ہے کہ ۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء تک فصیل بند شہر کے ۲۰۲۵۶ مکانوں میں سے ۱۱۲۰ یا ۵ء۵ فیصد مکان تباہ ہوئے ہیں جبکہ بیرون شہر ۵۰۵۱۹ مکانوں میں سے ۲۲۵ یا ۴ فیصد گھر تباہ کر دیے گئے۔ لاہور کارپوریشن کے علاقے میں تباہ شدہ مکانوں کا تناسب ۸ء۱ فیصد ہے، دراصل لفظ ''مکان'' کا اطلاق ہوٹلوں یا دفاتر کی عمارات سے لے کر جھونپڑی تک پر ہوتا ہے اور شہر کے باہر (ماسوا ایک دو علاقوں کے) نقصان نظر نہیں آتا۔ اس طرح کے اعداد و شمار امرتسر اور ملتان سے حاصل نہیں ہو سکے۔

راولپنڈی ڈویژن اور ضلع گڑ گاؤں کے دیہات میں آتشزنی کے بہت سے واقعات رونما ہوئے۔ گڑ گاؤں کے اکثر دیہات میں مکانوں کی مٹی کی دیواریں باقی ہیں جبکہ چھتیں اور شہتیر تباہ ہو گئے ہیں۔ کل نقصان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا گیا ہے۔

(اس پیرے کا باقی حصہ اور پیرے ۶ تا ۱۳ حذف کر دیئے گئے)

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ے

۲۔ ۲ جولائی کو ممدوٹ نے جنکنز سے مسلمانوں کے خلاف حکومت کی ''ظالمانہ اور پر تشدد کارروائیوں'' کی شکایت کی اور دوسرے دن انہوں نے ''انتظامیہ کی سخت مسلم دشمنی'' کی بناء پر سیکیورٹی کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔

۳۔ پنجاب مسلم لیگ اسمبلی پارٹی نے ۲۱ جون کو اپنی ایک قرارداد میں ایون جنکنز کی جانبداری کی وجہ سے عدم اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہیں ہٹانے کا مطالبہ کیا۔

۴۔ یہ وزراء علی الترتیب بھیم سین سچر اور سورن سنگھ تھے۔

۵۔ یہ تناسب غالباً اندازے پر مبنی ہے۔

۶۔ بریکٹ میں دیے گئے اعداد و شمار درست معلوم نہیں ہوتے۔ گڑ گاؤں میں عام اطلاعات کے مطابق مسلمانوں کا زیادہ جانی نقصان ہوا تھا۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو انتقالِ اقتدار کے موقع پر پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب

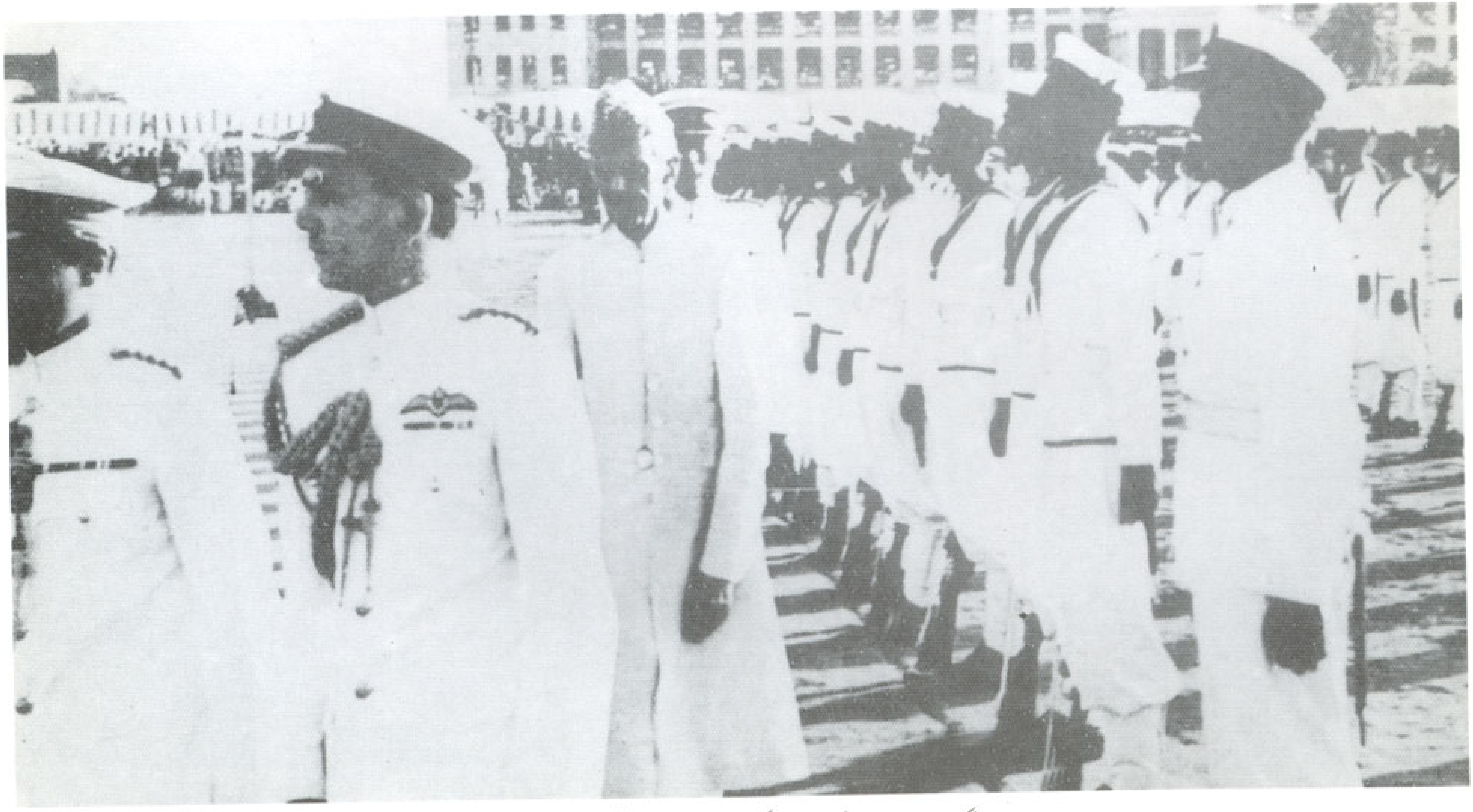

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو نیوی کی پریڈ کا معائنہ کرتے ہوئے

۲.۴

محمد علی جناح بنام[۱] مہاراجہ بھرتپور[۲] و مہاراجہ الور[۳]

(تار)

۵ اگست ۱۹۴۷ء

میواتیوں کے ساتھ دل خراش سلوک[۴] کی خبریں سن کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ وہ بے گھر اور غیر محفوظ ہو گئے ہیں۔ ان کے دیہات اور ان کی املاک کو آگ لگائی جا رہی ہے اور وہ ان دنوں مہاجر ہو کر گڑگاؤں آئے ہوئے ہیں۔ مَیں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان پر خصوصی توجہ مبذول کی جائے اور ان کیلئے ممکنہ ریلیف بہم پہنچانے کا بندوبست کیا جائے۔ اقلیتوں کا تحفظ کرنا ہر مہذب حکومت کا فرض ہے اور مجھے یقین ہے کہ (اس سلسلے میں) آپ ہر ممکن اقدام کریں گے۔ ایک حکمراں کی حیثیت سے آپ ان میں تحفظ اور اعتماد کا احساس پیدا کریں۔

جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۵۳
۲۔ شری برجندر سنگھ
۳۔ دستاویز نمبر پر ہاتھ سے لکھے ہوئے الفاظ ''اور الور'' سے ظاہر ہے کہ اسی قسم کا تار مہاراجہ الور شری تیج سنگھ جی دیو کو بھی بھیجا گیا تھا۔
۴۔ بھرتپور اور الور کی ریاستوں میں میو مسلمانوں کے خلاف فسادات جولائی ۱۹۴۷ء کے اواخر میں ہوئے جن میں الور کے فسادات پر رپورٹ ہے۔

۲.۵

جارج ایبل بنام[۱] لوئی ماؤنٹ بیٹن

نئی دہلی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

آج شام مسٹر جناح سے پنجاب کی صورتحال پر آدھ گھنٹہ گفتگو ہوئی۔ ان کے خیال میں ایوارڈ کے اعلان کے بعد سکھوں کے ردِ عمل کا انتظار کرنا عقلمندی نہیں ہوگی۔ ان کی خواہش ہے کہ

انتہا پسند سکھوں کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔[۲] سردار پٹیل کے نقطۂ نظر کا بھی پاس کرتے ہوئے انہیں اس بات پر راضی کیا گیا کہ ایوارڈ کے اعلان کے ساتھ ہی گرفتاریاں عمل میں لائی جائیں۔

(پیرے ۳ تا ۶ حذف کر دیے گئے)

جی ای بی ایبل

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۸
۲۔ دستاویز نمبر ۴۴

۲۰۶

آفتاب احمد بنام نواب محمد اسمٰعیل خاں[۱]
(صدر لیگ ایکشن کمیٹی)

اندر کورٹ۔ اجمیر

۷ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر نواب صاحب

بھرتپور اور الور کی ریاستوں سے سینکڑوں مہاجرین روزانہ اجمیر آ رہے ہیں۔ مقامی لیگ نے ریلیف کیمپ قائم کر کے بہت اچھا کام کیا ہے۔ تا حال مہاجرین کی تعداد آٹھ سو سے اوپر پہنچ چکی ہے۔ غریب اور بہادر میواتیوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا، ان کے گھر جلائے گئے اور ان کے بیوی بچوں کو آگ کے الاؤ میں پھینکا گیا۔ جاٹوں کے غضب کا شکار یہ لوگ اپنا سارا اثاثہ لٹا کر اب اجنبی مقامات اور اجنبی لوگوں میں در بدر پھر رہے ہیں اور دوسروں کے محتاج بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (ہندو) جاٹوں کی ستم رانیاں وحشیوں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ پاکستان کے علاقے میں ہندوؤں پر فرضی اور جھوٹے مظالم پر تو ہندو رہنما بہت چیخ پکار کر رہے ہیں لیکن دہلی سے صرف سو میل دور مسلمانوں کے قتلِ عام پر مسلم رہنما اور مسلم اخبارات خاموش ہیں۔ لہٰذا میں آپ سے پُر زور اپیل کرتا ہوں کہ جلسوں اور اخبارات و جرائد میں ان واقعات کی

تشہیر کی جائے اور اس طرح میواتیوں کو مکمل تباہی سے بچایا جائے۔

آپ کا مخلص
آفتاب احمد

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۹

۲.۷
ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]
(تار)

خفیہ / فوری

گورنمنٹ ہاؤس۔ لاہور

۸ اگست ۱۹۴۷ء

اب صورتحال بہت سنگین ہوگئی ہے اور اسکے متعلق مَیں نے آج صبح باؤنڈری فورس کے کمانڈر[2] اور انسپکٹر جنرل پولیس[3] سے گفتگو کی ہے۔

۲۔ امرتسر، ہوشیارپور اور جالندھر کے دیہی علاقوں میں کچھ دنوں سے اکاّ دکاّ منظم حملے ہو رہے ہیں جن میں سکھ حملہ آور اور مسلمان مظلوم ہیں۔ لاہور، فیروزپور اور لدھیانہ سے بھی اسی قسم کی وارداتوں کی رپورٹیں ملی ہیں جن میں منظم حملے بھی شامل ہیں۔ لیکن ان مقامات پر یہ واقعات وسیع پیمانے پر رونما نہیں ہوئے۔ لاہور اور امرتسر میں حالات بدستور خراب ہیں اور یہی حال گجرانوالے کا بھی ہے۔ لائلپور[4] میں بم کے دھماکے ہوئے اور پندرہ افراد چاقو زنی کا شکار ہوئے۔ گورداسپور میں (قصبوں اور اضلاع میں)[5] کسی بھی وقت فساد کی آگ بھڑک سکتی ہے۔ اس طرح بارہ میں سے نو سرحدی اضلاع فساد کی لپیٹ میں آ گئے ہیں۔ متاثرین کی تعداد روزانہ پچاس سے سو تک پہنچ چکی ہے۔

۳۔ سرکاری محکموں کا حال بھی حوصلہ افزا نہیں۔ تقسیم سے متعلق تبادلے اور تقرریاں جاری ہیں۔ واقعات کی رپورٹوں کا معیار بھی کافی گر چکا ہے۔ مشرقی پنجاب میں پولیس بھی ڈانواں ڈول ہے

اور امرتسر میں پولیس کے مسلمان سپاہی ۱۵ اگست کو مغربی پنجاب فرار ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ دوسرے اضلاع میں بھی شاید یہی صورت ہو کیونکہ سیاسی رہنماؤں اور اخباروں نے شدید فرقہ وارانہ جذبات ابھار دیے ہیں۔ اب جبکہ نئے افسر عہدہ سنبھال رہے ہیں، معلومات ناقص ہیں اور سرکاری محکمے اور خاص طور پر مشرقی پنجاب پولیس تذبذب کا شکار ہیں نئی حکومتوں اور خصوصاً مشرقی پنجاب کی حکومت کی ابتدا کچھ اچھی متوقع نہیں۔ ان حالات کا ہم ممکنہ حد تک مقابلہ کر رہے ہیں اور انسپکٹر جنرل پولیس نے امرتسر پولیس کو مطلع کر دیا ہے کہ بھگوڑوں کو مغربی پنجاب میں کسی حال میں ملازمت نہیں ملے گی۔

۴۔ پنجاب باؤنڈری فورس کے کمانڈر نے مجھے بتایا ہے کہ ان کے پانچ بریگیڈ گروپوں میں اوسطاً پندرہ سو بندوقچی فی بریگیڈ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بارہ اضلاع کو جن میں آبادی ایک کروڑ بیس لاکھ سے کم نہیں ہے قابو میں رکھنے کیلئے ہمارے پاس پولیس کے علاوہ کل سات ہزار پانچ سو بندوقچی ہیں۔ تربیتی مراکز اور غیر متحرک دستوں سے مزید پندرہ سو افراد حاصل کیے جا سکتے ہیں لیکن پھر بھی یہ تعداد کافی نہیں ہے۔ ان دیہی علاقوں میں جہاں سارے فرقے ملے جلے ہیں وسیع پیمانے پر طاقت استعمال کیے بغیر حملوں کو روکا نہیں جا سکتا۔ موجودہ وسائل سے جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے مَیں اس سے مطمئن ہوں۔ مَیں نے پنجاب باؤنڈری فورس کے کمانڈر سے کہہ دیا ہے کہ پنجاب ڈسٹربڈ ایریاز ایکٹ (Punjab Disturbed Areas Act) کی دفعہ ۵ اور سینٹرل آرڈیننس کے تحت غیر قانونی اجتماع کو منتشر کرنے کیلئے جو بھی صحیح اقدام کیا جائے گا مَیں اس کی مکمل حمایت کروں گا۔ حملہ آوروں کو روکنا اور انہیں منتشر کرنا انتہائی ضروری ہے۔

۵۔ مرکزی حکومت کی جانب سے مندرجہ ذیل اقدامات مددگار ثابت ہو سکتے ہیں:

الف) اگر ممکن ہو سکے تو پنجاب باؤنڈری فورس میں اضافہ کیا جائے۔ لیکن اس کام کیلئے مَیں گڑگاؤں اور مغربی پنجاب سے فوج کے انخلاء کی سفارش نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں انتقامی کارروائیوں کا احتمال ہے۔

ب) پنجاب باؤنڈری فورس کی مدد کے لئے اگر ایک فضائی اسکواڈرن نہیں دیا جا سکتا تو کم از کم

نگراں پروازوں کا اہتمام کیا جائے ۔ یہ بہت ضروری ہے ۔
ج) دہلی پولیس کو مستعار دیے گئے پنجاب صوبائی پولیس اہلکاروں کی واپسی ۔ مشرقی پنجاب ان افراد کی کمی برداشت نہیں کر سکتا لہٰذا انہیں فوراً واپس بھیج دیا جائے ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس سلسلے میں کچھ اقدامات کئے گئے ہیں ۔

۶۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے مجھے باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کی پیشگی اطلاع دی جائے ۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم ۔ اپنڈکس ۳ دستاویز نمبر ۱۰
۲۔ میجر جنرل ٹی ڈبلیوریز (T.W.Rees)
۳۔ جان بینٹ (John Bennet)
۴۔ حالیہ فیصل آباد
۵۔ غالباً تار کے اس حصے کو یوں پڑھنا چاہیے تھا:
لائل پور میں بم کے دھماکے ہوئے اور پندرہ افراد گورداسپور میں چاقو زنی کا شکار ہوئے ۔ قصبوں اور اضلاع میں کسی وقت بھی فساد کی آگ بھڑک سکتی ہے ۔
۶۔ ۳۱ مئی ۱۹۴۷ء کو پورا صوبہ فسادزدہ علاقہ (Disturbed Area) قرار دے دیا گیا ۔

۲۰۸

فسادات پر قابو پانے کیلئے پنجاب کے رہنماؤں کا صلاح مشورہ[1]

امرتسر، لاہور اور گورداسپور کے دیہی علاقوں اور دوسرے متاثرہ مقامات میں فسادات پر قابو پانے کے لئے خان ممدوٹ کے گھر پر جمعرات (۷ اگست) کو مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کے مغربی حصّے کے لیڈر خان آف ممدوٹ، پنجاب کانگریس اسمبلی پارٹی کے مشرقی حصے کے لیڈر ڈاکٹر گوپی چند بھارگوا، پنتھک اکالی پارٹی کے لیڈر سردار سورن سنگھ اور پنجاب کانگریس اسمبلی پارٹی کے مغربی حصّے کے لیڈر لالہ بھیم سین سچر شامل تھے ۔ امرتسر کے ایک وفد نے ان رہنماؤں کو امرتسر اور دیہی علاقوں کی صورتحال سے آگاہ کیا اور قیامِ امن کیلئے مختلف تجاویز پیش کیں ۔۔

پاکستان ٹائمز، ۹ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم ۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۱

۲.۹

اقلیتوں کا تحفّظ، مسلمانوں کا فرض ہے[1]

راولپنڈی ۸ اگست: مسلم لیگ ڈیفنس کمیٹی کے صدر مسٹر اے آر چنگیز نے آج اپنے بیان میں کہا ہے ''یہ پوری مسلم قوم کا فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرے کہ انہیں شکایت کا موقع نہ مل سکے۔'' راولپنڈی سے اقلیتوں کے اجتماعی خروج کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر چنگیز نے کہا ''پچھلے مارچ کے فسادات کے باعث اقلیتیں بجا طور پر خوف زدہ اور بدگمان ہیں۔ ان کے نقطۂ نظر سے شہر سے انخلاء درست ہے لیکن مجھے یہاں فرقہ وارانہ فسادات دوبارہ ہوتے نظر نہیں آتے۔''

مسٹر چنگیز نے اقلیتوں سے اپیل کی کہ وہ شہر نہ چھوڑیں اور انہیں یقین دلایا کہ ان کے حقوق و مراعات کا مکمل تحفّظ کیا جائے گا۔ انہوں نے مسلمانوں سے بھی اپیل کی کہ قائداعظم محمد علی جناح نے اقلیتوں سے جو وعدہ کیا ہے کہ ان کے حقوق کی حفاظت کی جائے گی اس وعدے کی پاسداری کریں اور اپنے سلوک سے یہ بتادیں کہ وہ اپنے رہنما کے حکم پر دل و جان سے عمل کررہے ہیں۔

مسلم لیگ کے ایک سرکردہ رہنما اور لیگ ڈیفینس کمیٹی کے سیکرٹری مسٹر محمود خان نے بھی اسی طرح کے بیان میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفّظ کی درخواست کی کیونکہ یہی حکومتِ پاکستان کا ''اولیں فرض ہے''

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۲

۲.۱۰

مشرقی پنجاب[1]

(پاکستان ٹائمز کا اداریہ)

۹ اگست ۱۹۴۷ء

چند روز قبل ہم نے مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے مفادات کے کی اشد ضرورت پر تبصرہ کیا تھا جو بہت جلد ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ سرحد پار ہمارے بھائیوں کو آئندہ جو مشکلات

درپیش ہوں گی اُن کی عملی صورت مشرقی پنجاب کے مختلف دیہی علاقوں میں روزانہ ہمارے سامنے آرہی ہے۔ ہمیں پورے حقائق کا تو علم نہیں ہے لیکن خبریں اور افواہیں بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ جارحیت اور اس سے پھیلتی ہوئی مصیبتوں کی جانب ہی اشارہ کرتی ہیں۔ سرکاری رپورٹوں میں بھی یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ جانی اور مالی نقصان بہت ہوا ہے اور نہتّے اور بے خبر کسانوں کو منظم حملہ آوروں سے بچانے کیلئے ابھی تک مؤثر اقدامات نہیں کئے گئے۔ لہٰذا تعجب نہیں اگر مشرقی پنجاب کے شہروں اور دیہات میں مسلمانوں کو بے چارگی اور تنہائی کے احساسات نے گھیرا ہوا ہو حالانکہ یہ ذہنی کیفیت خود ان کے حوصلے اور بہتری کیلئے سَمّ قاتل ثابت ہوسکتی ہے۔ ان منفی جذبات کا مقابلہ کرنا اور ان پر قابو پانا بہت ضروری ہے اور ہمیں مشرق میں بسنے والے اپنے بھائیوں کو یہ ٹھوس ثبوت بہم پہنچانا ہوگا کہ گو پاکستان کے لئے ان کی قربانیوں سے اس سازش کا توڑ نہیں ہوسکا جس نے ہمیں جدا کر دیا ہے لیکن اب بھی ان کا خون ہمارا خون اور ان کا جسم ہمارا جسم ہے۔ اور سرحدوں کی تقسیم سے دلوں کی تقسیم نہیں ہوا کرتی۔

فوری مسئلہ ان کی جان و مال کا تحفظ ہے۔ جب تک نئی حکومت اختیارات نہیں سنبھالتی یہ ذمّہ داری براہ راست موجودہ گورنر اور ان کی انتظامیہ پر اور ان کے بعد موجودہ باؤنڈری فورس اور اس کے کمانڈروں پر عائد ہوتی ہے۔ چونکہ مشرقی پنجاب کی انتظامیہ کا رنگ قطعی طور پر فرقہ وارانہ ہو چکا ہے، اور تیزی سے مزید فرقہ وارانہ ہورہا ہے، لہٰذا ہمیں اندازہ نہیں کہ اس وقت حکومت میں کتنی توانائی، غیر جانبداری اور دیانتداری باقی رہ گئی ہے اور کیا وہ اس قابل بھی ہے کہ قانون کو فرقہ وارانہ مصلحتوں پر ترجیح دے سکے اور عدم مداخلت کی سرکاری پالیسی کو بالائے طاق رکھ کر فرقہ وارانہ جارحیت کو روکنے کے لئے مثبت قدم اٹھائے۔ ہم جانتے ہیں کہ باؤنڈری فورس غیر جانبدار ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آیا ان کی خفیہ خبر رسانی اور فضائی نگرانی کے وسائل اتنے کافی ہیں کہ ان کی اطلاع پر جدا جدا اگر منظم حملوں کو روکا جاسکے اور حملہ آوروں کی گوشمالی کی جاسکے۔ ہمیں امید تو ہے کہ انتظامیہ اور باؤنڈری فورس صورتِ حال کی نزاکت کو بخوبی سمجھتی ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ جو واقعات پچھلے دنوں میں رونما ہوئے ہیں ان کے اعادے کو روکنے کی سکت بھی ان میں ہے کہ نہیں۔ جو مؤثر اقدام یہ ادارے کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر تنہا گاؤں کو دفائی طور پر اس

طرح خود کفیل بنا دیں کہ گاؤں کے ایسے سرکردہ افراد اور سابق فوجیوں میں تھوڑے سے ہتھیار بانٹ دیں جن پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان کا غلط استعمال نہیں کریں گے۔ ان افراد پر ہتھیاروں کی حفاظت اور صحیح استعمال کی ذمّہ داری عائد کی جاسکتی ہے اور یہ ہتھیار ایمرجنسی کے خاتمے پر واپس لئے جاسکتے ہیں۔ اس عمل سے یا/اور ایسے اقدامات سے جو امن وامان قائم کرنے والے ادارے کریں سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کی ذمّہ داری ختم نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر ہماری سوچ کے مطابق مشرقی پنجاب اسمبلی کے تمام مسلم ارکان کو اس وقت اپنے حلقوں میں موجود اور مصروفِ کار رہنا چاہیے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے رائے دہندگان کی آزمائشوں اور مصیبتوں میں برابر کے شریک رہیں، ان کی مقدور بھر مدد کریں، ان کو تسلّی اور دلاسا دیں اور ان کی امید بندھائیں۔ یہ فرض ایک اور ڈھنگ سے اسمبلی کے غیر مسلم ارکان پر بھی عائد ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے رائے دہندگان کے طرزِ عمل کے ذمّہ دار ہیں۔ اگر مشرقی پنجاب میں یہ سب کچھ ان کے اشاروں پر نہیں ہو رہا ہے تو انہیں چاہیے کہ اپنے پیروکاروں کو انسانیت اور تحمل کی تعلیم دیں۔ ہم نے کسی غیر مسلم کو ان واقعات کی مذمت کرتے دیکھا ہے نہ سنا ہے لیکن ہمارا قیاس ہے کہ ان واقعات سے جو تلخی اور دشمنی پیدا ہوگی اس کا احساس انہیں بھی ہوگا۔ یقیناً انہیں بھی ہماری ہی طرح ایک پُرامن اور خوشگوار ملک کی خواہش ہوگی اور یہ کہ جرم اور لاقانونیت انہیں بھی اسی طرح بری لگتی ہوگی جس طرح ہمیں۔ محض وقتی فرقہ وارانہ مصلحتوں کیلئے تلخی کے بیج بونا کسی حکومت کے لئے مفید نہیں اور پاکستان کے رہنماؤں نے اقلیتوں کے لئے انتہائی کشادہ دل پالیسی کا اعلان کر کے دوسرے فریق کو راستہ دکھایا ہے۔ اگر اس مرحلے پر ہندو اور سکھ رہنماؤں نے امن کے اقدامات پر تعاون نہ کیا تو مشرقی پنجاب میں فسادات کا تسلسل ان کی غفلت کا نتیجہ تصور کیا جائے گا اور حالیہ جرائم سے ان کی لاتعلقی کو ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ مشترکہ دوروں اور اپیلوں سے، چاہے ان کی افادیت کتنی ہی کم ہو، ضرور اثر پڑے گا۔ ہم دیگر جماعتوں کے رہنماؤں کو معقولیت کا سبق تو نہیں پڑھا سکتے لیکن اپنے رہنماؤں کو زیادہ چوکس اور مستعد رہنے پر زور دے سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مشرقی پنجاب میں ہمارے بھائیوں کو جو مادّی امداد وہ دے سکتے ہیں وہ محدود ہی ہوگی لیکن اخلاقی اور نفسیاتی حمایت کی فراہمی پر کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ مشرقی علاقوں میں ایک وسیع مہم کی

ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو سمجھایا جائے کہ اپنا وقار اور اتحاد برقرار رکھنا وقت کا اہم تقاضہ ہے اور یہ کہ نئی ریاست میں انہیں نئے سیاسی اور انتظامی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا اور انہیں یہ یقین دلانا پڑے گا کہ اگرچہ ہمیں اپنی اپنی تقدیر مختلف طریقوں سے بنانی پڑے گی لیکن ہم ابھی تک ناقابل شکست رشتوں میں جڑے ہوئے ہیں۔ یہ مہم ہمیں فوری طور پر شروع کرنی چاہیے۔۔

پاکستان ٹائمز، ۹ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۳

۲.۱۱

ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

انتہائی خفیہ

گورنمنٹ ہاؤس۔لاہور

۹ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

(پہلا پیرا حذف کر دیا گیا)

۲۔ مَیں نے اس معاملے میں ترویدی[2] اور موڈی سے گفتگو کی ہے اور سب اس پر متفق ہیں کہ

الف) تارا سنگھ اور ان کے ساتھیوں کو اس وقت یا باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کے اعلان کے ساتھ ہی گرفتار کر لیا گیا تو صورتِ حال بہتر ہونے کے بجائے مزید بگڑ جائے گی۔

ب) اگر سکھ زیادہ گڑبڑ کریں تو ایوارڈ کے اعلان کے بعد، لیکن ۱۵ اگست سے پہلے، انہیں گرفتار کرنا ضروری ہو جائے گا لیکن بہتر یہ ہوگا کہ یہ معاملہ مغربی اور مشرقی پنجاب کی نئی حکومتوں پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اس سے نمٹیں۔

۳۔ بسلسلہ (الف) یہ بات واضح ہے کہ امرتسر اور دوسرے مقامات پر جو حملے دیہات پر ہو رہے

ہیں اور جنہوں نے ہمیں آج کل پریشان کیا ہوا ہے ان کی رہنمائی براہِ راست تارا سنگھ اور ان کے ساتھی نہیں کر رہے ہیں اگرچہ یہ کارروائیاں ان کے پروپیگنڈے کے نتیجے میں ضرور ہو رہی ہیں۔ ان لوگوں کی اس وقت یا باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کے ساتھ ہی گرفتاری سے سکھوں میں یقیناً شدید ردِّعمل ہوگا اور یہ امید ختم ہو جائے گی کہ مغربی پنجاب کے سکھ ایوارڈ کو قبول کر کے خاموش رہیں گے۔ میرے خیال میں تارا سنگھ کی سرگرمیوں پر جو رپورٹیں آپ کو دی گئی ہیں وہ درست تو ضرور ہوں گی لیکن مجھے یقین نہیں کہ ان کے (تارا سنگھ کے) منصوبوں پر عمل بھی کیا جائے گا۔

بسلسلہ (ب) اگر انتظامیہ نے یہ گرفتاریاں دفعہ ۹۳ کے تحت کیں تو مغربی پنجاب میں پکڑے گئے رہنماؤں کو پاکستان کی جیلوں میں رکھا جائے گا اور اسی طرح مشرقی پنجاب میں گرفتار کیے گئے رہنماؤں کو ہندوستانی جیلوں میں رکھا جائے گا۔ فوجداری مقدّمے دائر کرنے کیلئے ہمارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہیں۔ یہ کہنا بھی بہت مشکل ہے کہ اس بارے میں نئی حکومتوں کا رویّہ کیا ہوگا۔ مغربی پنجاب تو اپنے ملزموں کو قید کرنے کے لئے آمادہ ہوگا لیکن مشرقی پنجاب کی حکومت کو سکھوں کی طرف داری کے باعث گرفتاری کے احکامات دینے میں ضرور تامّل ہوگا۔ اگر یہی فیصلے نئی حکومتوں کے ہاتھوں ہوئے تو وہ ان فیصلوں پر قائم بھی رہیں گی اور قیدیوں کیلئے مناسب انتظامات بھی کریں گی۔

۴۔ مَیں نے اس سلسلے میں ممدوٹ یا مشرقی پنجاب کے کسی رہنما سے گفتگو نہیں کی کیونکہ موجودہ مشتعل جذبات کے باعث سیاست دانوں کا اس معاملے میں خاموش رہنا ممکن نہیں۔ موڈی اور ترویدی کے خیالات واضح ہیں۔ ترویدی نے مجھ سے کہا کہ منطقی طور پر متبادل حل یہی ہے کہ یا تو انہیں (سکھ رہنماؤں کو) فوراً گرفتار کر لیا جائے یا باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا انتظار کیا جائے۔ موڈی نے بھی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ جب تک مغربی پنجاب پوری طرح مشرقی پنجاب کے حتمی رویّے سے واقف نہ ہو جائے سکھ رہنماؤں کو فوجداری الزامات کے بجائے میرے ایمرجنسی اختیارات کے تحت گرفتار کرنا پریشانی کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ بھی واضح نہیں ہے کہ ان رہنماؤں کو کس جگہ قید میں رکھا جائے جہاں کوئی ہنگامہ نہ ہو۔ مَیں انہیں ان جیلوں میں نہیں ڈال سکتا جو

چندروز بعد پاکستان کی تحویل میں آنے والی ہیں اور اگر مَیں انہیں مشرقی پنجاب میں رکھوں تو وہ مظاہروں کا باعث بن جائیں گے۔

۵۔لہٰذا مَیں نے گرفتاریوں کا منصوبہ تو بنالیا ہے لیکن اگر مجھے مجبور نہ کردیا گیا تو مَیں ازخود اس پر عمل درآمد نہیں کروں گا۔ یہ گرفتاریاں آسان نہیں ہیں کیونکہ سکھ رہنما ایک تو کسی جگہ ٹکتے نہیں اور دوسرے یہ کہ ان کا قیام بھی سنہری گوردوارہ جیسی جگہوں میں ہوتا ہے جہاں پولیس کی کارروائی پر شدید ہنگامے کا خدشہ ہے۔

۶۔ یہ فیصلہ ممکن ہے کہ جناح کو ناگوار گزرے لیکن میرے خیال میں حالات کے مدنظر بالکل صحیح ہے۔خطرات کے باوجود ہماری پالیسی کا بنیادی مقصد اقتدار کی خوشگوار منتقلی ہے۔ دونوں نئی حکومتوں کو شاید سکھوں سے نمٹنا پڑے گا لیکن اگر یہ جھگڑا مَیں ابھی سے شروع کردوں تو یہ نئی حکومتوں کو ترکے میں مل جائے گا اور یہ ان کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔تاوقتیکہ یہ گرفتاریاں انتقال اقتدار سے پہلے ناگزیر نہ ہوجائیں۔

آپ کا مخلص

ای ایم جنکنز

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۴

۲۔سی ایم ترویدی، نامزد گورنر مشرقی پنجاب

۳۔نامزد وزیراعلیٰ مغربی پنجاب

۲.۱۲

جارج ایبل بنام سیّد ہاشم رضا[۱،۲]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

(تار)

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

مہربانی فرما کر حسب ذیل پیغام عزت مآب وزیر داخلہ[۳] کو پہنچا دیں جو فون پر ان کے

استفسار کے جواب میں ہے:

''۹ اگست کورات کے نو بجے پاکستان اسپیشل ٹرین مشرقی پنجاب میں بھٹنڈا سے پندرہ میل مغرب میں ایک بارودی سرنگ سے ٹکرا گئی جس کے نتیجے میں انجن اور چھ ڈبے پٹڑی سے اتر گئے۔ اس حادثے میں ایک عورت اور ایک بچہ ہلاک ہوئے اور دس افراد کو معمولی زخم آئے۔ ریلیف ٹرینیں دونوں جانب سے پہنچ گئیں اور مسافروں کو روانہ کر دیا گیا۔حکومتِ پنجاب سے کہا گیا ہے کہ آئندہ ریل کی پٹڑیوں کی حفاظت کیلئے خصوصی انتظامات کرے۔''

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ سیکرٹری گورنر سندھ
۳۔ میر غلام علی تالپور

۲.۱۳

سکھوں سے پُر امن رہنے کیلئے سورن سنگھ کی اپیل[1]

اتوار ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور میں ایک اخباری بیان میں سردار سورن سنگھ نے کہا:

''ملک کی تقسیم ہم میں سے بہت سوں کی خواہشات کے برخلاف ہوئی ہے۔ مشرقی اور مغربی پنجاب کے درمیان حدِ فاصل کا فیصلہ باؤنڈری کمیشن عنقریب سنانے والا ہے۔[2] ۱۵ اگست کو ہندوستان اور پاکستان کی دو مملکتیں وجود میں آ جائیں گی۔ دونوں مملکتوں میں عوام کی خوشحالی اور اطمینان کا دارومدار پورے ملک میں پُر امن حالات پر ہے۔

''میں اپنے فرقے سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ انتہائی پرسکون اور پُر امن روش اختیار کریں۔ بہادر خالصوں کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے ان کے نام پر بٹہ لگے یا صوبے کے امن میں خلل پیدا ہو۔ بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے یا آگ لگانے سے کچھ نہیں مل سکتا۔ ملک کی تقسیم کے باوجود ہم سب مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کو مل جل کر ہی رہنا ہے۔ لہٰذا ہمیں آپس میں امن وسکون سے رہنا چاہیے تاکہ جو نئی آزادی ہم نے حاصل کی

ہے اس میں غریب اور پسماندہ لوگوں کو خوشحال زندگی بسر کرنے کیلئے پیٹ بھر کر روٹی اور تن ڈھانپنے کو کپڑا مل سکے''۔ پاکستان ٹائمز، ۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۶

۲۔ ریڈکلف نے باؤنڈری ایوارڈ ماؤنٹ بیٹن کو ۱۲ اگست کو بھیج دیا تھا لیکن ۱۶ اگست تک اس کی اشاعت عمل میں نہیں آئی تھی۔

۴.۱۲

ڈگلس ہاتھرن[۱] (Douglas Hawthorn) کا نوٹ[۲]

انتہائی خفیہ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

(پہلا پیرا حذف کر دیا گیا)

۲۔ مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب آنے والے مہاجرین کا مسئلہ سنگین ہوتا جا رہا ہے کیونکہ لوگ بڑی تعداد میں نقل مکانی کر رہے ہیں۔ انتظامیہ ان بے یار و مددگار لوگوں کی دورانِ سفر حفاظت کے لئے پنجاب باؤنڈری فورس سے مسلّح دستوں کا تقاضا کر رہی ہے اور اس سلسلے میں کمانڈر پنجاب باؤنڈری فورس ممکنہ حد تک تعاون کر رہے ہیں۔

۳۔ ان فسادات میں روزانہ اوسطاً سو افراد ہلاک ہو رہے ہیں اور بعض بڑے حملوں میں تو بیک وقت ستّر سے اسّی لوگ مارے جاتے ہیں۔ پچھلے چند دنوں میں ایسے دو بڑے حملے ہوئے ہیں جن میں سے ایک میں مسلمان اور دوسرے میں ہندو اور سکھ نشانہ بنے۔ ۳ مہار رجمنٹ[۳] کا ایک لیفٹننٹ چند روز کی رخصت پر اپنے گھر گیا تھا، جہاں اسے اور اس کے پورے خاندان کو قتل کر دیا گیا۔ فورس کمانڈر کو اس کے نام کا علم نہیں ہے۔

بڑے حملے عموماً پوری طرح مسلّح ہو کر اور منظم قیادت کے تحت کیے جاتے ہیں۔ عام طور پر

ان حملوں کی اطلاع بہت دیر میں ملتی ہے اوراس کی بڑی وجہ مخبروں کی کمی اور یورپی باشندوں کا انخلاء ہے۔

بے شک اگرفوج موجود نہ ہوتی تو اس وقت بے دریغ کشت وخون ہورہا ہوتا۔

ا۔ڈپٹی چیف آف جنرل اسٹاف
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۷
۳۔انڈین آرمی کی ایک انفنٹری یونٹ

۲.۱۵
ایون جنکنز بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔لاہور

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئرلارڈ ماؤنٹ بیٹن

اگست کے پہلے پندرھواڑے میں فسادات نے تمام دیگر معاملات کو پسِ پشت ڈال دیا۔ کچھ روز سے لاہور شہر میں نسبتاً خاموشی ہے لیکن امرتسر میں صورتحال بہتر نہیں ہوئی۔ گجرانوالہ اور لائلپور میں بھی سنگین وارداتیں ہوئی ہیں۔اس اثناء میں امرتسر، گورداسپور، جالندھر اور ہوشیار پور کے دیہی علاقوں میں سکھوں کے مظاہروں نے زور پکڑلیا ہے اور لدھیانہ، لاہور اور فیروز پور سے اکا دکا واقعات کی خبریں ملی ہیں۔ مَیں نے صورتِ حال پر روزانہ رپورٹیں بھیجی ہیں۔یقیناً یہ رپورٹیں مکمل نہیں ہیں کیونکہ اب حملوں اور ہلاکتوں کا سلسلہ اتنا بڑھ چکا ہے کہ سب پر نظر رکھنا مشکل ہوگیا ہے۔انتقالِ اقتدار کے سلسلے میں سرکاری محکموں کی تنظیم نو کی وجہ سے خبریں اکٹھی کرنے اور رپورٹوں کا جائزہ لینے کے کام پر بُرا اثر پڑا ہے۔پچھلے ہفتے کے دوران امرتسر کا ضلع اور شاہراہیں بھی غیر محفوظ ہوگئی ہیں۔ٹرینوں پر کئی حملے ہوئے ہیں۔سب سے نمایاں واقعہ ضلع فیروز پور میں گدڑ بہا کے مقام پر ایک پاکستان اسپیشل ٹرین کا پٹڑی سے اتر جانا تھا۔دیہی علاقوں میں زخمیوں

اور مرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ کارروائیاں سکھوں نے کی ہیں جو بڑے بڑے جتھوں میں مسلم دیہات یا مخلوط دیہات میں مسلمانوں کے گھروں پر حملے کرتے ہیں۔ ضلع امرتسر میں تو مسلمان کبھی کبھی بدلہ لے لیتے ہیں اور بیاس کے قریب جلال آباد گاؤں میں انہوں نے ستر آدمیوں کو مار کر وہاں اقلیت کا قلع قمع کر دیا۔ سکھوں نے توقع کے مطابق انتہائی وحشی پن کا ثبوت دیا ہے۔ بے حفاظت مسلمان مہاجرین کے گروہوں پر حملے کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کل ۱۲ اگست کو پٹھان مزدوروں کے ایک بے ضرر گروہ پر جو امرتسر کے قریب گرینڈ ٹرنک روڈ پر پیدل جا رہا تھا حملہ کر کے تیس آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔

(پیرا ۳ حذف کر دیا گیا)

۴۔ پاکستان اسپیشل کے پٹڑی سے اتر جانے، امرتسر سے بڑی تعداد میں مہاجرین کی آمد اور وہاں مسلم پولیس کو نہتا کرنے کی خبروں سے لاہور شہر میں فوراً ردِّعمل شروع ہو گیا ہے۔ ۱۱ اور ۱۲ اگست کو سو سے زیادہ افراد ہلاک یا زخمی ہوئے جو سب کے سب غیر مسلم تھے اور پچاس سے زیادہ آتش زنی کے واقعات ہوئے جن کا نشانہ غیر مسلم املاک تھیں۔ پولیس کی صفوں میں پہلی مرتبہ بدنظمی کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ اس نے ۱۱ اگست کے کرفیو کی تعمیل کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اور ڈپٹی کمشنر نے مجھے اطلاع دی کہ بعض پولیس والوں نے گستاخانہ لہجے میں ان سے کہا کہ وہ لاہور کے غیر مسلموں سے زیادہ امرتسر کے مسلمانوں کے بارے میں فکر مند ہیں۔ گھروں کی لوٹ مار میں پولیس والے بھی شریک تھے۔ ۱۱ اگست کو لاہور کے ایک گوردوارے میں پندرہ سکھوں کو قتل کر دیا گیا اور انسپکٹر جنرل پولیس کی یہ رپورٹ ہے کہ اگر پولیس والوں نے خود قتل میں حصہ نہیں لیا تب بھی یہ واردات ان کی شہ پر کی گئی تھی۔ ۱۲ اگست کو لاہور ریکروٹس ٹریننگ سنٹر میں جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہندو اور سکھ رنگروٹوں نے جو مغربی پنجاب کے اضلاع سے تعلق رکھتے تھے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ مغربی پنجاب میں خدمت انجام نہیں دے سکتے۔ قربان علی خانؒ سنٹر میں گئے اور رنگروٹوں سے باتیں کرتے ہوئے ان کی ڈھارس بندھائی۔ انہیں بتایا گیا کہ رنگروٹ ڈسپلن کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتے لیکن وہ اپنے مسلم ساتھیوں کی دھمکیوں سے واقعی خوفزدہ ہیں۔

قربان علی خان نے جب تحقیقات کی تو پتا چلا کہ واقعی دھمکیاں دی گئی ہیں اور انہیں چار مسلمان کانسٹیبلوں کے نام بتائے گئے جو مسلمانوں کے سرغنہ تھے۔ انہوں نے فوراً ان کی برطرفی کا حکم صادر کر دیا۔ اس پر دوسرے رنگروٹ نعرے لگانے لگے، خان قربان علی خان کا گھیراؤ کر لیا اور ان سے گستاخی سے پیش آئے۔ قربان علی خان نے انہیں سمجھایا کہ بحیثیت (نامزد) انسپکٹر جنرل پولیس ان کا فرض ہے کہ وہ سب کے ساتھ انصاف کریں اور وہ یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ان کے کسی ماتحت کو تنگ کیا جائے۔ وہ بالآخر مسلمان رنگروٹوں کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو گئے اور تشدد کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔ تاہم انہوں نے انسپکٹر جنرل اور ایک ڈپٹی انسپکٹر جنرل سے مشورے کے بعد فیصلہ کیا کہ ہندو اور سکھ رنگروٹوں کو فوراً مختصر چھٹی پر بھیج دیا جائے اور ان کے چلے جانے کے بعد مسلمان رنگروٹوں کا احتساب کیا جائے اور ان میں سے کچھ کو برطرف کر دیا جائے۔ اس واقعے کی وجہ سے ہم تقریباً پانچ سو نفری کی کمک سے محروم ہو جائیں گے جو اگرچہ پوری طرح تربیت یافتہ تو نہیں ہیں لیکن ہنگامی حالات میں قابلِ اعتماد ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان رنگروٹوں کی زیادہ تعداد سابق فوجیوں پر مشتمل ہے جو پنجاب ایڈیشنل پولیس میں ملازمت کیلئے آئے ہیں۔

(پیرا ۵ تا ۹ حذف کر دیے گئے)

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اینڈ کس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۸
۲۔ مغربی پنجاب کے نامزد انسپکٹر جنرل پولیس

۲.۱۶

ٹی ڈبلیو ریز (T.W.Rees) اور فرینک میسروی (Frank Messervy) کا ٹیلیفون پر پیغام[1]

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

مشرقی پنجاب میں حالات بہت خراب ہیں۔ سکھ بڑے بڑے جتھوں میں کارروائیاں کر رہے ہیں اور ان کو روکنے کے لئے اگر بروقت اطلاع مل جائے تو اسے ہماری خوش قسمتی سمجھئے۔

آج ہم نے انہیں جالیا اور یہ ہمارا سب سے کامیاب دن رہا کیونکہ ایک جتھے کے ۲۹ سکھ ہلاک اور ۱۰ زخمی کر دیے گئے۔ یہاں مسلمانوں کے جتھے بھی ہیں لیکن کم تعداد میں اور نسبتاً چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ہم نے ان کے خلاف بھی ایک دو بار کارروائی کی۔ جب سے ہندو ایس پی نے مسلمان پولیس والوں کو غیر مسلّح کیا ہے امرتسر کی صورتحال بگڑتی جا رہی ہے۔ اب اس افسر کو ہٹا دیا گیا ہے اور مسلم پولیس والوں کو ان کے ہتھیار واپس دیے جا رہے ہیں۔ دیہات میں بھی مسلم پولیس والوں کو ہتھیار واپس کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب یہ دیہات پولیس سے خالی ہو گئے ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ہتھیار دوبارہ وہاں پہنچائے گئے یا نہیں۔

شوکت حیات[۲۷] مسلمانوں کو دیہی علاقوں سے نکالنے کیلئے دورے کر رہے ہیں۔ ارادہ یہ ہے کہ ان کو چھوٹے دیہات سے نکال کر بڑے دیہات میں منتقل کر دیا جائے۔ بڑے دیہات میں جاتے ہوئے ان کا کچھ جانی نقصان بھی ہوا۔ دو تین دن پہلے پٹی کے قریب گاؤں میں تیس سے چالیس مسلم مہاجرین کو ہلاک کر دیا گیا۔ بعض مہاجرین محافظ دستوں کا، جن کا انتظام کر دیا گیا تھا، انتظار کئے بغیر چل پڑے۔ راستے میں انہیں ایک سکھ گھڑسوار دستے نے آن لیا اور حملہ کر کے ان کو بہت نقصان پہنچایا۔ فرنٹیئر میل پر چند گولیاں فائر ہونے کے باعث امرتسر ریلوے اسٹیشن پر فساد کی افواہیں بڑھا چڑھا کر پھیلائی گئیں۔ اس موقع پر صرف ایک شخص ہلاک ہوا تھا۔ دوسرا واقعہ بکا ڈیم پروجیکٹ[۲۸] پر ۳۰ پٹھان مزدوروں کے قتل کا ہے جو امرتسر پولیس اسٹیشن کی طرف جا رہے تھے کہ ان کو سکھوں نے روکا۔ بعض تو جنگل میں بھاگ گئے اور خبر نہیں ان پر کیا گذری۔ پولیس کی مؤثر تعداد ۳۰ فیصد ہے کیونکہ ۷۰ فیصد مسلمانوں کو نہتا کر دیا گیا ہے۔ سنا ہے کہ تارا سنگھ نے جھگڑا ختم کرنے کا اعلان کیا ہے۔

۲۔ مسلم پولیس کے منحرف ہونے کی وجہ سے لاہور کی صورتِ حال بگڑتی جا رہی ہے۔ ان میں سے بعض سکھوں کے خلاف مسلمان آبادی کا ساتھ دے رہے ہیں۔ کل برطانوی افسر رخصت ہو جائیں گے۔ گذشتہ روز مسلم نیشنل گارڈز والے ان کاموں میں دخل اندازی کر رہے تھے جن سے ان کو کوئی سروکار نہیں تھا۔ آج لاہور میں گولی چلنے اور آتش زنی کی وارداتیں ہوئیں۔ شہر میں فوج

کثیر تعداد میں موجود ہے۔

(۳ تا ۵ پیرے حذف کر دیے گئے)

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۹
۲۔ وزیر پنجاب ۴۴-۱۹۴۳ء، ایم ایل اے پنجاب، ممبر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل
۳۔ دریائے ستلج پر بھاکڑا ڈیم کی طرف اشارہ ہے۔

۲.۱۷

لاہور میں مشرقی پنجاب کے مہاجرین کی مسلسل آمد

لیگ سات ہزار افراد کی کفالت کا انتظام کر رہی ہے[۱]

مغربی پنجاب میں مہاجرین کا مسئلہ پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے کیونکہ یہاں ہزاروں بے گھر اور خوفزدہ لوگ امرتسر، جالندھر، ہوشیار پور اور لدھیانہ کے فساد زدہ اضلاع سے روزانہ آ رہے ہیں۔

پنجاب مسلم لیگ ریلیف کمیٹی لاہور کی سیکرٹری بیگم سلمیٰ تصدق حسین، ایم ایل اے مشرقی پنجاب سے آنے والے ان بے گھر لوگوں کیلئے، جن کی تعداد پچھلے چند دنوں میں سات ہزار سے زیادہ ہوگئی ہے، سر چھپانے اور کھانا مہیا کرنے کے مشکل کام میں گتھی ہوئی ہیں۔ ان مہاجرین کو شہر اور بیرونِ شہر کے مختلف علاقوں میں مسلم لیگ کے بیس سے زیادہ ریلیف سینٹروں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ مزید برآں سینکڑوں مسلمانوں نے دس تا تیس افراد کو اپنے گھروں میں پناہ دینے کی پیشکش کی ہے۔ سرکاری ریلیف کیمپوں میں باورچی خانے، ایک مختصر ڈسپنسری اور ممکنہ حد تک سواری کی سہولتیں موجود ہیں۔ مشرقی پنجاب سے مہاجرین کی ممکنہ آمد کیلئے والٹن ٹریننگ سنٹر میں وسیع پیمانے پر انتظامات کئے گئے ہیں۔ جب مسلم لیگ اسکول اور اس کی متعلقہ عمارت بھی حاصل کر لے گی تو وہاں بیس ہزار افراد رہ سکیں گے۔ پندرہ سو سے اوپر مہاجرین اب تک اس کیمپ میں پہنچ چکے ہیں۔ پنجاب لیگ نے ڈائریکٹر جنرل پبلک ریلیشنز خان بہادر شیخ فضل الٰہی کو والٹن کیمپ کا نگراں مقرر کیا ہے۔ باغبان پورہ اور سلطان پور کے مہاجر مراکز میں ایک ہزار افراد کی

رہائش کا بندوبست کیا گیا ہے۔

مسلم لیگ ریلیف کمیٹی کی سرپرستی میں متعدد رفاہی فنڈ کھول دیے گئے ہیں اور ان ہی سے مہاجرین کو کھانا کھلایا جارہا ہے تاوقتیکہ حکومتِ پنجاب ان مہاجرین کی خوراک اور رہائش کی ذمہ داری نہ سنبھال لے جیسا کہ اس نے مارچ کے فسادات کے بعد مغربی پنجاب سے جانے والے ہزاروں غیر مسلموں کیلئے کیا تھا۔ مہاجرین کو صبح کا ناشتہ اور دو وقت کا کھانا دیا جاتا ہے اور جو روزہ رکھتے ہیں انہیں سحری اور افطاری دی جاتی ہے۔ ماڈل ٹرانسپورٹ بس اسٹیشن کے قریب ایمپریس روڈ پر لاہور کے مہاجرین کیلئے کپڑوں کا ایک خصوصی ڈپو کھولا گیا ہے جہاں لوگ اپنے کوٹے کا کپڑا لے سکتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ عنقریب مہاجر عورتوں کے لئے ایک علیحدہ کیمپ کھولا جائے گا جس کا انتظام خالصتاً لیگ کی رضا کار خواتین کے ہاتھوں میں ہوگا۔

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۰

۳

صوبۂ سرحد اور پٹھانستان کا مسئلہ

۳.۱

محمد علی جناح بنام عبدالودود والیِ سوات[1]

۲۸ جولائی[2] ۱۹۴۷ء

ڈیر والیِ سوات

۶ جولائی کو ہونے والے استصواب رائے میں ہماری جدوجہد کیلئے آپ کی پُر خلوص حمایت اور حوصلہ افزائی کا جان کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میری دعا ہے کہ مسلمان نہ صرف اس استصواب رائے میں بلکہ ایک طاقتور ملک کی تعمیر کے لئے ایک مضبوط، متّحد اور منظّم جماعت بن کر کام کریں۔ استصواب رائے کے لئے آپ کی اور آپ کے ولی عہد[3] کی فراخدلانہ اور خطیر مالی امداد کا مَیں بے حد ممنون ہوں۔ مَیں ہمیشہ یاد رکھوں گا کہ اس نازک لمحے میں آپ نہ صرف دل و جان سے ہمارے ساتھ تھے بلکہ آپ نے ہر طرح ہماری مدد بھی کی تھی۔

شکریے کے ساتھ۔ آپ کو اور آپ کے صاحبزادے کو میرا پُر خلوص سلام

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۳

۲۔ یہ خط غالباً ۲۸ جون ۱۹۴۷ء کو لکھا گیا۔

۳۔ میاں گل جہاں زیب

۳۰۲
ابوسلیمان بنام ظفر احمد انصاری[۱]

(اقتباس)

مکین، وسطی وزیرستان
۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء[۲]

فقیرایپی اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ انہیں محسود قبائل کی ہمدردی حاصل ہو جائے اور اس سلسلے میں ان کا ۲ رمضان کا لکھا ہوا خط جو مکین (Makeen) کے عمائدین کے پاس ۷ رمضان کو پہنچا اس کی نقل ملفوف ہے۔[۳] مکین میں جرگہ منعقد ہونے کی جو خبر پچھلے خط[۴] میں دی گئی تھی اس کی تصدیق اس خط کے متن سے ہو جاتی ہے۔

۲۔ انگوٹھا لگوانے کی مہم کا مقصد کیا ہے؟ یہ تو خود حاجی صاحب (فقیرایپی) ہی جانتے ہوں گے لیکن جن حالات میں یہ مہم چلائی گئی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکومتِ افغانستان حاجی صاحب کے ذریعے تحریک پٹھانستان کی پُرزور پشت پناہی کر رہی ہے۔

۳۔ کانگریس کے مقاصد واضح ہیں۔ وہ آزاد قبائل اور صوبۂ سرحد کے عوام میں ''زلمئے پختون''[۵] کے ذریعے پاکستان کے خلاف تحریک چلانا چاہتی ہے۔ بلکہ وہ پاکستان کے قیام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے خانہ جنگی برپا کرنا چاہتی ہے تاکہ داخلی ہنگاموں کا انسداد کرتے کرتے پاکستان کی افواج تھک جائیں، ان کا گولہ بارود ختم ہو جائے، حکومتِ پاکستان گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے اور اس طرح کانگریس کو اپنی حکومت قائم کرنے کا موقع مل جائے۔ یہ اشارے شیاما پرشاد مکرجی[۶] اور پرشوتم داس ٹنڈن[۷] کی تقریروں سے عیاں ہیں جن میں انہوں نے صاف صاف کہا ہے کہ وہ پاکستان کو فتح کرنے سے پہلے سکھ کا سانس نہیں لیں گے۔

افغانستان کی حکومت کئی مرتبہ متحدہ پٹھانستان کا مطالبہ کر چکی ہے۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے حکومتِ افغانستان نے ایک بااثر وزیری شیر باز خان کو جسے افغان حکومت کی طرف سے بریگیڈیر کا خطاب ملا ہوا تھا فقیرایپی کے پاس تحائف کے ساتھ بھیجا تھا جنہیں حاجی صاحب نے خوشی سے قبول کیا تھا۔ ان دونوں میں پوری رات رازدارانہ باتیں ہوتی

رہیں۔بعدازاں بریگیڈیر اپنا مشن کامیابی سے مکمل کر کے واپس کابل چلا گیا۔

بریگیڈیر کی واپسی کے فوراً بعد فقیر اپی نے محسود قبائل کے نام ایک مراسلہ روانہ کیا جس کی ایک نقل قائداعظم کے ملاحظے کیلئے ملفوف ہے۔اس خط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ افغان حکومت نے فقیر اپی کو یہ لالچ دیا ہے کہ پٹھانستان کی تحریک کے نتیجے میں وزیرستان کی آزاد ریاست کے قیام کا بھی امکان ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کانگریس اور افغان حکومت کی جانب سے کثیر مالی امداد کی پیشکش بھی کی گئی ہے۔اسی پیشکش کی بناء پر حاجی صاحب یہ کہنے پر مُصِر ہیں کہ مسلم لیگ اور انگریزوں کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے حالانکہ مسلم لیگ (پاکستان) کا آئینی سربراہ ایک مسلمان ہے اور کانگریس (ہندوستان) کا انگریز۔بہر حال حاجی صاحب یا ان کے مریدوں کے سامنے کوئی شخص کانگریس پر نکتہ چینی نہیں کر سکتا جبکہ مسلم لیگ کے متعلق ان کا رویّہ برعکس ہے۔

آپ کا مخلص

ابوسلیمان

۱۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۳۴

۲۔خط میں ۱۰ رمضان ۱۳۶۶ھ درج ہے۔

۳۔ملفوفہ

۴۔جناح پیپرز جلد سوم۔دستاویز نمبر ۲۲۹

۵۔کانگریس کی حامی پختون نوجوانوں کی تنظیم

۶۔صدر آل انڈیا ہندو مہاسبھا

۷۔مشہور کانگریسی لیڈر

۲.۳۴ کا ملفوفہ

فقیر اپی کا گشتی مراسلہ برائے گل لالہ محسود اور پہلوان زئی قبائل اور مکین کے علماء اور ملک صاحبان

آپ کے اتحاد کی خبر سن کر مجھے خوشی ہوئی ہے اور مَیں اس کے لئے دست بہ دعا ہوں۔ نشانِ انگوٹھا حاصل کرنے کا مقصد صرف اسلام کا اتحاد اور وزیرستان کے قبائل کا مفاد ہے تاکہ وزیرستان اور صوبۂ سرحد کے پشتونوں کے درمیان ایک مضبوط اتحاد قائم ہو جائے۔اس طرح ہم

اپنے مخالفین کے بُرے اثرات سے بچ سکتے ہیں اور ہماری ریاست قائم ہوسکتی ہے۔
ممکن ہوسکے تو رمضان کے مہینے میں انگوٹھے کے نشان لگوائے جائیں۔ ہمارا ارادہ کسی کی مخالفت نہیں ہے۔ مَیں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مَیں نے جہاد کا عزم دنیاوی فائدے یا خود کو بادشاہ بنانے کیلئے نہیں کیا ہے۔ مَیں یہ جہاد صرف محمد ﷺ کے دین کو فروغ دینے کیلئے کرنا چاہتا ہوں۔ ہم عید کے بعد ملیں گے۔ تین جرگوں کی موجودگی کافی ہوگی۔

حاجی مرزا علی خان
فقیرا ایپی

۳۴
وائسرائے کی تیئیسویں متفرق میٹنگ کی روداد[1]
(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

خفیہ
۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

محمد علی جناح	راب لوک ہارٹ (Rob Lockhart)
لیاقت علی خاں	وی ایف ارسکین کرم

سر راب لوک ہارٹ نے بتایا کہ وہ جب پہلی مرتبہ صوبۂ سرحد کے گورنر کا عہدہ سنبھالنے کیلئے آئے تو انہوں نے موجودہ وزارت کے ارکان[2] سے پوچھا تھا کہ کیا وہ کسی صورت میں پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالنے کیلئے رضامند ہوں گے؟ کیونکہ خود انہی نے یہ اقرار کیا تھا کہ صوبۂ سرحد کی ہندوستان میں شمولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یقیناً وہ دل ہی دل میں یہ بھی جانتے ہوں گے کہ آزاد پٹھانستان بھی ناممکن ہے۔ وزراء نے ان دونوں باتوں کا تو اقرار کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ پاکستان میں کبھی شامل ہونا نہیں چاہیں گے۔ جب ڈاکٹر خان صاحب

سے علیحدگی میں پوچھا گیا کہ اگر استصوابِ رائے کا فیصلہ ان کے خلاف ہوا تو پھر وہ کیا کریں گے تو ڈاکٹر خان صاحب نے کہا کہ اگر ۳۰ فیصد ووٹ پاکستان کے حق میں پڑے تو وہ استعفیٰ دیدیں گے۔ بعد ازاں استصواب رائے میں دھاندلیوں کی شکایات ہونے لگیں۔ ڈاکٹر خان صاحب کا دعویٰ تھا کہ استصواب نامناسب طریقے پر کرایا جا رہا ہے اور اپنا ارادہ بدلتے ہوئے اعلان کیا کہ وہ مستعفی نہیں ہوں گے۔

سر راب لوک ہارٹ نے مزید بتایا کہ انہوں نے پھر ڈاکٹر خان صاحب سے علیحدگی میں گفتگو کی لیکن وہ اپنی بات پر اڑے رہے اور کہنے لگے کہ استصواب رائے کا نتیجہ کسی چیز کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ ڈاکٹر خان صاحب نے کہا کہ انہیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی جس کی بناء پر وہ استعفیٰ دیں کیونکہ اسمبلی میں ان کی اکثریت ہے اور رائے دہندگان کی اکثریت بھی ان کی حمایت کرتی ہے۔ سر راب لوک ہارٹ نے ڈاکٹر خان صاحب پر واضح کیا کہ استصواب رائے اتنی ہی باقاعدگی سے کرایا جا رہا ہے جس طرح وہ الیکشن ہوا تھا جس کے ذریعے کانگریس اقتدار میں آئی تھی۔[۲] اس بات سے ڈاکٹر خان صاحب نے اتفاق کیا۔

سر راب لوک ہارٹ نے بتایا کہ پھر انہوں نے اس پر غور کیا کہ وہ صوبے کی آئندہ حکومت کے بارے میں وائسرائے سے کیا سفارش کریں۔ پہلے تو انہوں نے عبوری دور میں مخلوط وزارت کے بارے میں سوچا لیکن نہ تو موجودہ وزارت نے اور نہ ہی مقامی مسلم لیگ کے رہنماؤں نے اسے قابل عمل گردانا حالانکہ ڈاکٹر خان صاحب کا ذاتی خیال تھا کہ ایسا ممکن ہے گو وہ خود ایسی وزارت میں شامل نہیں ہوں گے۔ دوسرا حل یہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ وزارت ۱۵ اگست تک اسی طرح قائم رہے لیکن یہ پاکستان کی آئندہ حکومت کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اسمبلی توڑ دی جائے۔ ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موجودہ وزارت کو معزول کر کے مسلم لیگ کی وزارت بنا دی جائے لیکن اگر اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا تو ایوان میں یہ وزارت اقلیت میں ہو گی۔ مزید برآں مقامی رہنماؤں نے اس اقدام پر کسی خاص دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ آخری رستہ یہ تھا کہ دفعہ ۹۳ کے تحت حکومت چلائی جائے۔ اس کارروائی کی حمایت میں صرف یہی کہا جا سکتا

ہے کہ موجودہ حالات میں یہ صورت دونوں جماعتوں کے لئے ناگوار ہوگی لیکن اس میں بڑا عیب یہ ہے کہ جب ۱۵ اگست کا دن آئے گا تو کوئی حکومت موجود نہیں ہوگی۔

وائسرائے نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر دفعہ ۹۳ کے تحت حکومت چلانے کے سخت خلاف ہیں کیونکہ اس سے عوام یہی نتیجہ نکالیں گے کہ اپنی براہ راست حکومت جاری رکھنے کیلئے انگریزوں نے یہ آخری حربہ استعمال کیا ہے۔

سر راب لوک ہارٹ نے بتایا کہ وہ بعد میں ڈاکٹر خان صاحب سے دوبارہ ملے لیکن وہ (ڈاکٹر خان) استعفیٰ نہ دینے کے فیصلے پر اڑے رہے۔ انہوں نے ڈاکٹر خان صاحب سے پوچھا کہ آخر وہ کن شرائط پر استعفیٰ دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر خان صاحب نے مشورہ دیا کہ اسمبلی توڑ دی جائے اور نئے الیکشن کرائے جائیں لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی اقرار کیا کہ ۱۵ اگست سے پہلے الیکشن کرانا ممکن نہیں ہے اور یہ کہ نئے انتخابات نئے آئین اور نئی انتخابی فہرستوں کے مطابق ہی ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر خان صاحب کے خیال میں یہ عمل تین چار مہینوں میں مکمل ہو سکے گا۔ سر راب لوک ہارٹ نے بالآخر ڈاکٹر خان صاحب سے یہ بات کہہ دی کہ استعفیٰ خود ان کے مفاد میں ہے اور اسی مرحلے پر ملاقات ختم ہوگئی۔ انہوں نے ڈاکٹر خان صاحب سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اگر موجودہ وزارت معزول کر دی جائے تو کانگریس کا ردّ عمل کیا ہوگا۔ ڈاکٹر خان صاحب نے یہ واضح عندیہ ظاہر کیا کہ ایسی صورت میں کانگریس کوئی تحریک چلا سکتی ہے۔ البتہ انہوں نے یہ یقین ضرور دلایا کہ وہ حتی الامکان کوشش کریں گے کہ تحریک پُر امن ہو۔ سر راب لوک ہارٹ نے کہا کہ ان کا خیال ہے کہ اگر اسمبلی توڑ بھی دی گئی تو بھی موجودہ وزارت کو بدستور کام کرتے رہنے کا کہنا پڑے گا۔

وائسرائے نے دریافت کیا کہ آیا اس امکان پر غور کیا گیا ہے کہ جو ارکانِ اسمبلی اس وقت موجودہ وزارت کی حمایت کر رہے ہیں وہ شاید اپنا رخ بدل لیں۔ سر راب لوک ہارٹ نے کہا کہ اس نکتے پر قطعی معلومات حاصل کرنا بہت مشکل ہے لیکن ان کی اطلاع کے مطابق اسمبلی کے کسی رکن نے یہ ارادہ ظاہر نہیں کیا ہے۔ مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ اس کا امکان ہے کہ یہ جان کر کہ

اب پاکستان وجود میں آچکا ہے غیر مسلم ارکان کانگریس کی حمایت چھوڑ کر مسلم لیگ کی طرف جھک جائیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ انہیں اس مفروضے سے اتفاق ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ لائحۂ عمل اس قیاس پر بنایا جائے کہ ڈاکٹر خان صاحب کو اسمبلی کی اکثریت کی حمایت بدستور حاصل رہے گی۔ انہوں نے حاضرین کو بمبئی اور پنجاب کی مثال پیش کی جہاں اقلیتی جماعتوں کو وزارت بنانے کیلئے کہا گیا تھا۔ انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ دفعہ ۹۳ کے تحت حکومت چلانے سے احتراز کیا جائے۔ ان کی رائے میں صوبۂ سرحد نے (استصواب رائے میں) موجودہ وزارت کے خلاف بھاری اکثریت سے عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے۔ مسٹر جناح نے مزید کہا کہ ڈاکٹر خان صاحب کے طرزِ عمل سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ کے منصب کے اہل نہیں ہیں۔ کیونکہ اس صورتحال میں کوئی شائستہ آدمی مستعفی ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ان حالات میں ایک ہی قابل عمل طریقہ ہے کہ ڈاکٹر خان صاحب سے مستعفی ہونے کے لئے دوبارہ کہا جائے اور اگر وہ انکار کریں تو ان کو برخاست کر کے دوسرے نمبر پر اکثریتی جماعت (مسلم لیگ) کو عبوری وزارت بنانے کی دعوت دی جائے۔ مسٹر جناح نے مشورہ دیا کہ ابتدا میں تین افراد پر مشتمل وزارت بنائی جائے۔ بعد میں چوتھی جگہ کسی ہندو کو پیش کی جا سکتی ہے۔ ان کے خیال میں ایسی نئی وزارت کی حمایت میں ہندو پیش پیش ہوں گے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے خیال میں اسمبلی تحلیل کرنا مناسب نہیں ہے۔ البتہ مارچ ۱۹۴۸ء کے بجٹ اجلاس سے پہلے اسمبلی طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے خیال میں مولانا ابوالکلام آزاد کی خالی نشست پر کرنے کیلئے، جنہوں نے دستور ساز اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا ہے، اسمبلی کا اجلاس بلایا جانا ضروری نہیں ہے۔ اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے لئے ۱۰ اگست کو جو ضابطے بنائے جائیں گے ان میں یہ شرط بھی ہوگی کہ اگر کوئی رکن مسلسل دو اجلاسوں میں غیر حاضر رہے تو، ماسوائے خصوصی وجوہات کے، اس کا نام از خود خارج سمجھا جائے گا۔

وائسرائے نے کہا کہ ان کے خیال میں نفسیاتی طور پر یہ بہتر ہوگا کہ اس وقت طرفین کو اس ارادے سے خبردار کر دیا جائے لیکن ۱۵ اگست تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔ انہوں نے دریافت

کیا کہ اس طریقۂ کار میں یہ خطرہ تو نہیں کہ موجودہ حکومت اس صوبے کے مستقبل کو نقصان پہنچانے کا باعث بن جائے؟

سر راب لوک ہارٹ نے جواب دیا کہ ان کے خیال میں موجودہ حکومت کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مالی اعتبار سے صوبۂ سرحد بہت کمزور ہے اور اخراجات کیلئے اب کوئی رقم باقی نہیں ہے۔ البتہ یہ حکومت سرکاری عہدے داروں کی تعیناتی میں مداخلت کر سکتی ہے۔ وائسرائے نے مشورہ دیا کہ اس معاملے میں ایک علیٰ حالہٖ حکم (Standstill Order) صادر کیا جا سکتا ہے۔

سر راب لوک ہارٹ نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگر وزارت کو معزول کرنے کیلئے ہمارے ارادے سے انہیں خبردار کر دیا گیا تو کانگریس کو ایک تحریک چلانے کا منصوبہ بنانے اور تیاری کرنے کے لئے وقت مل جائے گا۔ لہٰذا ان کے خیال میں اگر کوئی تبدیلی لانی ہے تو اسے جتنی جلدی ہو سکے لے آنا چاہیے۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا ان کا خیال ہے کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے نئی وزارت کی تشکیل ہو جانی چاہیے۔ اس طرح ان کو اپنا کام سنبھالنے کا وقت مل جائے گا اور خاص طور پر قبائلی علاقوں میں ممکنہ بدامنی کا تدارک ہو جائے گا جہاں موجودہ حکومت پروپیگنڈے کیلئے اپنے وسائل استعمال کر سکتی ہے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ ان کے خیال میں صورتِ حال خطرناک ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اگرچہ وہ قبائل کے ارادوں کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن انہیں روزانہ یہ رپورٹیں مل رہی ہیں کہ موجودہ حکومت کے ایجنٹ قبائلی علاقوں میں گڑبڑ پھیلانے اور صوبے کے اندر بھی لوگوں کو تخریب کاری پر اکسا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر پچھلے چند ہفتوں میں اسلحہ کے چھ ہزار لائسنس جاری کئے گئے ہیں۔

وائسرائے نے کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ حالات جس قدر قانون کے دائرے میں رہیں اتنا ہی بہتر ہوگا۔ ان کی تجویز تھی کہ پاکستان ایگزیکٹو کونسل کے ارکان کی ایک میٹنگ بلائی جائے اور اس میٹنگ میں ان کی جانب سے گورنر کو دی جانے والی ہدایات طے کی جائیں۔ یہ ہدایات ''آرڈر اِن کونسل'' کی شکل میں ہوں تو بہتر ہوگا۔ وائسرائے نے کہا کہ اس میٹنگ میں

مولانا ابوالکلام آزاد کے جانشین کے انتخاب کا مسئلہ بھی زیرِ غور آ سکتا ہے۔ وائسرائے نے اس پر زور دیا کہ پاکستان ایگزیکٹو کونسل میں جو بھی فیصلے کیے جائیں ان کا اعلان واضح الفاظ میں ہو۔ فیصلہ کیا گیا کہ جمعہ ۱۰ اگست کو صبح دس بجے پاکستان ایگزیکٹو کونسل کی میٹنگ منعقد ہو گی اور لیاقت علی خاں اس میٹنگ کیلئے مسٹر محمد علی اور سر جارج اسپنس کے تعاون سے حسب ذیل مسائل پر غور کے لئے کاغذات تیار کریں گے۔

الف۔ صوبہ سرحد کی آئندہ حکومت کے بارے میں وائسرائے کی صوبائی گورنر کو ہدایات

ب۔ دستور ساز اسمبلی کی رکنیت سے مولانا ابوالکلام آزاد کا استعفیٰ

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ا
۲۔ ڈاکٹر خان صاحب، مہر چند کھنہ، قاضی عطاء اللہ، محمد یحییٰ جان
۳۔ ضمیمہ
۴۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان کی شرائط کے مطابق پاکستان دستور ساز اسمبلی کیلئے صوبہ سرحد سے مولانا ابوالکلام آزاد منتخب قرار دیے گئے تھے۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۲۳۲ کا ملفوفہ
۵۔ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کراچی میں ۱۰ تا ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء منعقد ہوئے۔

۳.۳ کا ضمیمہ

کانجی دوارکا داس[۱] بنام ڈی جی پول[۲] (D.G.Pole)

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

(اقتباس)

بمبئی

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر ڈیوڈ

ایک متوازن اور باخبر امریکی صحافی نے، جو ابھی ابھی دہلی اور صوبہ سرحد سے لوٹا ہے، مجھے بتایا ہے کہ استصواب رائے منصفانہ طور پر کرایا گیا ہے اور خان صاحب اور عبدالغفار خان کی

شکایتیں غلط ہیں۔ اسکے مطابق ڈاکٹر خان صاحب پراگندہ ذہن ہیں اور دونوں خان برادران کانگریس کی بے اعتنائی پر خفا نظر آتے ہیں۔ سرحد کے لیگی رہنما نہیں چاہتے کہ افغانستان کوئی مداخلت کرے۔ مسلم لیگ کے ایک جلوس میں یہ نعرے لگائے جا رہے تھے ''امان اللہ[۳] کو صوبہ سرحد میں واپس لایا جائے تا کہ افغانستان کی سرگرمیوں کو قابو میں لایا جا سکے۔''

آپ یہ خط ہمارے دوستوں کو بھی دکھا سکتے ہیں۔[۴]

آپ کا ہمیشہ

کے ڈی

۱۔ بمبئی کا سیاستدان، قائداعظم کا پرانا دوست اور گاندھی کا سابق سیکرٹری۔ اس کے سیاسی تبصرے ایٹلی کی نظر میں ''معقول اور متوازن'' تھے۔

۲۔ برطانوی سیاستدان، سرکاری محکموں کیلئے لیبر پارٹی کی مشاورتی کمیٹی کا سابق وائس چیئر مین

۳۔ افغانستان کے سابق بادشاہ جو تخت سے محروم ہونے کے بعد ان دنوں روم میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے۔

۴۔ یہاں دوست سے مراد امریکن ہیں۔

۴۳

چوہدری محمد علی اور جارج اسپنس (George Spence) کی یادداشتیں[۱]

صوبہ سرحد کی وزارت پر استصواب رائے کے اثرات

نئی دہلی

۳۰ جولائی ۱۹۴۷ء

چوہدری محمد علی کی یادداشت[۲]

مذکورہ بالا موضوع پر سر جارج اسپنس کی یادداشت ملفوف ہے۔[۳]

۲۔ صوبہ سرحد کے استصواب رائے کی مثال کسی سابقہ واقعہ سے نہیں دی جا سکتی جس کا ذکر سر جارج اسپنس نے کیا ہے اور جس کے ذریعے وزارت کسی خاص نکتے پر قوم کی خواہشات اس غرض سے معلوم کرتی ہے کہ اپنے اقدامات کو اس کے مطابق ڈھال سکے۔ صوبہ سرحد کا استصواب رائے

ایک امتیازی خصوصیت کا حامل ہے۔اس کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ صوبے کا اقتدار مسلم لیگ یا کانگریس میں سے کس کے سپرد کیا جائے۔ چونکہ اس استصواب رائے نے واضح کر دیا ہے کہ صوبۂ سرحد کے رائے دہندگان مسلم لیگ کے حق میں ہیں لہٰذا کانگریس وزارت اقتدار میں نہیں رہ سکتی۔اگر صوبے کے تحفظ اور امن کو خطرے میں ڈالے بغیر عام انتخابات فوری طور پر کرائے جائیں تو بلاشبہ موجودہ وزارت کو شکست ہوگی۔تاہم سرحد کی صورتحال پُرخطر ہے اور عام انتخابات کو سرخ پوش اور ''زلمیٔ پختون'' کے رکن صوبے میں گڑ بڑ پھیلانے کیلئے استعمال کریں گے۔ قبائل میں پہلے سے تناؤ ہے اور صوبۂ سرحد میں اندرونی افراتفری قبائلی علاقوں میں بغاوت کا پیش خیمہ بن سکتی ہے۔لہٰذا حقائق کی بنیاد پر مستقبل قریب میں عام انتخابات کرانے کا خیال ترک کر دیا جائے۔

۳۔مذکورہ بالا بیان کے مطابق صوبۂ سرحد کا استصواب رائے چونکہ رائے دہندگان کی رائے کا واضح اظہار ہے لہٰذا گورنر جنرل اپنی صوابدید پر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی دفعہ ۵۴ کی ذیلی شق (۱) کے تحت کانگریس وزارت کو معزول کر دیں اور مسلم لیگ کو وزارت بنانے کی دعوت دیں۔

محمد علی

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۲

۲۔ یہ یادداشتیں وائسرائے کی ہدایت پر پاکستان کیبنٹ کی میٹنگ کیلئے تیار کی گئی تھیں جو محمد علی نے لیاقت علی خاں کو بھجوائیں، بحوالہ ٹرانسفر آف پاور جلد نمبر ۱۲۔ دستاویز نمبر ۲۹۴

۳۔ملفوفہ

۳.۴ کا ملفوفہ

جارج اسپنس کی یادداشت

ڈومینین کے جن ملکوں میں استصواب رائے مروّج ہے وہاں یہ معمول بن چکا ہے کہ وزارت اگر کوئی موقف استصوابِ رائے کیلئے پیش کرے اور اس میں اسے شکست ہو جائے تو آئین کے مطابق وزارت کا مستعفی ہونا لازمی نہیں ہوتا۔درحقیقت عام حالات میں جس وزارت

کی تجاویز استصواب رائے میں مسترد ہو جاتی ہیں وہ بدستور اقتدار میں رہتی ہے جب تک کہ وہ معمول کے مطابق تحلیل نہ ہو جائے۔ (کیتھ کی کتاب ''ڈومینین ممالک میں ذمہ دار حکومت'' (Keith's Responsible Government in the Dominions) جلد اول صفحہ ۳۷ اور جلد دوم صفحہ ۶۹۲)

۲۔ لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ صوبۂ سرحد کا استصواب رائے نہ تو وزارت کی تحریک پر کرایا گیا اور نہ ہی اس خصوصی نکتے کی تشکیل میں وزارت کا ہاتھ تھا۔ لہٰذا اس صورت میں آئینی طور پر وزارت کا مستعفی ہونا لازمی نہیں ہے۔

۳۔ میرے خیال کے مطابق وزارت کو صوبائی اسمبلی میں اب بھی اکثریت حاصل ہے۔ اگر یہ درست ہے تو موجودہ وزارت کے مستعفی ہونے یا معزولی پر جو بھی نئی وزارت بنائی جائے گی تو اس کا اقتدار میں رہنا ممکن نہیں ہے اور اپنے دورِ حکومت کی ابتداء ہی میں اسے مجبوراً گورنر سے اسمبلی توڑنے اور عام انتخابات کرانے کی درخواست کرنی پڑے گی۔

۴۔ ان حالات میں گورنر یہی مناسب قدم اٹھا سکتے ہیں کہ وہ موجودہ وزیراعلیٰ کو یہ موقع دیں کہ یا تو خود وزارت سے مستعفی ہو جائیں یا پھر اسمبلی تحلیل کر دی جائے۔ اگر گورنر نے تحلیل کی پیشکش کیے بغیر وزارت کو مستعفی ہونے کیلئے کہا اور پھر نئی وزارت کے کہنے پر اسمبلی تحلیل کر دی تو ان پر الزام لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہ اقدام محض اس لئے کیا ہے کہ عام انتخابات میں موجودہ وزارت کے بجائے نئی وزارت کو سازگار ماحول مہیا کیا جا سکے کیونکہ عام انتخابات سے نئی وزارت بھی دیر تک پہلوتہی نہیں کر سکتی۔

۵۔ میں جانتا ہوں کہ امن و امان قائم رکھنے کے حفاظتی وسائل کی کمیابی مستقبل قریب میں عام انتخابات کی راہ میں حائل ہے لہٰذا ان حالات میں بلاشبہ گورنر (اگر انہیں یہ یقین ہو کہ فوری عام انتخابات میں موجودہ وزارت کو شکست ہو گی) موجودہ وزراء سے استعفیٰ مانگنے اور ان کے انکار پر انہیں معزول کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی دفعہ ۵۱ کی ذیلی شق (۵) کے تحت گورنر اپنی صوابدید پر وزیروں کو معزول کر سکتا ہے۔ اور دفعہ ۵۴ کی ذیلی

شق (ا) کے تحت گورنر جنرل اپنی صوابدید پر گورنر کو اس بارے میں ہدایات دے سکتا ہے۔ ان قوانین کے اطلاق کی صورت مقررہ دن کے بعد یہ نہیں رہے گی لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ جو فیصلہ بھی کیا جائے گا اس پر عمل درآمد مقررہ دن سے پہلے ہی ہوگا۔

جی ایچ اسپنس

۳.۵

فضل کریم آصف بنام محمد علی جناح[۱]

کوہاٹ۔صوبۂ سرحد

۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء

پاکستان زندہ باد

مائی ڈیئر قائداعظم۔السلام علیکم

لیگ کے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے صوبۂ سرحد کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔

ا۔ لیگ کے قدم اس صوبے میں ابھی مضبوطی سے نہیں جمے ہیں۔ چونکہ دیہی آبادی کو ہماری جدوجہد سے متعلق پوری طرح آگاہ نہیں کیا گیا ہے اس لئے غدّار خان برادران انہیں آسانی سے گمراہ کر سکتے ہیں۔[۲] لہٰذا مستقبل قریب میں صوبائی اسمبلی کیلئے الیکشن نہیں ہونے چاہئیں جس کا ڈاکٹر خان صاحب مطالبہ کر رہے ہیں۔ نئے الیکشن سے پہلے ہمیں اس بات کا یقین کر لینا چاہیے کہ رائے دہندگان وقت کے تقاضوں سے پوری طرح آگاہ ہیں اور انہیں اپنی ذمہ داری کا پوری طرح احساس ہے۔

۲۔ ہمیں یہاں ایک مضبوط حکومت کی ضرورت ہے جو قوم کے دشمنوں سے سختی سے نمٹ سکے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں:

الف) اس صوبے کے آئندہ گورنر کے عہدے کے لئے کسی مسلمان کا انتخاب کیا جائے۔ میری نظر میں پیر صاحب مانکی شریف سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے جو تعلیم یافتہ، ایماندار اور دانا افراد پر مشتمل

ایک کونسل کی مدد سے حکومت چلا سکیں گے۔

ب) اگر کوئی موزوں مسلمان نہ مل سکے تو کسی اچھی شہرت والے انگریز کو مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اس عہدے کے لئے سر جارج کننگھم کا نام لیا جا رہا ہے جو پہلے بھی اس صوبے کے گورنر رہ چکے ہیں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے ان کی شہرت بالکل اچھی نہیں ہے۔ ان پر خود رشوت لینے اور شیخ محبوب علی خانؒ اور اسکندر مرزاؒ جیسے لوگوں کی سرپرستی کر کے صوبے میں رشوت ستانی کو فروغ دینے کا الزام کھلم کھلا لگایا جا چکا ہے۔ سر اولف کیرو (Olaf Caroe)، سر جارج کننگھم سے کہیں بہتر انسان ہیں۔ اس عہدے بلکہ تمام عہدوں کیلئے دیانتداری سب سے پہلی شرط ہونی چاہیے۔

ج) پولیس کے محکمے کا سربراہ بہت قابل شخص ہونا چاہیے۔ مَیں نوابزادہ گل محمد خان (آئی پی) کا نام تجویز کرتا ہوں جو اس عہدے کیلئے نہایت موزوں ہیں۔

د) موجودہ قوانین کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کیلئے فوری اقدامات کئے جائیں۔

ہ) رشوت ستانی کی سنگین شکایتوں کا فوری ازالہ کرنے کے لئے انسدادِ رشوت کمیٹی تشکیل دی جائے اور رشوت کے مقدموں کا فیصلہ کرنے کیلئے ہر ضلع میں ایک خصوصی مجسٹریٹ مقرر کیا جائے۔ ان مجسٹریٹ صاحبان کو ایسے خصوصی اختیارات دیے جائیں کہ وہ جہاں بھی ضروری اور مناسب سمجھیں ان مقدمات کا فوری فیصلہ کر سکیں۔

و) موجودہ قوانینِ شہادت وفوجداری میں مناسب ترامیم ہونی چاہئیں کیونکہ ان ترامیم کے نہ ہونے سے بے شمار مجرم جائز سزا سے بچ جاتے ہیں۔

ز) جھوٹے گواہوں اور سچ پر پردہ ڈالنے والوں کو مناسب سزا دینے کے لئے خصوصی قوانین بنائے جائیں۔

ح) ہماری ذہنی نشو ونما کے لئے جتنی جلد ہو سکے خیبر یونیورسٹی قائم کی جائے۔

ط) ایک صنعتی تفتیشی کمیٹی تشکیل دی جائے جو صوبے میں صنعتوں کے فروغ کیلئے سفارشات پیش کرے۔

ی) غریب کسانوں کی مدد کے لئے خصوصی قوانین بنائے جائیں تا کہ عام آدمی کا معیارِ زندگی بلند

ہو سکے۔

ان کے علاوہ کئی اور چیزیں ہیں جن کا تذکرہ فی الحال ضروری نہیں ہے۔اس جسارت کی معافی چاہتے ہوئے آپ کی درازیٔ عمر، سکون وراحت اور خوش اقبالی کیلئے دعا گو ہوں۔

آپ کا مخلص

فضل کریم آصف

ایم اے، ایل ایل بی (علیگ)

ایڈووکیٹ اینڈ نوٹری پبلک

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم، دستاویز نمبر ۵۸
۲۔ ضمیمہ
۳۔ مالاکنڈ میں پولیٹیکل ایجنٹ ۱۹۴۶ء
۴۔ انڈین پولیٹیکل سروس کے ایک افسر جو آگے چل کر پاکستان کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔

۳.۵ کا ضمیمہ

لیگ خانہ جنگی کی دھمکیوں کا جواب دینے کیلئے تیار ہے

پشاور ۲۹ جولائی

خان عبدالقیوم نے اپنے ایک بیان میں کہا:

''سرحد کے کانگریسی رہنماؤں کی خانہ جنگی کی دھمکیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلم لیگ کی تنظیم مکمل طور پر تیار ہے۔

''سرحدی گاندھی کے قول وفعل میں اس قدر تضاد ہے کہ وہ اس صوبے کے عام آدمی کیلئے ایک معمہ بن گئے ہیں۔وہ دیہات میں گھوم پھر کر لوگوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ انہوں نے ہندو کانگریس کو خیر باد کہہ دیا ہے اور اب انہیں ہندوستان سے کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ کانگریس سے اپنی علیحدگی کو نمایاں کرنے کیلئے وہ اپنا نیا سرخ جھنڈا لہرانے لگے ہیں جس پر دو آڑی تلواریں بنی ہوئی ہیں اور ''اللہ اکبر'' لکھا ہوا ہے اور یہ کہ سرخ پوشوں نے چرخے والا کانگریسی جھنڈا علی الاعلان ترک کر دیا ہے۔اس کے بعد ہم نے یہ سنا کہ سرحدی گاندھی بھاگم بھاگ بھنگی کالونی (دہلی) پہنچے اور

وہاں تخلیے میں مسٹر گاندھی اور دوسرے کانگریسی رہنماؤں کے ساتھ صلاح مشورے میں مشغول ہو گئے۔ سرحد کے پٹھان یہ جان جائیں کہ پٹھانستان کے تصور کا جنم کہاں ہوا ہے۔ ہمیں دھمکایا گیا تھا کہ اگر استصواب رائے ہوا تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی لیکن "دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا"۔ اپنی ناپسندیدہ حکومت کو بچانے کی خاطر اور سودے بازی کیلئے سرحد میں کانگریس کے سرکردہ رہنما اپنے آخری ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں اور خانہ جنگی کی گیدڑ بھبکیاں دے رہے ہیں۔ یہ سب دھونس کے سواء کچھ نہیں ہے۔ مسلم لیگ جسے مسلم اکثریت کی حمایت حاصل ہے ہر ہنگامی حالت سے نمٹنے کے لئے بالکل تیار ہے"۔

ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا

۳۰۶

عبدالقیوم خان بنام محمد علی جناح[1]

پشاور
یکم اگست ۱۹۴۷ء

محترم قائداعظم

گہرے سوچ بچار کے بعد مجھے قائل ہونا پڑا کہ موجودہ حالات میں ہمارے (صوبے کے) گورنر کیلئے آپ کا انتخاب موزوں ترین ہے۔[2] میری گزارش ہے کہ جب اس کا اعلان کیا جائے تو آپ بھی عوام سے خطاب کریں۔ ریڈیو کے میسّر ہوتے ہوئے عوام کو مطمئن کرنا آسان ہے۔ ہماری مشکلات اندرونِ خانہ نوعیت[3] کی ہیں۔ یہ انتشار دراصل ہمارے اپنے لوگ پیدا کر رہے ہیں جنھیں یا تو شعور نہیں ہے یا پھر ان کے کوئی اپنے مفادات ہیں۔

مَیں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے سے بھی بخوبی نمٹا جائے گا۔

آپ کا مخلص
عبدالقیوم

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۷۸
۲۔ ۲۵ جولائی کو قائداعظم نے صوبۂ سرحد کے لئے سر جارج کننگھم کے تقرر کی منظوری دی۔
۳۔ ضمیمہ

۳۰۶ کا ضمیمہ

پیر مانکی شریف کے سیاسی خیالات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی

پشاور ۲۹ جولائی۔ سرحد اسمبلی میں حزبِ اختلاف کے قائد خان عبدالقیوم خان نے ان افواہوں کی پُر زور تردید کی ہے کہ ''پیر صاحب مانکی شریف اب پٹھانستان کے حامی ہو گئے ہیں۔''

آج مانکی گاؤں میں پیر صاحب سے ملاقات کے بعد اپنے ایک اخباری بیان میں مسٹر عبدالقیوم نے کہا ''چونکہ پیر صاحب کا قاعدہ ہے کہ وہ رمضان کے مقدس مہینے میں اپنا سارا وقت روزے نماز میں صرف کرتے ہیں لہٰذا پیر صاحب نے مجھے مندرجہ ذیل بیان جاری کرنے کا اختیار دیا ہے۔''

> ''ہم مسلمانوں کو پیر صاحب مانکی شریف کے خلاف ہندو اخباروں میں اس شرانگیز پروپیگنڈے کی جانب مطلق توجہ نہیں دینی چاہیے کہ پیر صاحب اب پٹھانستان کے حامی ہو گئے ہیں۔ پیر صاحب نے کہا ہے کہ یہ سب پروپیگنڈا اور جھوٹ کی پوٹ ہے۔ ان کے سیاسی عقیدے میں ذرّہ برابر تبدیلی نہیں آئی ہے اور وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی پکّے مسلم لیگی ہیں۔ مناسب وقت پر وہ اخبارات کو تفصیلی بیان دیں گے''۔ پاکستان ٹائمز، ۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء

۳۰۷

پاکستان کی (عبوری) کابینہ کی میٹنگ کی روداد[1]

خفیہ

یکم اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں	راب لوک ہارٹ
آئی آئی چندریگر	عبدالرب نشتر
غضنفر علی خان	محمد علی
جے این منڈل	عثمان علی

صوبہ سرحد میں استصواب رائے کے صوبائی وزارت پر اثرات[۲]

(کیس نمبر ۱/۱/۴۷)

وائسرائے نے کہا کہ ڈاکٹر گھوش[۳] اور ان کے ساتھیوں کے لئے مغربی بنگال کی وزارت کی موجودہ حیثیت انتہائی پریشان کن ثابت ہو رہی ہے لیکن انہوں نے سہروردی وزارت کی علاقائی بنیاد پر تشکیل نو کرنے کے مطالبے کی مزاحمت کی ہے کیونکہ مسٹر جناح نے انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ یہ اقدام غیر آئینی ہوگا۔ اس بات کا ذکر انہوں نے اس لئے کیا کہ سر جارج اسپنس کے نوٹ[۴] اور خاص طور پر اس کے پہلے پیرے کی روشنی میں صوبہ سرحد کی وزارت کو ہٹانا بھی غیر آئینی ہوگا اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ صوبہ سرحد اور بنگال کے معاملات کو ایک جیسے آئینی طریقے سے نمٹائیں۔ البتہ انہوں نے اپنے اس فرض کا اقرار کیا کہ وہ صوبہ سرحد کی موجودہ وزارت کو مسلم لیگ کے مفادات کے منافی اقدامات سے روکیں۔ انہوں نے یہ پیشکش کی کہ وہ صوبہ سرحد کے گورنر کو یہ ہدایت دیں گے کہ وہ ایک مکمل علیٰ حالہ حکم جاری کریں جس کے تحت حکومت کے تمام کام گورنر کی منظوری سے ہوا کریں گے اور وہ یہ منظوری صرف مسلم لیگ کے مشورے پر دیں گے۔ بہر حال ۱۵ اگست کو یہ مسلم لیگ پر منحصر ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو صوبے میں اپنی وزارت قائم کرے۔ مزید گفت وشنید کے دوران حسبِ ذیل نکات اٹھائے گئے:

۱۔ سر جارج اسپنس کا پیرا (۱) غیر متعلق تھا۔ اس کا اشارہ سوئیٹزرلینڈ کے جیسے دساتیر کی طرف تھا جن میں مخصوص معاملات میں استصواب رائے کی شق خاص طور پر شامل کی گئی ہے۔ صوبہ سرحد کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ یہاں سوال یہ تھا کہ وہ کون سی جانشین حکومت ہوگی جسے اقتدار منتقل کیا جائے گا۔ استصواب رائے نے واضح کر دیا کہ یہ مسلم لیگ ہی ہوگی[۵] لہٰذا صوبے کا نظم ونسق مسلم لیگ کے سپرد کر دیا جائے اور کانگریس کو ایک دن بھی اقتدار میں رہنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ۱۵ اگست تک موجودہ وزارت کے بدستور رہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ اس تاریخ کو پاکستان کا ایک حصہ کانگریس کے ہاتھوں میں ہوگا۔ سر جارج اسپنس نے اس نکتے پر غور نہیں کیا۔ ان کے نوٹ کے پیرا (۵) سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود ان کا بھی یہی خیال ہے کہ بعض مخصوص حالات میں

موجودہ وزارت کو ہٹایا جاسکتا ہے۔

۲۔ اگر مسلم لیگ اور صوبہ سرحد کی موجودہ وزارت کے درمیان محض جماعتی پروگرام پر اختلاف ہوتا تو صورتحال اور ہوتی۔ یہاں اختلاف کی بنیاد بہت گہری ہے کیونکہ یہ وزارت خود پاکستان ہی کے خلاف ہے۔ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی وزیر یا پوری وزارت کو ملک کے مفادات کے خلاف عمل کرنے پر ہٹا دیا گیا۔ صوبہ سرحد میں بھی یہی صورتحال ہے۔ آئینی طور پر بھی اگر کسی صوبے کا گورنر مناسب سمجھے تو وہ بغیر وجہ بتائے وزارت کو برطرف کرسکتا ہے۔

۳۔ علیٰ حالہ انتظام اس مسئلے کا حل نہیں ہے کیونکہ (الف) قرینِ قیاس ہے کہ وزارت اس کی مزاحمت کرے گی (ب) اس کا اطلاق صرف ان موضوعات پر ہوگا جو گورنر کی خصوصی ذمہ داری ہیں۔

۴۔ ایک بنیادی نکتے پر شکست کھانے کے بعد اگر موجودہ وزارت استعفیٰ نہ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر آئینی عمل کی مرتکب ہو رہی ہے۔

۵۔ اقتدار کی پُرسکون منتقلی کیلئے یہ ضروری ہے کہ صوبے کا اختیار فوراً مسلم لیگ وزارت کو دیدیا جائے تاکہ وہ ۱۵ اگست کے بعد اپنے کام کامیابی سے چلا سکے۔ اس مقصد کے لئے چند ابتدائی اقدامات کرنے لازمی ہیں مثلاً صوبے میں غیر قانونی اسلحہ بردار لوگوں کو ہٹا کرنا کیونکہ اگر یہ نہ کیا گیا تو ۱۵ اگست کو حکومتِ پاکستان کو انتہائی خطرناک صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑ جائے گا۔

۶۔ سر جارج اسپنس کے مطابق وزارت کو معزول کرنے کا قدم مقررہ دن سے پہلے ہی اٹھایا جاسکتا ہے کیونکہ ۱۵ اگست اور اس کے بعد حکومتِ پاکستان یہ کام نہیں کرسکتی۔ اڈاپٹیشن آرڈر پر غور کرتے ہوئے اس نکتے کا جائزہ بھی لینا چاہیے۔

۷۔ ایک ممکنہ حل یہ ہوسکتا ہے کہ ۱۵ اگست سے ایک یا دو روز قبل صوبے کی حکومت کو دفعہ ۹۳ کے تحت لایا جائے۔ چونکہ دفعہ ۹۳ کا نفاذ حکومتِ پاکستان کے مشورے سے کیا جائے گا اس لئے اس تنقید سے بچا جاسکے گا کہ برطانیہ اس مرحلے پر صوبے کو براہ راست اپنے تحت چلانے کی کوشش کر رہا ہے۔

۸۔ نہ تو ایسی کوئی مثال ملتی ہے اور نہ ہی یہ قابلِ عمل ہے کہ اسمبلی کو تحلیل کئے بغیر وزارت کو معزول کر

دیا جائے۔ کیونکہ وزارت کو ابھی تک اسمبلی میں اکثریت کی حمایت حاصل ہے۔ جواباً حاضرین کی توجہ اس نکتے کی جانب مبذول کرائی گئی چونکہ استصواب رائے نے واضح کر دیا ہے کہ وزارت کو عوام کی اکثریت کا اعتماد حاصل نہیں ہے لہٰذا اسمبلی توڑنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

۹۔ استصواب رائے سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ صوبہ مسلم لیگ کے ساتھ ہے بلکہ اس کا فیصلہ ایک مخصوص نکتے پر مرکوز ہے کہ یہ صوبہ پاکستان میں شامل ہونا چاہتا ہے یا ہندوستان میں۔ صوبۂ سرحد کی وزارت کو استصواب رائے پر یہ اعتراض تھا کہ انہیں عوام کے سامنے تیسرا بدل یعنی پٹھانستان پیش نہیں کرنے دیا گیا۔

۱۰۔ بنگال کی صورتِ حال صوبۂ سرحد سے اس لئے مختلف ہے کہ وہاں ابھی تک واضح نہیں ہوا کہ صوبۂ بنگال کے کون سے حصے پاکستان میں جائیں گے۔

۱۱۔ یہ دلیل بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ حکومتِ برطانیہ کے ۳ جون ۱۹۴۷ء کے اعلان میں تقسیم کی پالیسی کو منظور نہ کر کے صوبۂ سرحد کی حکومت گورنر سے تعاون نہیں کر رہی لہٰذا اسے معزول کر دینا چاہیے۔ اس وقت گورنر کو اختیار ہو گا کہ وہ حزبِ اختلاف کے رہنما کو بُلا کر ان سے وزارت بنانے کو کہے۔

بحث کو سمیٹتے ہوئے وائسرائے نے دوبارہ یقین دلایا کہ وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ موجودہ وزارت پر نظر رکھیں تاکہ وہ کوئی ایسا اقدام نہ کر سکے جس سے پاکستان کو نقصان پہنچے۔

ترجیحی اعتبار سے حسب ذیل دو لائحہ عمل تجویز کیے گئے:

الف) گورنر موجودہ وزارت کو مستعفی ہونے کیلئے کہیں اور اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کر دے تو اسے معزول کر دیں اور حزبِ اختلاف یعنی مسلم لیگ کے لیڈر کو طلب کر کے وزارت تشکیل دینے کے لئے کہیں۔

ب) صوبے کو دفعہ ۹۳ کے تحت چلایا جائے اور اس حکومت کے ساتھ مسلم لیگ کی ایک مشاورتی کونسل متعین کی جائے پھر ۱۴ اگست کو یا اس تاریخ کے قریب قریب لیگ وزارت قائم کر دی جائے۔

وائسرائے کی رائے تھی کہ مؤخر الذکر عمل سے اس مرحلے پر صوبے کی حکومت چلانے کی تمام تر ذمہ داری انگریزوں کے کندھوں پر پڑ جائے گی جسے حکومتِ برطانیہ پسند نہیں کرے گی تاوقتیکہ یہ اقدام ۱۵ اگست سے ایک یا دو روز پہلے نہ کیا جائے۔ بہر حال وہ جو بھی اقدام کریں اپنے رفقائے کار، قانونی مشیروں اور حکومتِ برطانیہ کے مشورے پر اور اس اطمینان کے بعد کریں گے کہ وہ آئین کے مطابق ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۳
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۴
۳۔ پی سی گھوش بنگال میں کانگریس کے لیڈر
۴۔ دستاویز نمبر ۳.۴ کا ملفوفہ
۵۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۹۷ کے انکلوژر کا ایکس

۳.۸

وائسرائے کی اپنے عملے کے ساتھ چھیاسٹھویں میٹنگ کی روداد[۱]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

خفیہ
وائسرائے ہاؤس۔نئی دہلی
۲ اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

ایچ ایل از مے — جارج ایبل
وی پی مینن — وی ایف ارسکین کرم
ڈگلس کری (Douglas Currie)[۲]
والٹر کرسٹی (Walter Christie)[۳]
اے کیمبل جانسن (A.Campbell Johnson)[۴]

آئٹم ۱۴

شمال مغربی سرحدی صوبہ

وائسرائے نے بتایا کہ صوبۂ سرحد کی وزارت کو معزول کرنے کے سوال پر ان کی گفتگو سردار پٹیل سے ہوئی تھی جنہوں نے امید ظاہر کی کہ اس معاملے میں کوئی غیر قانونی قدم نہیں اٹھایا جائے گا اور مناسب ہوگا کہ اس نوعیت کے اقدام کو ۱۵ اگست تک اٹھا رکھا جائے۔ دوسری جانب مسٹر جناح کو اصرار ہے کہ یہ کارروائی فوراً بلکہ سر جارج کننگھم کے پہنچنے سے پہلے عمل میں آ جائے۔[۵] بقول مسٹر جناح موجودہ وزارت صوبۂ سرحد کے تعلق سے پاکستان کے مفادات کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ راؤ بہادر مینن نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ اگر استصواب رائے کے نتیجے میں موجودہ وزارت کو معزول کیا گیا تو اس اقدام کے فوراً بعد عام انتخابات کرانے چاہئیں۔ ان کے خیال میں ۱۵ اگست سے پہلے وزارت کی معزولی نہیں ہونی چاہیے۔

وائسرائے نے کہا کہ ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ پاکستان ایگزیکٹو کونسل نے جو مشورہ انہیں دیا ہے اسے آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے وہ کیونکر مسترد کر سکتے ہیں۔[۶] مناسب یہی ہے کہ حتمی فیصلہ کچھ دنوں کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ وزارت کو معزول کرنے کی تجویز پر کانگریس کو آخر اتنا سخت اعتراض کیوں ہے، کہیں یہ محض وقار کا مسئلہ تو نہیں؟

لارڈ ازمے نے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا کہ یہ معاملہ جتنی جلدی طے ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ انہوں نے بلاوجہ تاخیر کرنے کی مخالفت کی۔

سر جارج ایبل کی تجویز تھی کہ یہ معزولی ۱۵ اگست سے چار یا پانچ روز قبل عمل میں لائی جا سکتی ہے۔ راؤ بہادر مینن نے کہا کہ اگر اس تجویز پر عمل کرنا ہو تو عبوری دور میں دفعہ ۹۳ کے تحت حکومت چلائی جانی چاہیے۔ ان کے خیال میں ۱۵ اگست کے بعد بھی ایک مخلوط وزارت کا امکان موجود ہے۔

یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ سر جارج کننگھم جو ۱۱ اگست کو کراچی پہنچ رہے ہیں اس مسئلے پر وائسرائے سے تبادلۂ خیال کیلئے سیدھے دہلی آئیں۔[۷]

وائسرائے نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری (سر جارج ایبل) کو ہدایت کی کہ صوبۂ سرحد کی حکومت کے مستقبل کے بارے میں وہ سر جارج اسپنس اور راؤ بہادر مینن سے مزید صلاح مشورہ کریں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۴
۲۔ وائسرائے کے ملٹری سیکرٹری
۳۔ وائسرائے کے جوائنٹ پرائیویٹ سیکرٹری
۴۔ وائسرائے کے پریس اتاشی
۵۔ دستاویز نمبر ۳.۳
۶۔ دستاویز نمبر ۳.۷
۷۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۰۷

۳.۹

جائلز اسکوائر[۱] (Giles Squire) بنام ای اے اینڈ سی آر (EA&CR) ڈپارٹمنٹ حکومتِ ہند[۲]

(تار)

کابل
۲ اگست ۱۹۴۷ء

کچھ دنوں کی خاموشی کے بعد افغان اخبارات میں صوبۂ سرحد کے مسائل پر پھر سے روزانہ مضامین آرہے ہیں اور ان میں سے بعض کو ریڈیو سے بھی نشر کیا جاتا ہے۔

استصواب رائے پر، جسے وہ "مسلّط کردہ" کہتے ہیں، ان کی تنقید جاری ہے اور حکومتِ پاکستان کو مشورہ دیا جارہا ہے[۳] کہ جو نفاق ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان پیدا ہو گیا ہے اسے خود مسلمانوں کے درمیان جگہ بنانے کا موقع نہ دیا جائے۔تنقید کا لہجہ عموماً نرم ہوتا ہے۔

وزیر داخلہ غلام فاروق مشرقی صوبے سے راس الخیمہ[۴] اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ واپس آگئے ہیں اور ان مذہبی رہنماؤں سے قائم مقام وزیر اعظم رپورٹ لے رہے ہیں۔صوبۂ سرحد کی

اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر اور عبدالغفار خان کے پُر زور حامی مسٹر گردھاری لال پوری کے یہاں آنے پر اس خیال کو مزید تقویت ملتی ہے کہ آزاد پٹھانستان کی تحریک دوبارہ شروع کرنے کے لئے افغان حکومت اور کانگریس میں ساز باز ہو چکی ہے۔

(نقول بنام برطانوی کمشنر، وزیر ہند اور حکومتِ صوبہ سرحد)

۱۔ افغانستان میں برطانیہ کا شاہی نمائندہ
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۵۔ مزید دیکھئے ضمیمہ
۳۔ ایک لیگی رہنما نے افغانستان کو صوبہ سرحد میں مداخلت سے منع کیا۔ دیکھئے ضمیمہ
۴۔ ایک شخص کا نام

۳.۹ کا ضمیمہ

افغانستان صوبہ سرحد میں مداخلت سے باز رہے۔ لیگی رہنما کا انتباہ

۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن خان غلام محمد خان نے حکومتِ افغانستان کو خبردار کیا کہ وہ صوبہ سرحد کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے سے گریز کرے۔ لاہور میں اخباری بیان دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

''جب خان عبدالغفار خان اپنی پوری کوشش کے باوجود صوبہ سرحد کو پاکستان میں شامل ہونے سے باز رکھنے میں ناکام ہو گئے تو انہوں نے پٹھانستان کا شوشہ کھڑا کر دیا۔ بعد ازاں افغان حکومت نے ان سے ساز باز کر کے صوبہ سرحد کے الحاق کا مطالبہ شروع کیا۔ لیکن جب افغان حکومت کو اس میں بھی منہ کی کھانی پڑی تو وہ صوبہ سرحد کی خودمختاری کی حمایت کرنے لگ گئی۔

''یہ بات واضح ہے کہ یہ صوبہ جس کی کل آبادی تیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہے کبھی آزاد نہیں رہ سکتا اور اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے اسے لازمی طور پر پاکستان یا افغانستان میں

شامل ہونا پڑے گا۔ مسلمان ہونے کے ناتے ہم صوبہ سرحد کے پٹھان اپنے آپ کو پنجاب کے مسلمانوں کے بھائی بند سمجھتے ہیں اور ہمارے مفادات کا تقاضا ہے کہ ہم افغانستان کے بجائے پاکستان میں شامل ہو جائیں کیونکہ افغانستان ایک مطلق العنان اور پس ماندہ ملک ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ افغانستان کو یہ خیال کیسے آیا کہ وہ ایسے لوگوں کو اپنی رعیت بنالے جو سیاسی اور معاشی طور پر اس سے بہت آگے ہیں"۔ پاکستان ٹائمز، ۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

۳۱۰

راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار)

فوری / خفیہ

پشاور

۲ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے ۲ اگست کو ڈاکٹر خان صاحب سے غیر رسمی ملاقات کی اور دہلی کی میٹنگ[۲] کا ذکر کئے بغیر ان سے صورتحال پر عمومی انداز میں گفتگو کی۔ عبدالغفار خان ۳ اگست کو لوٹ رہے ہیں اور چاہے وہ کچھ بھی کہیں مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر خان صاحب استعفیٰ نہیں دیں گے اور اگر انہیں معزول کر دیا گیا تو وہ کافی گڑبڑ پھیلانے کی حیثیت میں ہیں۔

۲۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر وزارت ۱۵ اگست یا عید کے بعد تک قائم رہی تو امکان ہے کہ لیگ بھی فساد برپا کرے۔[۳] غالباً رمضان کی وجہ سے اور اس امید پر کہ دہلی میں کوئی خاطر خواہ فیصلہ ہو جائے گا ابھی تک کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔

۳۔ بنیادی صورتحال یہ ہے کہ دونوں جماعتیں، جن میں پٹھانوں کی گروہی خصوصیات ہیں اقتدار چاہتی ہیں۔ کانگریس گو صوبے میں اقلیت میں ہے مگر منظم ہے جبکہ لیگ غیر متحد اور باہمی بدگمانیوں کا شکار ہے۔

۴۔موجودہ وزارت نے لوگوں کو اپنے حق میں کرنے کیلئے پہلے ہی بہت سے قدم اٹھائے ہیں اور بجائے اس کے کہ وزارت کی فوری معزولی اس کے ہاتھ روکے الٹا انہیں قبائل میں بدامنی پھیلا کر پاکستان کو نقصان پہنچانے کی مزید شہ مل جائے گی۔

۵۔خان صاحب کا کہنا ہے کہ انہوں نے استصوابِ رائے کے دوران اسلحہ کے لائسنسوں کا اجراء بند کر دیا ہے اور انہیں یہ بھی منظور ہے کہ میرے حکم پر کسی انتظامی معاملے کو جوں کا توں رہنے دیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ ذاتی طور پر اپنی جماعت سے یہ سفارش کر سکتے ہیں کہ وہ موجودہ صورتِ حال کو اس شرط پر تسلیم کر لے کہ پٹھانستان کے لئے ان کا کام آئینی حدود میں جاری رہ سکے گا۔ ان کے خیال میں مخلوط وزارت ناقابلِ عمل ہے اور مجھے بھی اس کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

۶۔مَیں نے تمام پہلوؤں اور مناسب اقدام کے بارے میں تجربہ کار افراد سے مشورہ کیا ہے۔ میرے ایڈووکیٹ جنرل (ملک خدا بخش خان) کی رائے ہے کہ اسمبلی کو تحلیل کئے بغیر وزارت کو معزول کرنا غیر آئینی ہوگا اور اب مَیں بھی سمجھتا ہوں کہ یہ عمل خلافِ مصلحت ہوگا کیونکہ:

(الف) بدامنی فوراً پھیل جائے گی جسے ۱۵ تاریخ تک دبایا نہیں جا سکے گا۔ نتیجتاً اقتدار کی منتقلی اور نئے گورنر کی آمد دونوں ہی شدید افراتفری کے دوران عمل میں آئیں گے۔

(ب) رمضان میں فوج اور پولیس کا وسیع پیمانے پر کارروائی کرنا مناسب نہیں ہے۔

(ج) ایسا اقدام صرف گورنر کے خصوصی اختیارات کے تحت ہی کیا جا سکتا ہے لیکن اس کی سند ۱۵ تاریخ کے بعد مبہم ہو جائے گی۔ تاوقتیکہ قانونِ آزادیٔ ہند کی دفعہ ۶/۹ کے تحت احکامات جاری نہ کئے جائیں۔

۷۔تاہم موجودہ وزارت کو برقرار رکھنے کیلئے میری یہ شرط ہوگی کہ وہ آئین کے مطابق کام کرے اور پاکستان اور اس کے نئے گورنر جنرل کی نسبت معقول رویّہ اختیار کرے اور ایسے حالات پیدا نہ کرے جن سے نئی جانشین حکومت کو دشواری پیش آئے۔

۸۔ان حالات کی موجودگی میں معزولی اور/یا تحلیل کی اہمیت کم ہو جاتی ہے لہٰذا اب مَیں یہ قدم نہیں اٹھاؤں گا۔

اگر آپ کو یہ منظور ہے تو مجھے مذکورہ بالا شرائط خان صاحب کو پیش کرنے کی اجازت دیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۶
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۳ اور ۳.۷
۳۔ دستاویز نمبر ۳.۵ کا ضمیمہ

۳.۱۱

نواب امب بنام محمد علی جناح [۱]

شیر گڑھ، ریاستِ امب، ضلع ہزارہ
۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

امید ہے کہ آپ کو میرا ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کا خط مل گیا ہوگا۔ اسلام کی سربلندی کیلئے آپ جو خدمت انجام دے رہے ہیں اسے دیکھ کر میرے دل میں آپ کی محبت جاگزیں ہو چکی ہے اور اسی جذبے نے مجھے اس پر مجبور کیا ہے کہ اس چھوٹے سے مسلم اکثریتی صوبے کے عام حالات سے آپ کو آگاہ کرتا رہوں۔ اس صوبے میں مثالی ایٹم کی طرح خیر اور شر دونوں عناصر موجود ہیں۔ پٹھان عموماً گروہ بند اور روایتی طور پر سینہ زور ہوتے ہیں اور گو کہ یہ لوگ جفاکش اور بہادر ہیں لیکن سازشی ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے وہ کم ہی کسی کا قصور معاف کرتے ہیں۔ حالیہ استصوابِ رائے کی کامیابی پر بجا طور پر خوشیاں منانے کے فوراً بعد گورنر کی تقرری اور وزارتوں کے لئے جوڑ توڑ اور ریشہ دوانیاں شروع ہوگئی ہیں۔ اسی ذاتی عناد اور جھگڑوں کی وجہ سے اس صوبے کا باشندہ چاہے کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو کوئی کام کامیابی سے انجام نہیں دے سکتا۔ جب یہ افواہ گرم ہوئی کہ صوبے کے باہر سے ایک اعلیٰ سطح کے مسلمان سیاست دان کو گورنر مقرر کیا جا رہا ہے تو فوراً حساس پٹھانوں کو اکسانے کا کام شروع کر دیا گیا کہ وہ بیرونی تسلط کو تسلیم نہ کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ نے صحیح

فیصلہ کرتے ہوئے سر جارج کننگھم کو اس عہدے کے لئے منتخب کیا جو پچھلی مرتبہ نو سال اس عہدے پر فائز رہ کر اپنے دل و دماغ کی صلاحیتوں، ٹھنڈے مزاج اور متوازن طبیعت کی وجہ سے عوام کے تمام طبقوں میں یکساں طور پر مقبول رہے۔ لیکن اس دور کے حالات کچھ اور تھے اور اب سر جارج کننگھم جیسے صاحبِ اہلیت کو بھی آج کل کے بے اصول اور جھگڑالو عناصر سے نپٹنے میں دشواری پیش آئے گی۔ بہر حال وہ ایک بہترین انگریز افسر ہیں جو پاکستان کے لئے عموماً اور اس صوبے کیلئے خصوصاً پٹھانوں اور خاص طور پر قبائلی علاقوں میں، جن میں سرحد کی چاروں ریاستیں واقع ہیں مفید کام کر سکتے ہیں۔

قبائلی سیاست پر مذہبی جذبات کا گہرا اثر ہے۔ حکومتِ سرحد کے زیر بندوبست اضلاع اور قبائلی علاقوں میں مختلف معروف اور بااثر ''ملاؤں'' اور ''فقیروں'' میں لمبے عرصے سے ذاتی رقابتیں اور عداوتیں چلی آرہی ہیں اور بعض اوقات تو وہ ایک دوسرے کو ''کافر'' کا خطاب دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ مثال کے طور پر موجودہ پیر صاحب مانکی شریف جنھوں نے مسلم لیگ کیلئے بہت کام کیا ہے اور بڑی قربانیاں دی ہیں ابھی کمسن اور نا تجربہ کار ہیں۔ ان کے اور ان کے مرحوم والد اور باجوڑ کے ملا ہڈا کے درمیان برس ہا برس پرانی رقابت اور عداوت پیر صاحب مانکی شریف کے لئے ایک بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ یہ دونوں ہی حکومت کے زیرِ بندوبست اضلاع اور قبائلی علاقوں میں اپنے اثر ورسوخ اور مریدوں کی کثیر تعداد کے دعویدار چلے آتے ہیں اور ان کے معتقدین اور مقلدین کے مابین مفاہمت کرانا بہت مشکل ہے۔ چونکہ والیِ سوات سے پیر مانکی شریف کی دوستی ہے لہٰذا دیر کے نواب اور ان کی رعایا جنھیں نئے والیِ سوات سے پرانے حساب چکانے ہیں، پیر صاحب اور ان کے معتقدین کی سرگرمیوں کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ذرا سے بہانے پر ہتھیار اٹھانے کیلئے تیار نظر آتے ہیں۔ وزیرستان میں فقیر اپی کا رویہ انتہائی غیر تسلی بخش ہے اور ان کا جھکاؤ پٹھانستان کے حالیہ شوشے کی جانب ہے۔ انہیں پچھلے گیارہ سال سے کابل میں جرمنی اور اٹلی کے سفارت خانوں سے اور اب افغانستان اور سوویت روس سے مسلسل کھلم کھلا امداد مل رہی ہے۔ اگرچہ محسود قبیلے کی اکثریت ان کی حمایت نہیں کرے گی لیکن وزیریوں کی اکثریت ضرور ان کا

ساتھ دے گی کیونکہ خود فقیر ایپی جن کا نام مرزا علی خان ہے طوری خیل وزیری ہیں۔ خان برادران کا رابطہ افغانستان سے قائم ہے اور پٹھان ہونے کے ناتے وہ صوبے میں گڑبڑ پھیلانے اور کسی نہ کسی بہانے اسے پاکستان سے علیحدہ رکھنے کی کوشش میں اپنی روایتی ہٹ کو پورا کریں گے۔ یہ بڑے افسوس کا مقام ہوگا اگر صوبے اور اس کی سرحدوں پر ہونے والے ہنگاموں پر قابو پانے کے لئے پاکستان کی نوزائیدہ حکومت کو مجبوراً طاقت کا استعمال کرنا پڑے کیونکہ پٹھان صرف طاقت کی زبان ہی سمجھتے ہیں۔

قبائلی علاقوں میں یہ غلط تاثر عام ہے کہ ۱۵ اگست کو اور اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد ہر شخص خودمختار ہوگا اور کوئی طاقت انہیں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے سے روک نہیں سکے گی۔ اس مقصد کے لئے کچھ کچھ تیاریاں بھی شروع ہوگئی ہیں۔ میں اور میرے مشیر کے بی میجر رانا طالع محمد خان، آئی پی (ریٹائرڈ) اس غلط پروپیگنڈے کی تردید کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ موجودہ قائم مقام گورنر سر راب لوک ہارٹ کو جوان کے پرانے دوست ہیں میجر رانا نے ایک نجی خط میں مشورہ دیا ہے کہ اس موضوع پر ایک سرکاری اعلان جاری ہونا انتہائی ضروری ہے۔ قبائلی علاقوں میں لوگ نہ تو اخبار پڑھتے ہیں اور نہ ہی ریڈیو سنتے ہیں ورنہ وہ آپ کے حالیہ بیانات سن کر صحیح صورتحال سے واقف ہو جاتے۔ ۱۵ اگست کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکے گا میرا مذکورہ بالا مشیر ایک اور نمائندے کے ساتھ کراچی پہنچ کر آپ کی خدمت میں مقامی مسائل پیش کرے گا۔ علیٰ حالہ فارمولے[۲] کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اسے سرکاری طور پر زیرِ بحث نہیں لایا گیا ہے۔ حکومتِ پاکستان سے نئے معاہدے ہونے تک مجھے یہ منظور ہے کہ موجودہ سیاسی انتظام اسی طرح برقرار رہے لیکن میرے دوست نواب آف دیر کا اصرار ہے کہ ہندوستان سے برطانوی اقتدار کبھی نہیں جائے گا اور اگر یہ معجزہ ہوگیا تو ۱۶ اگست کو وہ من مانی کرنے کیلئے آزاد ہوں گے۔ یعنی وہ سوات سے یا سوات ان سے ضرور ٹکرائے گا۔ اس جھگڑے میں دوسرے ہمسایہ قبائل خواہ مخواہ ہی شامل ہو جائیں گے۔ میں کچھ عرصے تک تو الگ تھلگ رہ سکتا ہوں لیکن بالآخر مجھے بھی ان دوستانہ معاہدوں کی پاسداری کرنی پڑے گی جو میرے اور ان کے اجداد کے درمیان طے پائے تھے۔ میں صلح صفائی

کی حتی الامکان کوشش کروں گا لیکن پٹھان علاقوں میں اس طرح کے جھگڑوں میں جو اچانک برپا ہو جائیں انسان بے بس ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق صرف آپ کی ذاتی اطلاع کیلئے ہیں۔ جب سر جارج کننگھم آپ سے ملیں تو آپ ان سے ان باتوں کا ذکر کر سکتے ہیں۔ پورے پاکستان میں قانونِ شریعت کے فوری نفاذ کا تقاضہ بھی محض افراتفری پھیلانے کا ایک بہانہ بنا ہوا ہے۔ ضلع ہزارہ میں، جہاں لیگ کے مقاصد کے حصول کیلئے اتنا کچھ کیا گیا ہے، لوگوں میں احساس پیدا ہوتا جا رہا ہے کہ پشاور کا طاقتور دھڑا انہیں بالکل نظر انداز کر رہا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ مَیں نے آپ کا بہت سا قیمتی وقت لے لیا لیکن چونکہ آپ بہت عرصے سے یہاں نہیں آئے ہیں اس لئے مَیں نے سوچا کہ آپ کو تمام لوگوں کے احساسات سے آگاہ کر دوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ بُرا نہیں مانیں گے اگر مَیں وقتاً فوقتاً آپ کو ان معاملات سے آگاہ کرتا رہوں جو اس علاقے کے لوگوں کے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔

آپ اور آپ کی ہمشیرہ محترمہ کی درازئ عمر اور صحت کے لئے طالبِ دعا

آپ کا مخلص

محمد فرید

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۹۵
۲۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ دستاویز نمبر ۸۳ کے انیکس ۲ کا اپنڈکس

۳:۱۲

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل[۱،۲]

اہم / خفیہ

نئی دہلی

۵ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جیسا کہ پچھلے ہفتے مَیں نے آپ کو رپورٹ دی تھی[۳] صوبۂ سرحد میں صورتحال خاصی نازک ہے۔

لیگ کا اصرار ہے کہ وزارت کو معزول کیا جائے ۔ خان صاحب مستعفی ہونے سے انکار کر رہے ہیں ۔

۲۔ مَیں نے پاکستان کی عبوری کابینہ[۴] سے اس مسئلے پر گفتگو کی ۔ ہمارے پاس سر جارج اسپنس کی قانونی رائے[۵] موجود ہے جسے مَیں آئندہ تار کے ذریعے بھیجوں گا ۔

۳۔ آخر میں پاکستان کی عبوری کابینہ نے مجھے باقاعدہ یہ مشورہ دیا کہ:

(الف) مَیں گورنر کو ہدایت کروں کہ وہ موجودہ وزارت کو استعفیٰ دینے کیلئے کہیں اور اگر وہ انکار کرے تو اسے معزول کر دیں اور مسلم لیگ (اسمبلی پارٹی) کے رہنما کو طلب کر کے نئی وزارت بنانے کے لئے کہیں ۔

(ب) اگر کارروائی (الف) غیر آئینی ہے تو صوبے کو دفعہ ۹۳ کے تحت لے آؤں اور گورنر کو ہدایت کروں کہ وہ مسلم لیگ کے رہنماؤں کو بطور مشیر مقرر کریں تا کہ ۱۴ اگست تک لیگ وزارت قائم ہو جائے ۔

۴۔ مَیں نے وعدہ کیا کہ جو مشورہ مجھے دیا گیا ہے اسکے مطابق میں ترجیحاً (الف) ورنہ (ب) پر عمل کروں گا بشرطیکہ مجھے یہ اطمینان ہو جائے کہ مَیں یہ کارروائی آئینی طور پر کر رہا ہوں ۔

۵۔ مَیں جانتا ہوں کہ آئینی تناظر میں میرا عمل میری اپنی صوابدید پر ہو گا لیکن مَیں یہ بھی چاہتا ہوں کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ مَیں نے دیے گئے مشورے پر عمل کیا ہے ۔

۶۔ کانگریس کے رہنماؤں کا اصرار ہے کہ وزارت کو معزول کرنا یا دفعہ ۹۳ کا نفاذ آئینی طور پر مناسب نہیں ہو گا اور نہرو اور پٹیل نے مجھے مشورہ دیا کہ کانگریس وزارت کو اس طرح معزول نہ کروں ۔ دوسری طرف جناح کا اصرار ہے کہ استصوابِ رائے کے نتیجے میں ۱۵ اگست کے بعد موجودہ وزارت کا قائم رکھنا ناممکن ہو چکا ہے اور اگر تبدیلی ضروری ہے تو اس کا اسی وقت بلکہ جلد از جلد ہونا زیادہ مناسب اور کم خطرناک ہو گا ۔

۷۔ ۱۵ اگست کے بعد گورنر جنرل اور گورنروں کے پاس خصوصی اختیارات نہیں رہیں گے اور دفعہ ۹۳ کے تحت حکومت چلانا ناممکن ہو جائے گا ۔ اس قانونی صورتحال کو صرف پاکستان کی دستور

سازا سمبلی ہی تبدیل کرسکتی ہے۔

۸۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ مَیں لیگ کا مجوزہ دوسرا حل (مندرجہ بالا پیرا ۳) منظور کرلوں لیکن اس تبدیلی پر۱۲ اگست کے قریب عمل درآمد کروں۔

۹۔ یہاں مَیں گورنر کے آخری تار کوڈہراتا چلوں جس سے آپ کو حالات کے پس منظر اوران کی رائے کا پتہ لگ جائے گا۔[۶]

۱۰۔ مَیں ممنون ہوں گا اگر آپ:

الف) آئینی موقف پر ماہرین کی رائے سے مجھے آگاہ کریں۔

ب) کننگھم کو یہ مراسلہ دکھا کران کی رائے معلوم کرلیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۷

۲۔ برطانوی وزیر برائے ہند

۳۔ دستاویز نمبر ۳.۴

۴۔ دستاویز نمبر ۷.۳

۵۔ دستاویز نمبر ۴.۳

۶۔ دستاویز نمبر ۱۰.۳

۳.۱۳

ارنسٹ بیون (Ernest Bevin) بنام جائلز اسکوائر[۱]

بصیغۂ راز / خفیہ

محکمۂ خارجہ۔ لندن

۵ اگست ۱۹۴۷ء

افغان وزیرِ اعظم کے ساتھ گفتگو

۳۱ جولائی کو میری گفتگو افغان وزیرِ اعظم کے ساتھ ہوئی جو لندن میں اپنے مختصر قیام کے دوران ملک معظم کی حکومت کے مہمان تھے۔[۲]

۲۔ یہاں ان کی جو خاطر تواضع ہوئی اس پر ہز ہائنس بہت خوش نظر آتے تھے۔ انہوں نے صوبۂ سرحد سے متعلق افغانستان کی دلچسپی کا پیچیدہ سوال دوبارہ اٹھایا۔ انہوں نے اس صوبے کے لوگوں کی افغانوں سے مماثلت کے پرانے دلائل دہرائے جنہیں ان کے خیال کے مطابق، حالیہ استصوابِ رائے میں اس انتخاب کا بھی موقع دیا جانا چاہیے تھا کہ آیا وہ افغانستان سے الحاق چاہتے ہیں یا ایک علیحدہ پاکستان (پٹھانستان) بنانا چاہتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس انتخاب کے بجائے انہیں (پٹھانوں کو) ایک مذہبی سوال پر فیصلہ کرنے کیلئے کہا گیا یعنی وہ مسلمانوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا ہندوؤں کے ساتھ اور چنانچہ مسلمان ہونے کے ناتے قدرتی طور پر انہوں نے پاکستان کا انتخاب کیا۔ اس موضوع پر ان کے حالیہ نوٹ کا ہم نے جو جواب بھیجا ہے (میرا مراسلہ نمبر ۹ مورخہ ۱۹ جون اور میرا تار نمبر ۵ مورخہ یکم جولائی) اس سے اور خاص طور پر ہمارے اس اصرار سے کہ صوبۂ سرحد ہندوستان (برطانوی ہند) کا لازمی جزو ہے انہوں نے افغان حکومت کے عدم اطمینان کا اظہار کیا۔

۳۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہز ہائنس نے خصوصی طور پر افغان استحقاق پر زور نہیں دیا جس کا ذکر پچھلے پیرے میں آیا ہے اور جس کا دعویٰ انہوں نے اپنے ۱۳ جون کے نوٹ میں کیا تھا۔ برخلاف اس کے انہوں نے واضح کیا کہ حکومتِ افغانستان کو زیادہ فکر اس بات کی ہے کہ صوبے میں ان کے ہم قوموں کے ساتھ اچھا سلوک ہوتا رہے اور ہندوستان میں اقتدار کی منتقلی کے بعد انہیں اپنی تہذیبی سالمیت برقرار رکھنے کے مواقع حاصل ہوں۔

۱۹۲۱ء کے اینگلو۔افغان معاہدے کے حوالے سے ہز ہائنس نے کہا کہ یہ معاہدہ ملک معظم کی حکومت سے ہوا تھا اور جب ہندوستان میں ملک معظم کی حکومت اپنا اقتدار منتقل کردے گی تو افغان حکومت اس معاہدے کو کالعدم تصوّر کرے گی۔ تاہم بعد میں پاکستان سے کئے جانے والے کسی بھی معاہدے کو باضابطہ اور قابلِ عمل سمجھا جائے گا۔

۴۔ مَیں نے وزیراعظم کی توجہ اس نکتے کی جانب دلائی کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان کے لئے بھی یہ انتہائی اہم ہے کہ اس نازک موقع پر سرحد پر ایسی کوئی گڑبڑ نہ پھیلے جس کی وجہ سے

ہندوستان سے گزرنے والے افغانستان کے اہم تجارتی راستے مسدود ہو جائیں۔ اگرچہ ملک معظم کی حکومت ہندوستان میں اپنا اقتدار منتقل کر رہی ہے تاہم اب تک وسیع پیمانے پر خون خرابے کو کامیابی سے روکا گیا ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ انتقالِ اقتدار پُرسکون طریقے سے ہو۔ افغانستان سے قریبی دوستانہ تعلقات کے پیشِ نظر اور ہندوستان میں اپنے اثر ورسوخ کے تسلسل کی بناء پر حکومتِ برطانیہ کی یہی کوشش ہوگی کہ آئندہ بھی سرحد پر اور افغانستان اور ہندوستان کی جانشین حکومتوں کے درمیان امن اور دوستی کے رشتے قائم رہیں۔ اگر کسی قسم کی گڑبڑ پھیلی تو افغانستان کیلئے ہماری مصالحتی خدمات حاضر ہیں اور ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ افغانستان سرحد پار کے جن لوگوں کو اپنا ہم قوم سمجھتا ہے، ان کی فلاح و بہبود اور تہذیبی ورثے کا خیال رکھا جائے۔ جہاں تک ہمارے نوٹ میں ان الفاظ کا سوال ہے ''صوبہ سرحد ہندوستان کا لازمی جزو ہے'' اور جس پر افغان حکومت کو اعتراض ہے تو ہم ان الفاظ پر نظر ثانی کرنے کیلئے تیار ہیں۔

۵۔ گفتگو کے اختتام پر جو بڑی خوشگوار رہی مَیں نے ان نامساعد حالات کا ذکر کیا جن کی وجہ سے ہز رائل ہائنس یہاں آتے ہوئے راستے میں وائسرائے سے نہ مل سکے[۳] اور مَیں نے امید ظاہر کی کہ وہ واپسی پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے ملیں گے کیونکہ میرے خیال میں یہ ملاقات بے حد مفید ہو گی۔

مَیں اس خط کی نقول وائسرائے ہند اور نئی دہلی میں برطانیہ کے ہائی کمشنر کو بھیج رہا ہوں۔

آپ کا

ارنسٹ بیون

(وزیر خارجہ برطانیہ)

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۸

۲۔ مارشل شاہ محمود خان جو ظاہر شاہ کے چچا اور افغان فوج کے کمانڈر انچیف تھے۔

۳۔ حکومتِ ہند نے اس سے قبل ایک افغان وفد سے ملنے سے انکار کر دیا تھا۔

۳.۱۴

مسلم لیگ کے خلاف پُر تشدّد کارروائیوں کیلئے کانگریس کی تیاریاں[1]

(سرحد پولیس کی خفیہ رپورٹ سے اقتباس)[2]

پشاور

۵ اگست ۱۹۴۷ء

بعض حلقوں میں یہ افواہ گرم ہے کہ اگر ۱۵ اگست کے بعد کانگریس وزارت کو برخاست کر دیا گیا تو کانگریس اور اس کے حامی سرخ پوش سول نافرمانی کی تحریک شروع کر دیں گے۔ ضلع کوہاٹ کے خٹک علاقے سے اطلاع ملی ہے کہ عید کے بعد فقیر اپی انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیں گے اور یہ کہ ایک پختون جماعت (زلمئے پختون) پٹھانستان کے حصول کیلئے مسلم لیگ سے نبرد آزما ہوگی۔[3]

۲۰ جولائی کو پڑانگ کے رہنے والے مسلم لیگ کے دو حامیوں کو گولی ماردی گئی جس میں سرخ پوشوں کا ہاتھ تھا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۹

۲۔ صوبۂ سرحد میں استصواب رائے (Referendum in NWFP) دستاویز نمبر ۲۲۰، نیشنل ڈاکیومینٹیشن سنٹر۔ اسلام آباد

۳۔ دستاویز نمبر ۳.۵ کا ضمیمہ

۳.۱۵

پٹھانستان کا شوشہ[1]

۵ اگست ۱۹۴۷ء

صوبۂ سرحد کی اسمبلی کے سپیکر اللہ نواز خان نے اپنے ایک حالیہ بیان میں پٹھانستان کا شوشہ دوبارہ چھوڑا ہے۔

اگر یہ نعرہ اس وقت سے پہلے لگایا جاتا جب کہ سرحد میں پٹھانوں کی کثیر تعداد نے حالیہ استصواب رائے میں پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کر لیا ہے تو شاید اس میں کچھ وزن ہوتا۔ حالات کے ناموافق موڑ کے باعث پٹھانستان تحریک کے حامی اپنی شکست کو خاموشی سے برداشت کرنے کے بجائے اصول پرستی کا لبادہ اوڑھ کر اپنے غیض وغضب کا اظہار مختلف بیانات کے ذریعے کر رہے ہیں۔ جب کوئی رہنما اپنی سیاسی زندگی کے اختتام کے قریب پہنچ جاتا ہے تو اپنی انا کو اس خیال سے تسکین دیتا ہے کہ عوام میں اس کی آواز اب بھی وزن رکھتی ہے۔ پٹھانستان کے اس خودساختہ ترجمان کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے۔

مسٹر اللہ نواز خان کی یہ بات کہ ایک بیرونی طاقت ''افواج فراہم کرکے'' پٹھانوں کو غلام بنانا چاہتی ہے اور پھر یہ ''دلیرانہ اعلان'' کہ پٹھان کبھی ایسا نہیں ہونے دیں گے صرف ان کی اپنی ذات تک محدود ہے۔ یہ بات عجیب لگتی ہے کہ وہی افراد جنہوں نے، جب تک مسلم عوام کو جھانسہ دینا ممکن تھا، صوبۂ سرحد کو کانگریس کا دست نگر بنائے رکھا اب چاہتے ہیں کہ پٹھان پاکستان سے خود کو آزاد کرنے کا نعرہ بلند کریں۔ جن افراد کی زندگی کا واحد مقصد مسلمانوں کی قومی امنگوں کے خلاف کام کرنا تھا اب ان پر کس طرح بھروسہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ مستقبل میں قوم کے وفادار رہیں گے۔ اگر اپنی کوششوں کی ناکامی کے بعد یہ حضرات عوام اور ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے لئے روایتی بولیاں بولتے ہوئے دوبارہ منظرِ عام پر آتے ہیں تو اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ ان ضدی مخالفین میں سے بعض نے پاکستان کے وجود میں آنے کے موقع پر صوبائی عصبیت کا بیج بونے اور ایک صوبے کے عوام کو دوسرے صوبے کے عوام سے بدظن کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ ان بدنام افراد کو مسلم عوام ضرور کیفرِ کردار تک پہنچائیں گے کیونکہ اپنی مستقل دغابازیوں کی بناء پر وہ اسی سزا کے مستحق ہیں۔ ان کی یہ کوشش کہ قومی شعور کو تنگ نظر صوبائی عصبیت میں ڈھال دیں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی لیکن ایک چیز جس سے انہیں مدد مل سکتی ہے وہ برطانوی سامراج کی پیدا کردہ معاشی ناہمواری ہے۔ برصغیر کی معیشت پر برطانوی قبضے کے نتیجے میں ملک کے مختلف حصوں کی ترقی یکساں نہیں ہو سکی۔ کئی علاقوں میں سماجی اور معاشی شعبوں میں کچھ ترقی ہوئی جبکہ

دوسرے علاقے پیچھے رہ گئے۔ بلاشبہ پاکستان کے معمار اس صورتحال پر نگاہ رکھتے ہوئے قومی منصوبہ بندی میں مناسب ردّوبدل کریں گے۔ اس پالیسی سے نہ صرف یہ کہ پاکستان کے تمام صوبوں میں یکساں ترقی ہوگی بلکہ صوبوں میں تنہائی کا احساس بھی کم ہو جائے گا اور ان تفرقہ پردازوں کو بھی ناکامی ہوگی جو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے ایسے مسائل کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔

کچھ روز پہلے ہم نے تبصرہ کیا تھا کہ بعض حلقوں میں اس خدشے کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ سندھ میں بسنے والے لوگ کیا رویہ اختیار کریں گے۔ خوش قسمتی سے سندھ کے رہنماؤں نے واضح الفاظ میں پاکستان کے دشمنوں کے پھیلائے ہوئے وسوسوں کو دور کر دیا ہے اور ان رہنماؤں کی فوری وضاحت نے ''سندھ برائے سندھی'' کا نعرہ لگانے والوں کو خاموش کرا دیا ہے۔

صوبہ سرحد میں صوبائی عصبیت کو ابھی دفن نہیں کیا گیا ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ صوبائیت کے خلاف جنگ نظریاتی بنیاد پر لڑی جائے۔ سندھ اور صوبہ سرحد کے اندر پاکستان دشمنوں کو جان لینا چاہیے کہ پھوٹ ڈالنے کی یہ سازشیں ناکام ہو جائیں گی اور مسلم عوام اور حکومتِ پاکستان انہیں صاف بتا دیں گے کہ اب ان کی یہ حرکتیں برداشت نہیں کی جائیں گی۔۔

ڈان کا اداریہ، ۵ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۰
۲۔ ضمیمہ

۳:۱۵ کا ضمیمہ
پٹھانوں کی کانفرنس بلانے کا مطالبہ

۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

ایک اخباری بیان میں صوبہ سرحد کے سپیکر نوابزادہ اللہ نواز خان نے ماؤنٹ بیٹن، پنڈت جواہر لال نہرو اور مسٹر محمد علی جناح سے پُرخلوص اپیل کی ہے کہ رمضان کے فوراً بعد نئی دہلی میں وہ پٹھان نمائندوں کی ایک گول میز کانفرنس کا اہتمام کریں تا کہ پٹھانستان کے مسئلے پر خوشگوار

اور دوستانہ ماحول میں گفتگو ہو سکے اور اس کا تصفیہ کیا جا سکے۔

انہوں نے کہا ہے کہ مجوزہ پٹھانستان گول میز کانفرنس کے مدعوئین میں قبائلی نمائندوں کو بھی شامل کیا جائے لیکن ان کی تعداد پچاس سے زیادہ نہ ہو نیز اس بات کا یقین کیا جائے کہ یہ نمائندے حقیقی پٹھان قبائل کے رہنما ہوں نہ کہ حکومت کے وظیفہ خوار اور پولیٹیکل ایجنٹوں کے ''جی حضوری۔'' نوابزادہ نے کہا کہ یہ تجویز صرف اس لئے دی گئی ہے کہ صوبۂ سرحد میں لڑائی جھگڑوں سے بچا جائے اور ہم آہنگی اور خیر سگالی پیدا کی جائے۔ نوابزادہ اللہ نواز خان نے مزید کہا کہ اس فیصلہ کن مرحلے میں اگر ہندوستان میں امن و امان قائم رکھنا ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ صوبۂ سرحد میں پٹھانستان کے مسئلے کو فوراً حل کیا جائے۔ اس مسئلے کو ایک غیر سنجیدہ سیاسی شوشہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس تصور نے نہ صرف صوبۂ سرحد بلکہ وسطی ایشیا تک پھیلی ہوئی پوری پٹھان قوم کے تخیل کو مہمیز کیا ہے۔ یہ تحریک قبائلی علاقوں اور سرحد پار بھی زور پکڑتی جارہی ہے کیونکہ اس خطے میں پٹھان تہذیبی، معاشی، سماجی، لسانی اور نسلی طور پر ایک بندھن میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہندوستان میں سیاسی تبدیلی کے پیشِ نظر سرحد میں پٹھانستان کا مسئلہ بھی فوری توجہ اور حل کا متقاضی ہے۔۔ پاکستان ٹائمز، ۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

۳:۱۶

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام راب لوک ہارٹ[۱]

(تار)

فوری

نئی دہلی

۶ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کے ۳ اگست کے تار کے حوالے سے[۲]

۲۔ پاکستان کی عبوری کابینہ نے مجھے باقاعدہ مشورہ دیا ہے کہ آپ کو ہدایت دوں کہ:

(الف) آپ وزارت کو استعفیٰ دینے کیلئے کہیں اور اگر وہ انکار کرے تو اسے معزول کر دیں اور

مسلم لیگ (اسمبلی پارٹی) کے لیڈر کو طلب کر کے وزارت تشکیل دینے کیلئے کہیں۔
(ب) اگر (الف) غیر آئینی ہو تو صوبے کو دفعہ ۹۳ کے تحت لے آئیں اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کو بطور مشیر مقرر کریں تا کہ ۱۴ اگست کو مسلم لیگی وزارت قائم کی جاسکے۔[۳]
۳۔ میں نے یہ مشورہ اس شرط پر قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے کہ میرا یہ عمل آئین کے مطابق ہو۔ کانگریس کے رہنماؤں کا خیال ہے کہ یہ دونوں اقدام آئینی طور پر نا مناسب ہیں۔
۴۔ آئینی موقف پر میں وزیر ہند سے مشورہ کر رہا ہوں[۴] اور میں نے آپ کے تار کی ایک نقل انہیں بھیج دی ہے۔ میں نے ان سے یہ بھی درخواست کی ہے کہ یہ مراسلت کننگھم کو بھی دکھائی جائے اور ان کی رائے معلوم کی جائے۔ جواب آنے پر آپ کو مزید اطلاع دوں گا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۱
۲۔ دستاویز نمبر ۳:۱۰
۳۔ دستاویز نمبر ۳:۷
۴۔ دستاویز نمبر ۳:۱۳

۳:۱۷

راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

(تار)

میرے ۳ اگست کے تار کے حوالے سے[۲]

آج ڈاکٹر خان صاحب مجھ سے ملنے آئے۔ انہوں نے ۵ تاریخ کو عبدالغفار خان کے گھر پر جماعتی رہنماؤں کی میٹنگ میں شرکت کی تھی۔ اگر چہ وہ اس میٹنگ سے مطمئن نظر آ رہے تھے لیکن انہوں نے کہا کہ جو حالات وہ مجھے ۲ تاریخ کو بتا چکے ہیں ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔[۳] عبدالغفار خان اور قاضی (عطا اللہ جان) کی دہلی میں لیاقت علی خاں سے ملاقات ہوئی تھی جس میں موخر الذکر کا رویہ مصالحانہ تھا۔ اس رویّے اور مسٹر جناح کے ۳۰ جولائی[۴] کے بیان سے جس میں انہوں نے ''گزشتہ را صلوٰۃ'' کی اپیل کی ہے انہیں یہ امید ہو چلی تھی کہ شاید جناح ڈاکٹر خان

وزارت کا تعاون قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ تاہم دوسرے ذریعوں سے خان صاحب اوران کے ساتھیوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ ۱۵ تاریخ کو ان کی وزارت توڑ دی جائے گی۔ اسی بناء پر ان کی جماعت نے فیصلہ کیا کہ وہ ۱۵ اگست کے جشن میں حصہ نہیں لیں گے اگر چہ ان کا ہنگامہ آرائی کا ارادہ نہیں ہے۔

۲۔ بعدازاں ۱۵ اگست کے انتظامات پر گفتگو کرتے ہوئے خان صاحب نے کہا کہ ان کے خیال میں وزیروں کو سرکاری تقریبات مثلاً پرچم کشائی وغیرہ میں شریک ہونا چاہیے۔

۳۔ علاوہ ازیں ان تقریبات کے انعقاد کا اہتمام بھی ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے کیونکہ ابھی علم نہیں کہ اس دن کون اقتدار میں ہوگا۔

۴۔ خان صاحب نے اپنا بیان دہرایا کہ ان کی جماعت پاکستان کو تسلیم کرنے اور تعاون کیلئے تیار ہے بشرطیکہ:

الف) صوبہ تمام معاملات میں خودمختار ہو ماسوائے خارجہ امور (مجھے شبہ ہے کہ وزیرِ اعلیٰ اس میں قبائلی امور کو شامل سمجھتے ہیں یا نہیں)، دفاع اور مواصلات۔

ب) جماعت کے پروگراموں پر کسی قسم کی پابندی نہ لگائی جائے بشرطیکہ ان کی تشہیر اور ان پر عمل آئین کے مطابق ہو رہا ہو۔

۵۔ اگر لیاقت علی خاں اور/ یا ازمے یا ایبل ہوائی جہاز کے ذریعے یہاں آ کر مجھ سے اور خان صاحب سے گفتگو کریں تو اس مسئلے کے حل میں مدد مل سکتی ہے۔[۵]

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۲
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱۰
۳۔ ایضاً
۴۔ دستاویز نمبر ۶.۴
۵۔ دستاویز نمبر ۳.۱۸ کا نوٹ ۳

۳۰۱۸

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل[1] (Earl of Listowel)

(تار)

فوری/خفیہ

نئی دہلی

۸ اگست ۱۹۴۷ء

مَیں نے کل جناح اور لیاقت علی خاں سے گفتگو کی اور ان سے وعدہ کیا کہ صوبۂ سرحد سے متعلق آپ کو حسب ذیل لائحۂ عمل پیش کروں گا:

الف) مَیں لوک ہارٹ کو ہدایت کروں کہ وہ ۱۱ تاریخ کی دوپہر یا ۱۲ تاریخ کی صبح صوبائی وزارت کو معزول کردیں۔

ب) کننگھم ۱۲ تاریخ کی شام یا ۱۳ تاریخ کی صبح گورنر کا عہدہ سنبھال لیں اور اسمبلی میں مسلم لیگ (اسمبلی پارٹی) کے لیڈر[2] کو نئی وزارت بنانے کے لئے کہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کننگھم بطور گورنر پرانے قانون کے تحت حلف اٹھائیں گے۔ آپ کا ممنون ہوں گا اگر آپ بذریعہ تار ان کی سند تقرر جس قدر جلد ہوسکے مجھے بھیج دیں۔

ج) وزارت کی معزولی اور مسلم لیگ حکومت کے قیام پر سرخ پوشوں کی ممکنہ ہنگامہ آرائی کے سدِ باب کیلئے لوک ہارٹ بذریعہ فوج ضروری حفاظتی انتظامات کریں گے۔

۲۔ لیاقت علی خاں کو خدشہ ہے کہ اگر ڈاکٹر خان صاحب اقتدار میں رہے تو ۱۵ اگست کو آزاد پٹھانستان کا اعلان کردینگے۔ اگر سرحد میں امن قائم رکھنا ہے تو اس اقدام کو ہر حال میں روکنا ہوگا۔

۳۔ براہِ مہربانی اس طریقۂ کار پر اپنی رضامندی سے مجھے بلاتاخیر مطلع کریں۔

اسی مضمون کا تار گورنر صوبۂ سرحد کو بھی بھیجا گیا ہے[3]۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۳

۲۔ عبدالقیوم خان

۳۔ ماؤنٹ بیٹن نے ۷ اگست کو مجوزہ اقدام کی اطلاع لوک ہارٹ کو دی تھی اور اس کی رائے طلب کی تھی۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو قائدِ اعظم پاکستان کے گورنر جنرل کے عہدے کا حلف لے رہے ہیں

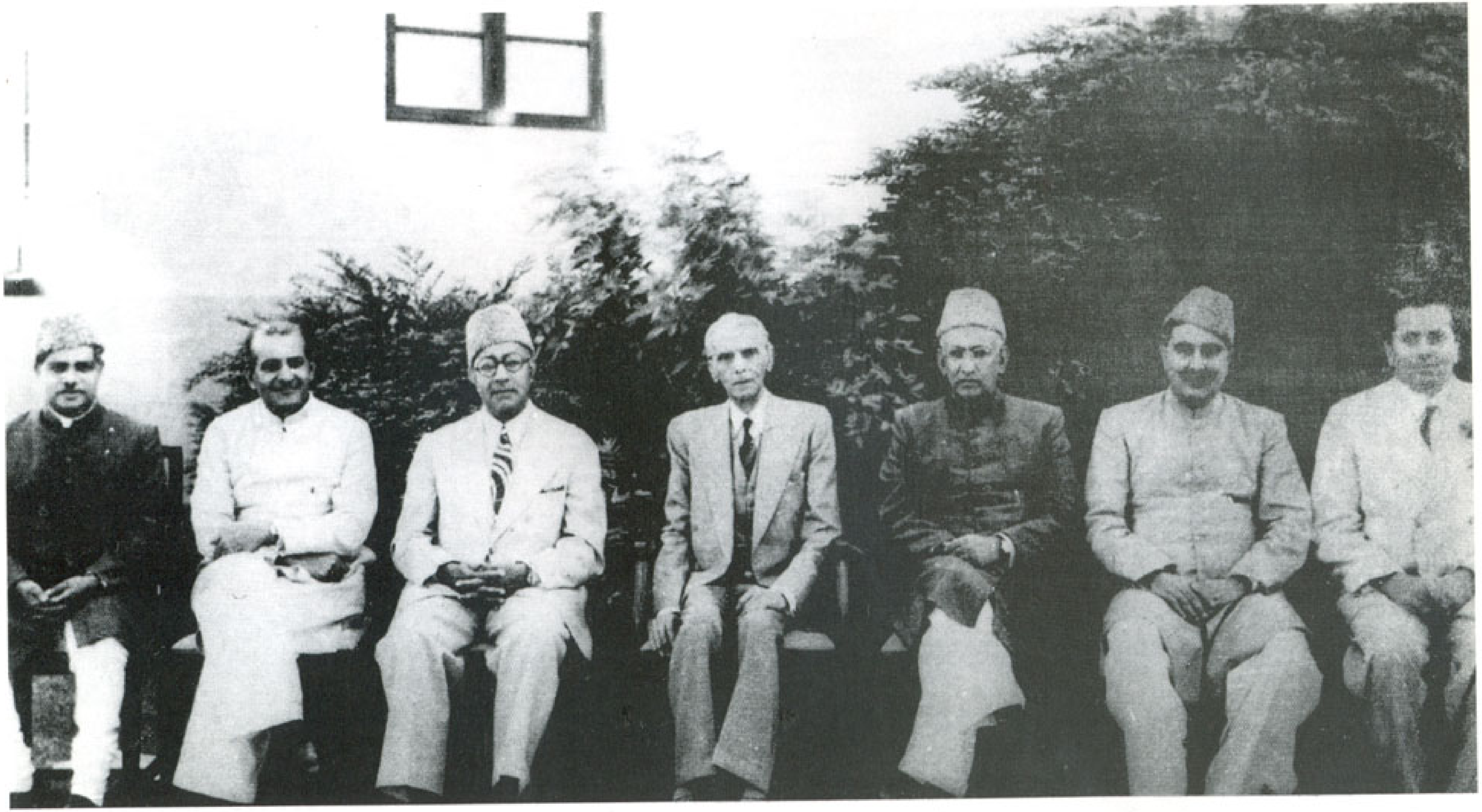

پاکستان کی پہلی کابینہ (اگست ۱۹۴۷ء): بائیں سے دائیں۔ فضل الرحمٰن، غلام محمد، لیاقت علی خاں، قائداعظم،
آئی آئی چندریگر، عبدالرّب نشتر، پیرزادہ عبدالستار

۳.۱۹

راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(تار)

فوری/خفیہ

۸ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کے ۷[2] اور ۸[3] اگست کے تاروں کے حوالے سے۔

وزارت کی معزولی کے نتیجے میں سنگین ہنگامہ آرائی کے امکان کے پیشِ نظر یہ انتہائی ضروری ہے کہ معزولی کا قدم اٹھانے کے بعد جتنی جلد ہو سکے نئی وزارت قائم ہو جائے۔ لہٰذا اس پر غور فرمایئے کہ آیا یہ مناسب ہو گا کہ پرانی وزارت کو معزول کرنے کے فوراً بعد گورنر مسلم لیگ کے پارلیمانی لیڈر کو وزارت بنانے کیلئے طلب کرے۔

۲۔ ڈاکٹر خان صاحب کو راضی کرنے کی دوبارہ کوشش کروں گا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۴

۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱۸

۳۔ ایضاً

۳.۲۰

ارل آف لسٹوویل بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(تار)

فوری

انڈیا آفس

۸ اگست ۱۹۴۷ء

صوبہ سرحد سے متعلق آپ کے ۵[2] اور ۸ اگست کے مراسلوں کے پس منظر میں۔

آپ کے ۵ اگست کے تار میں دیے گئے دو متبادل حلوں پر میں نے غور کیا ہے۔ جہاں

تک حل نمبر ا کا تعلق ہے میری سمجھ کے مطابق صورتِ حال اس وقت یہ ہے کہ وزارت کو اسمبلی میں شکست نہیں ہوئی اور اسے ابھی تک اسمبلی کی اکثریت کی حمایت حاصل ہے اور خواہ گورنر کو یقین ہو کہ موجودہ مقننہ اب رائے دہندگان کی اکثریت کی نمائندہ نہیں رہی پھر بھی امن و امان کے پیش نظر جنرل الیکشن نہیں کرائے جاسکتے۔ ان حالات میں اور خاص طور پر ہدایات برائے گورنر (Instrument of Instructions) کی روشنی میں کہ وہ صرف ایسے وزراء مقرر کرسکتا ہے جو مقننہ کا اعتماد حاصل کرسکیں، اسمبلی تحلیل کیے بغیر وزارت کو معزول کرنا غیر آئینی ہوگا۔

۲۔ جہاں تک متبادل حل (۲) کا سوال ہے گورنر کا اپنا یہ خیال ہے کہ صوبے میں نہ تو امن و امان کی صورت حال ایسی ہے اور نہ ہی وزارت کی پوزیشن اتنی کمزور ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی دفعہ ۹۳ کی شرائط کے تحت صوبے کی حکومت نہ چل سکے۔ مزید برآں مسلم لیگ کو وزارت میں لانے کے ساتھ ہی دفعہ ۹۳ کی منسوخی سے یہ تاثر پیدا ہوگا کہ اس کا نفاذ محض ایک چال تھی۔

۳۔ لہٰذا (درج ذیل پیرا-۶ کے تناظر میں) آپ کے دونوں متبادل حل غیر آئینی ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں قانونی طور پر جائز ہوں گے اور ان پر عدالتوں میں اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ جن حقائق کا مجھے علم ہے ان سے میں اس بات کا قائل نہیں ہوسکا (چاہے پاکستان کی عبوری حکومت کتنا ہی اصرار کرے) کہ موجودہ وزارت کو ۱۵ اگست سے پہلے معزول کرنا عقلمندی ہوگی کیونکہ یہ عمل ہر صورت میں غیر آئینی طور پر ہی کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے پاکستان کی عبوری حکومت اور مسٹر جناح کے مشورے پر عمل کیا ہے لیکن قانونی اور اخلاقی ذمہ داری بہر حال حکومتِ برطانیہ کی ہوگی۔ گورنر کو اس کا بھی یقین نہیں ہے کہ وزارت کے خاتمے پر ۱۵ اگست کو مقامی صورتحال بہتر ہوجائے گی (دیکھئے ان کے تار کے پیرے ۴ اور ۶ جسے آپ نے اپنے تار مورخہ ۵ اگست کے ساتھ بھیجا تھا)۔ ۱۵ اگست سے پہلے ایسے اقدام کیلئے دباؤ صرف مسلم لیگ ہائی کمان کی طرف سے ڈالا جارہا ہے۔

۵۔ مجھے یہ بہتر لگتا ہے کہ اس مسئلے کو فی الحال التواء میں رکھا جائے تاکہ ۱۵ اگست کے بعد آپ

کی یا حکومتِ برطانیہ کی مداخلت کے بغیر اس کا کوئی حل نکل سکے۔ ۱۵ اگست کے بعد اس دشواری کو آئینی طور پر اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ قانونِ آزادیٔ ہند کی دفعہ ۸ (۱) کے تحت پاکستان دستور ساز اسمبلی گورنر یا گورنر جنرل کو یہ خصوصی اختیارات تفویض کرے کہ وہ اس مسئلے کا تصفیہ کر سکیں۔ یہاں ہمیں کوئی علم نہیں کہ قانون آزادیٔ ہند کی دفعہ ۹ کے تحت ۱۵ اگست سے پہلے سرحد کی صوبائی حکومت یا کسی صوبائی حکومت اور پاکستان کی مرکزی حکومت کے درمیان تعلق کے بارے میں آپ نے کون سے ترمیمی اقدامات کئے ہیں یا مسٹر جناح ۱۵ اگست کو یا اس کے بعد اس دفعہ کی تعبیر کس طرح کریں گے۔ لہٰذا یہ فیصلہ ہم نہیں کر سکتے کہ ۱۵ اگست کے بعد اگر مسٹر جناح صوبہ سرحد کی حکومت کے خلاف کوئی خصوصی اقدام کرنا چاہیں تو کیا وہ یہ اقدام (جیسا کہ ہم نے مشورہ دیا ہے) اپنی دستور ساز اسمبلی کو درمیان میں لائے بغیر آئینی طور پر کر سکتے ہیں؟

۶۔ البتہ اگر آپ کو یا گورنر کو یہ اطمینان ہو کہ جس خبر کا آپ نے اپنے تار مورخہ ۸ اگست میں ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے تو اس صورت میں آپ اپنے تار میں بیان کردہ طریقۂ کار اختیار کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ لیکن کیا آپ کے پاس لیاقت علی خاں کے اندیشوں کی توثیق کیلئے کوئی ثبوت موجود ہے؟ وہ ایک بہت ہی جانبدار فریق ہیں اور میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر خان صاحب کے ارادوں سے متعلق ان کے بلاثبوت دعوے کو ہمیں قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو شاید ہندوستان میں اور ہم کو لامحالہ پارلیمان کے سامنے اپنے اقدام کو حق بجانب قرار دینے کیلئے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہمارے علم کے مطابق خان صاحب جلد ہی ''پٹھانستان'' کا اعلان کرنے والے تھے۔

۷۔ اگر یہ مفروضہ صحیح بھی ہو کہ خان صاحب یہی راستہ اختیار کریں گے تب بھی مجھے یہ یقین نہیں ہے کہ ۱۵ اگست سے پہلے آپ کا اقدام دوراندیشی پر مبنی ہوگا۔ کننگھم ۱۵ اگست سے پہلے اپنا عہدہ سنبھال لیں گے اور اگر انہوں نے محسوس کیا کہ خان صاحب یہ قدم اٹھانے والے ہیں تو وہ انہیں خبردار کر سکتے ہیں کہ یہ قدم غیر آئینی ہوگا اور صوبہ سرحد کی حکومت کے دائرۂ اختیار سے باہر ہوگا اور یہ کہ اگر خان صاحب گورنر کی منظوری کے بغیر اس قسم کا کوئی اعلان کرنا چاہیں گے تو اس کا

انجام خان صاحب اوران کی وزارت کی معزولی ہوگا۔

۸۔ مندرجہ بالا خطوط پر لوک ہارٹ اگر فوراً خان صاحب کو دوستانہ طریقے سے خبردار کردیں تو یہ اقدام کارآمد تو ثابت ہوسکتا ہے لیکن اس کی موزونیت کے بارے میں فیصلہ مَیں آپ کی اپنی صوابدید پر چھوڑتا ہوں۔

۹۔ کننگھم نے یہ تار پڑھ لیا ہے اور ہم سے پوری طرح اتفاق کرتے ہیں بلکہ اس مسئلے پر ہم سے گفتگو کرنے سے پہلے ہی وہ خود اسی نتیجے پر پہنچے تھے۔

۱۰۔ مَیں لوک ہارٹ کو تار کے ذریعے کننگھم کے ۱۲ تا ۱۵ اگست تک بطور قائم مقام گورنر کے تقرر کے احکامات بھیج دوں گا۔

آپ کے فوری جواب کا ممنون ہوں گا۔

لسٹوویل

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۵

۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱۲

۳.۲۱

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل[۱]

(تار)

اشد فوری/ خفیہ

نئی دہلی

۹ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۸ اگست کے حوالے سے[۲]

آپ کی اس ہدایت کو مَیں نے نوٹ کرلیا ہے کہ وزارت کو معزول کرنا غیر آئینی ہوگا۔ میری تجویز ہے کہ مَیں جناح کو مطلع کردوں کہ یہ ہدایت مجھے آپ سے ملی ہے اوران سے کہوں کہ

وہ کراچی میں کننگھم سے اس مسئلے پر بات چیت کرلیں کہ ۱۵ اگست کو یا اس تاریخ کے بعد وزارت کی تبدیلی کے لئے کیا اقدام کیا جائے۔میں جناح کو خط لکھوں گا اور اس کی ایک نقل کننگھم کو جب وہ کراچی پہنچیں گے پہنچادی جائے گی۔

۲۔ اگر ممکن ہو سکے تو کننگھم سے ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے رابطہ کر کے انہیں یہاں کے سارے حالات بتادیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۶

۲۔ دستاویز نمبر ۳.۲۰

۳.۲۲

راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

خفیہ

گورنمنٹ ہاؤس۔ پشاور

۹ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر ماؤنٹ بیٹن

مجھے افسوس ہے کہ یہ خط ذرا دیر سے پہنچ رہا ہے۔

عمومی صورتِ حال

۲۔ صورتحال پچھلے ہفتے جیسی ہے جب میری آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔[2] کانگریس کے ارکان کھلے عام اپنی دھمکی آمیز اور اشتعال انگیز تقریریں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ نظریہ پٹھانستان کی بڑی شدومد سے تشہیر کی جارہی ہے جو میرے خیال میں اب اور بہت سے پٹھانوں کو بھی دلکش لگنے لگا ہے۔ فقیر اپی[3] کی سرگرمیوں کی افواہیں اور رپورٹیں روزانہ موصول ہورہی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کانگریس کا ان سے رابطہ ہے اور یہ کہ وہ کچھ گڑبڑ ضرور پھیلائیں گے۔ لیکن

غالبًا یہ سب کچھ عید کے بعد ہوگا۔ انہیں محسودوں اور وانا کے وزیریوں میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی لہٰذا وہ ہنگامہ آرائی کی کوشش شمالی وزیرستان تک ہی محدود رکھیں گے اگرچہ ضلع بنوں میں بھی ان کے مرید موجود ہیں۔ قبائلی علاقوں میں آنے والی تبدیلیوں کا بے چینی سے انتظار ہے۔ مسٹر جناح کے ۳۰ جولائی کے اس اعلان[۴] کے بعد کہ موجودہ سمجھوتے اور انتظامات اسی طرح برقرار رہیں گے یہ سمجھا جا رہا تھا کہ اس کا مثبت اثر ہوگا لیکن اس کا بھی امکان ہے کہ اس تاریخ کے بعد غیر ذمہ دار عناصر شرارت پر اتر آئیں جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد وہ من مانی کر سکتے ہیں۔

۴۔ کچھ عرصہ خاموشی کے بعد کابل ریڈیو پر تقریروں اور افغان اخباروں میں مضامین کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا ہے جو پریشان کن ہے۔[۵] میرے خیال میں یہ معنی خیز اتفاق ہے کہ، پٹھانستان میں ازسرِ نو دلچسپی، صوبائی اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر اور پشاور میں ہندوستان ٹائمز کے نامہ نگار، گردھاری لال پوری کے کابل جانے کے بعد ہی شروع ہوئی ہے۔ یہاں عام طور پر یہ خیال ہے کہ گاندھی کے ساتھ اس کا قریبی رابطہ ہے۔ ہندوستان ٹائمز کیلئے کابل سے بھیجے گئے مضامین میں اس نے پٹھانستان کے مسئلے پر افغانستان کی دلچسپی کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ مَیں یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس وقت اس کا کابل جانا محض اتفاقیہ نہیں تھا۔

۵۔ نئی دہلی سے واپسی پر مَیں کئی بار ڈاکٹر خان صاحب سے مل چکا ہوں۔ پہلی دو بار جب وہ خود مجھ سے ملنے آئے تو کچھ سوچ میں غرق اور افسردہ سے لگ رہے تھے تاہم انہوں نے اس بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی۔ البتہ جب وہ ۵ تاریخ کو عبدالغفار خان کے گھر کانگریسی رہنماؤں کے اجلاس کے بعد میرے پاس ۶ تاریخ کو آئے تو بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے بتایا ''یہ اجلاس بہت ہی اچھا تھا۔'' ان سے گفتگو کی رپورٹ[۶] مَیں نے اسی دن آپ کو بھجوا دی تھی۔ وہ استعفیٰ نہ دینے پر ابھی تک اڑے ہوئے ہیں۔ آپ کی ہدایت[۷] کے مطابق مَیں انہیں استعفیٰ دینے پر قائل کرنے کی دوبارہ کوشش کروں گا اگرچہ مجھے اس میں کامیابی کی امید کم ہی نظر آتی ہے۔ حالیہ گفتگو میں وہ حکومتِ پاکستان سے تعاون کرنے کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ آمادہ نظر آتے ہیں

گو کہ انہیں مخلوط حکومت کی تجویز ہنوز ناگوار معلوم ہوتی ہے۔

جیسا کہ مَیں نے آپ کو بذریعہ تار مطلع کیا تھا انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ پاکستان کو منظور کرتے ہوئے اس کے ساتھ تعاون کریں گے بشرطیکہ جناح مکمل صوبائی خودمختاری کی ضمانت دیں اور سیاسی جماعتوں کے پروگرام پر، اگر ان کی تشہیر اور ان پر عمل آئینی طور پر کیا جارہا ہو، کوئی پابندی نہ لگائی جائے۔

تاہم مجھے خدشہ ہے کہ اگرچہ وہ خود تو اپنی جماعت اور لیگ کے اختلافات کو آئینی طور پر سلجھانے کی طرف مائل ہیں لیکن یہاں کی کانگریس پارٹی اقتدار کیلئے ہر حربہ استعمال کرنے پر تلی ہوئی ہے اور اس مقصد کے حصول کیلئے منصوبے بنا چکی ہے۔

۶۔ لیگ کانگریس کی تمام سرگرمیوں سے واقف ہے اور سنا یہ گیا ہے کہ اگر موٴخر الذکر نے کوئی اقدام کیا تو اس کے توڑ کے لئے تیاریاں بھی کر رہی ہے۔[۸] پہلے کی طرح انہیں یہی اصرار ہے کہ ۱۵ اگست سے پہلے ڈاکٹر خان کی وزارت کو رخصت ہو جانا چاہیے۔ میری، اور یہاں کے جن عہدیداروں سے مَیں نے مشورہ کیا ہے، ان کی یہی ترجیح ہے کہ یہ اقدام پاکستان کی حکومت کرے۔[۹] اس کے خلاف جو دلیل دی جاتی ہے مَیں اسے بھی سمجھتا ہوں یعنی حکومتِ پاکستان کیلئے یہ مشکل ہوگا کہ وہ اپنا پہلا قدم موجودہ وزارت کو معزول کرنے کیلئے اٹھائے اور اس کو اپنے اس اقدام کے نتیجے میں ممکنہ ہنگامہ آرائی کا سامنا کرنا پڑے۔ دوسری جانب یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اسمبلی کو تحلیل نہ کرنے پر حکومتِ پاکستان کے اصرار سے موجودہ صورتحال پیدا ہوئی ہے جس میں ڈاکٹر خان صاحب مستعفی ہونے سے انکار کر رہے ہیں۔

۷۔ لیگ کے مقامی رہنماؤں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کو انگریز گورنر[۱۰] کا تقرر نامنظور ہے اور بعض جناح کے صوبائی وزراء کے انتخاب سے ناخوش ہیں اور کچھ لوگ جناح کے اس بیان سے ناراض ہیں کہ وہ شریعت کا قانون نافذ نہیں کر سکتے۔ (میری اطلاع کے مطابق مسٹر جناح نے عبدالقیوم خان، لکی مروت ضلع بنوں کے حبیب اللہ خان اور ہزارہ کے محمد عباس خان کو بطور وزراء منتخب کیا ہے)

بلا شبہ لیگ اپنے حریفوں سے سختی سے پیش آئے گی اور مجھے فکر ہے کہ موجودہ وزراء کو بد سلوکی سے کیونکر بچایا جا سکے گا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۷
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۳
۳۔ دستاویز نمبر ۳.۱۴
۴۔ دستاویز نمبر ۶.۴
۵۔ دستاویز نمبر ۳.۹
۶۔ دستاویز نمبر ۳.۱۷
۷۔ دستاویز نمبر ۳.۱۸
۸۔ دستاویز نمبر ۳.۵ کا ضمیمہ
۹۔ دستاویز نمبر ۳.۲۳ کا ملفوفہ ۲
۱۰۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۷

۳.۲۳

لیاقت علی خاں بنام محمد علی جناح[۱]

کراچی
۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

مَیں اس کے ساتھ وائسرائے کا ایک خط،[۲] بمع تار[۳] کی نقل کے، جو گورنر صوبہ سرحد سے انہیں موصول ہوا ہے، بھیج رہا ہوں۔ آپ سر جارج کننگھم سے آج یا کل ملنے والے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ اس سارے معاملے پر آپ ان سے پوری طرح گفتگو کر لیں۔ وائسرائے نے ہم سے فریب کیا ہے اور مکمل طور پر کانگریس کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔

آپ کا مخلص
لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۲۰
۲۔ ملفوفہ ۱
۳۔ ملفوفہ ۲

۳.۲۳ کا ملفوفہ ا
لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام لیاقت علی خاں

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر لیاقت علی خاں

آپ کو یاد ہوگا کہ ہم نے ایگزیکٹو کونسل میں صوبۂ سرحد کی وزارت کے مسئلے پر بات کی تھی اور میرے پاکستانی رفقاء نے مشورہ دیا تھا کہ مَیں گورنر کو ہدایت کروں کہ وہ وزارت سے مستعفی ہونے کیلئے کہیں اور اگر وہ انکار کرے تو اسے معزول کردیں[1] ثانیاً اگر یہ سمجھا جائے کہ پہلا طریقہ غیر آئینی ہے تو گورنر دفعہ ۹۳ نافذ کردیں تاکہ نئے گورنر ۱۵ اگست کو ایک نئی وزارت تشکیل دے سکیں۔ مَیں نے یہ مشورہ اس شرط پر قبول کیا تھا کہ اس بارے میں مجھے اطمینان دلایا جائے کہ جو اقدام مَیں کروں وہ آئینی ہو۔ اس کے متعلق مجھے کافی شک تھا اور مَیں نے آپ کو مطلع بھی کیا تھا کہ مَیں یہ معاملہ وزیر ہند کو پیش کر رہا ہوں۔

۲۔ اب وزیر ہند نے مجھے یہ مشورہ دیا ہے کہ موجودہ حالات میں یہ دونوں اقدام غیر آئینی ہوں گے۔ لہٰذا میرے لئے آپ کا مشورہ قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔ چونکہ مجھے اس مسئلے پر اپنی صوابدید کے مطابق عمل کرنا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مَیں ایگزیکٹو کونسل کے نہیں بلکہ وزیر ہند کے مشورے پر عمل کروں گا۔

۳۔ ۱۵ اگست یا اس کے بعد سر جارج کننگھم کو کون سا طریقۂ کار اختیار کرنا چاہیے اس کا تصفیہ آپ یا مسٹر جناح ان سے تبادلۂ خیال کرنے کے بعد کر سکتے ہیں جب کہ وہ کراچی میں موجود ہوں۔

۴۔ مَیں یہ خط ایئن سکاٹ (Ian Scot)[2] کے ہاتھ بھیج رہا ہوں جو پاکستان میں برطانیہ کے ہائی کمشنر کا منصب سنبھالنے جا رہے ہیں۔ وہ ۱۱ اگست سے کراچی میں موجود رہیں گے اور میرے دورے کے انتظامات پر برنی (Birnie) سے رابطہ رکھیں گے۔ اگر آپ ان سے کچھ

پوچھنا چاہیں تو وہ حاضر ہیں۔

آپ کا مخلص
ماؤنٹ بیٹن آف برما

پس نوشت: لوک ہارٹ کا تار مجھے ابھی ابھی موصول ہوا ہے۔ اس کی ایک نقل ملفوف کر رہا ہوں تا کہ آپ کو بھی صوبہ سرحد کی تازہ ترین صورتحال سے واقفیت ہو جائے۔

۱۔ دستاویز نمبر ۷.۳
۲۔ وائسرائے کے ڈپٹی پرائیویٹ سیکرٹری

۳.۲۳ کا ملفوفہ ۲
راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن
(تار)

خفیہ /فوری
۹ اگست ۱۹۴۷ء

نقل برائے وزیر ہند

آپ کے حالیہ تاروں کے حوالے سے مَیں نے ایریا کمانڈر اور انسپکٹر جنرل پولیس سے مزید مشورہ کیا ہے۔

اس موقع پر وزارت کی معزولی کے امکان پر یہ دونوں حضرات بہت پریشان ہیں اور ان کا خیال ہے کہ یہ اقدام سنگین اور وسیع پیمانے پر ہنگامہ آرائی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ ایریا کمانڈر نے واضح الفاظ میں کہا کہ فوج کی تقسیم کے جاری عمل کے باعث ان کے ماتحت فوجی دستوں کی نقل و حرکت محدود ہے اور بعض کی نیت بھی مشکوک ہے۔

دونوں کا یہ خیال تھا کہ دو مہینوں میں جبکہ کننگھم کو اپنا رسوخ استعمال کرنے کا موقع ملے گا تو صورتحال بہتر ہو جائیگی۔ ہم نے فوری کارروائی کی تیاریاں تو کر لی ہیں لیکن موجودہ حالات کے مدِنظر مَیں صبر و تحمل کی سفارش کرتا ہوں اور یہ کہ آپ جناح سے کہیں کہ وہ لیگ کو ضبط کی تاکید کریں۔

میری اطلاع کے مطابق موجودہ وزارت کو برقرار رکھنے پر لیگ کا ردِ عمل کم خطرناک ثابت ہوگا۔ اسمبلی کی تحلیل سے بھی حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔

۳.۲۴

راب لوک ہارٹ بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

(تار)

فوری/خفیہ

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء

نقل برائے وزیر ہند

آپ کے تار مورخہ ۸ اگست[2] کے پیرا ۲ اور وزیر ہند کے تار مورخہ ۸ اگست[3] کے پیرا ۸ کے حوالے سے:

آج مَیں نے ڈاکٹر خان صاحب سے معمول کے مطابق ملاقات کی۔ مَیں نے ان کی توجہ ان افواہوں[4] اور اخباری رپورٹوں کی جانب دلائی کہ ۱۵ اگست کو پٹھانستان کا اعلان کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ خان صاحب نے مجھے یقین دلایا کہ یہ سب فضول باتیں ہیں اور یہ کہ اس جیسا یا کسی اور قسم کا غیر آئینی قدم اٹھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔[5] ان کی جماعت ۱۵ اگست کو تقریبات میں حصہ تو نہیں لے گی لیکن ان میں کوئی خلل بھی نہیں ڈالے گی۔ اگر وزراء اقتدار میں رہے تو وہ ضرور شرکت کریں گے۔

۲۔ ان کی اس یقین دہانی کے بعد مَیں نے انہیں کوئی انتباہ نہیں کیا اور نہ ہی استعفے کا ذکر کیا۔[6]

۳۔ مَیں نے کننگھم کو مطلع کر دیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۸

۲۔ دستاویز نمبر ۳.۱۹

۳۔ دستاویز نمبر ۳.۲۰

۴۔ دستاویز نمبر ۳.۲۵

۵۔ ضمیمہ

۶۔ دستاویز نمبر ۳.۱۸ کا حوالہ ۳۔ تار کی تاریخ ۷ اگست ہے۔

۳.۲۴ کا ضمیمہ

چارلس لوئیس (Charles Lewis) بنام جارج مارشل

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

(تار)

کراچی

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

(پیرا نمبر ا حذف کر دیا گیا)

۲۔ پشاور میں خان عبدالغفار خان پٹھانوں میں گڑبڑ پھیلانے میں بدستور سرگرم ہیں اور انہوں نے صوبۂ سرحد کے گورنر کے طور پر سر جارج کننگھم کے تقرر پر سخت احتجاجی بیان جاری کیا ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس کے صدر کرپلانی اور بہار کے نامزد ہندو گورنر جے رام داس نے جوان دنوں کراچی میں ہیں، ہندو اقلیت کو تلقین کی ہے کہ وہ نئی حکومت کو خندہ روئی سے تسلیم کریں اور اس کے ساتھ تعاون کریں۔

(پیرا ۳ حذف کر دیا گیا)

چارلس ڈبلیو جے لوئیس (جونیئر)

۳.۲۵

جارج کننگھم بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

گورنمنٹ ہاؤس۔ پشاور

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر ماؤنٹ بیٹن

دہلی میں آپ اور آپ کی اہلیہ نے میرے اور میری اہلیہ کے ساتھ جس تلطف کا برتاؤ کیا تھا اس کے لئے میں دوبارہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اپنی مصروفیات کے باوجود آپ نے

صوبہ سرحد کی صورتِ حال پر گفتگو کرنے کے لئے جو وقت نکالا اور اس گفتگو سے مجھے صورتِ حال کے پس منظر کو سمجھنے میں جو مدد ملی، اس کے لئے مَیں آپ کا ممنون ہوں۔ ڈاکٹر خان صاحب سے اپنی گفت وشنید پر مبنی ایک مختصر یادداشت[۲] مَیں اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جناح ۱۶ تا ۱۸ اگست تک وزارت کی معزولی کا حکم صادر کردیں گے۔ لیکن بعد کے ہونے والے واقعات کی مجھے کوئی زیادہ فکر نہیں ہے۔

امید ہے کہ آپ کا کراچی کا دورہ کامیاب رہا ہوگا اور زیادہ تھکاوٹ کے بغیر مکمل ہوگیا ہوگا۔

ہماری جانب سے پرخلوص تمنائیں قبول فرمائیے کہ جس طرح آپ بطور وائسرائے کامیاب رہے ہیں اسی طرح ہندوستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے بھی سرخروئی حاصل کریں گے۔

آپ کا مخلص
جارج کننگھم

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۱۹
۲۔ ملفوفہ

۳.۲۵ کا ملفوفہ
سرحد میں کانگریس کی وزارت پر جارج کننگھم کا نوٹ

(خفیہ)

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

۱۳ اگست کی شام کو مَیں نے ڈاکٹر خان صاحب سے ملاقات کی اور ۱۱ اگست کو کراچی میں جناح اور میرے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کی روداد انہیں من وعن سنادی۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ مَیں نے جناح سے کہا ہے کہ بطور گورنر میرا فرض بنتا ہے کہ مَیں ان کے احکامات پر اطاعت گزاری سے عمل کروں جو وہ بطور گورنر جنرل مجھے دیں لیکن کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مَیں اپنے

ضمیر کو مطمئن کرنا چاہوں گا۔لہٰذا مَیں نے ان سے درخواست کی کہ پشاور پہنچنے کے بعد مجھے ایک یا دو دن کی مہلت دیں تاکہ مَیں مقامی رہنماؤں سے مل کر ان کا رویّہ معلوم کرسکوں۔مَیں نے جناح سے جو باتیں کی تھیں انہیں خان صاحب کے سامنے دہرا دیا کہ ان کی معزولی کیلئے جن وجوہات کو مَیں ضروری سمجھتا ہوں وہ حسبِ ذیل ہیں:

الف) اگر وہ اس اعلان پر اصرار کریں کہ پٹھانستان ایک آزاد ریاست ہوگی۔

ب) اگر وہ مجھے اس بات پر مطمئن نہ کرسکیں کہ وہ پاکستان کے دستور سے واقعی تعاون کریں گے۔

مَیں نے انہیں بتایا کہ جناح کو یہ منظور ہے کہ مَیں ۱۵ اگست تک انتظار کر کے اپنی حتمی رائے سے انہیں مطلع کروں۔

۲۔طویل گفتگو کے بعد خان صاحب کا جو عندیہ ظاہر ہوا وہ مختصراً حسبِ ذیل ہے:

الف) جب تک وہ وزیر رہیں گے اس وقت تک ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جس سے پاکستان کے دستور کو کوئی آنچ پہنچے۔البتہ اگر دستور ساز اسمبلی اپنے کسی ایسے حتمی دستور کا فیصلہ کرے جس کی وہ حمایت نہیں کر سکتے تو وہ اپنی وزارت سے دستبردار ہو جائیں گے۔

ب) آزاد پٹھانستان کا اعلان کرنے کا ان کا کوئی ارادہ نہیں۔

ج) اگر جناح نے وزارت کو معزول کیا تو وہ اس فیصلے کو تسلیم کرلیں گے اور کسی قسم کی گڑبڑ نہیں کریں گے۔جب مَیں نے اس نکتے پر مزید استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ان کی جگہ مسلم لیگ کی وزارت قائم کی گئی تو ہنگامہ آرائی کا خدشہ ہے (لگتا ہے کہ ان کا یہ خیال ہو کہ آئندہ انتخابات تک دفعہ ۹۳ جیسی کوئی حکومت نافذ کر دی جائے گی)۔

۳۔پھر مَیں نے خان صاحب سے کہا کہ میرا یہ خیال ہے کہ مجھے ۱۴ اگست کو حزبِ اختلاف کے رہنما عبدالقیوم سے ملنا چاہیے اور یہ کہ مَیں ۱۴ یا ۱۵ اگست کو خان صاحب سے دوبارہ ملنے کی کوشش کروں گا۔مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس مرحلے پر انہیں یہ عندیہ نہ دوں کہ مَیں کیا کرنے والا ہوں۔

ان کا مزاج بڑا خوشگوار تھا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اور دوسرے وزراء ۱۵ اگست کو پرچم کشائی کی تقریب میں شرکت کریں گے۔[1] میں نے ان سے پوچھا کہ ۱۵ اگست کے بعد وہ اپنے گھر پر کون سا جھنڈا لگائیں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنا کانگریس کا جھنڈا تو اتار دیں گے لیکن غالباً اس کی جگہ کوئی اور جھنڈا نہیں لگائیں گے۔[2]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

۱۴ اگست کی صبح میں نے عبدالقیوم سے ملاقات کی۔ جس طرح میں نے خان صاحب کو بتایا تھا اسی طرح میں نے انہیں بھی اپنے اور جناح کے درمیان گفتگو کی روداد سنائی لیکن اس اضافے کے ساتھ کہ جناح نے کہا تھا کہ خان صاحب کے تعاون کے ارادوں کا میں چاہے کتنا ہی انہیں یقین دلاؤں وہ ان پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ جب میں ۱۵ اگست کی شام اپنی رپورٹ جناح کو بھیجوں گا تو وہ کانگریس وزارت کو معزول کرنے اور اس کی جگہ مسلم لیگ کی وزارت قائم کرنے کے لئے فوری اقدام کریں گے۔ میں نے عبدالقیوم سے کہا کہ یہ باتیں وہ اپنے ساتھیوں کو نہ بتائیں تاکہ جناح کو فیصلہ کرنے میں کوئی الجھن نہ ہو۔

۲۔ عبدالقیوم کے خیال میں وزارت کی برخاستگی کی صورت میں کانگریس کا گڑبڑ پھیلانے کا ڈراوا محض گیدڑ بھبکی ہے۔ انہوں نے کہا اگر ہم تین یا چار بڑے مقامات پر فوج متعین کر دیں تو کوئی سنگین واقعہ رونما نہیں ہوگا۔ ان کا خیال ہے کہ سرخ پوش رہنماؤں کو گرفتار کئے بغیر کام بن جائے گا۔ انہوں نے کانگریس وزارت کی بدعنوانیوں سے متعلق بھی بہت سی باتیں بتائیں مثلاً اپنے حامیوں کو اسلحہ کے لائسنسوں اور سپلائی پرمٹوں کا اجراء[3] نیز عدالتی کارروائیوں میں مداخلت۔ یہ بات ان کے دل میں بیٹھ گئی ہے کہ کانگریس ہر حال میں پاکستان کو ناکام بنانے پر تلی ہوئی ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ جب مسلم لیگ اقتدار میں آئے گی تو یہ ساری بدعنوانیاں یک لخت ختم کر دی جائیں گی۔ میرا خیال ہے کہ اس معاملے میں وہ پرخلوص ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس وزارت کی معزولی کا اعلان جتنا جلد کر دیا جائے بہتر ہوگا۔ میں نے کہا کہ میرے خیال میں ۱۶ اگست تک اس بارے میں کچھ نہیں ہوگا بلکہ مجھے امید ہے کہ ۱۸ تاریخ تک جس دن رمضان ختم ہو رہا ہے، یہ

قدم نہیں اٹھایا جائے گا کیونکہ اس تاریخ کے بعد فوج کی نقل وحرکت آسان ہو جائے گی۔ مَیں نے انہیں بتایا کہ شاید ۱۵ اگست کی شام مَیں خان صاحب سے ملوں اور اسی رات جناح کو تار دے دوں۔

۳۔ مَیں نے محسوس کیا کہ عبدالقیوم میں ذمہ داری کا احساس اس سے کہیں زیادہ ہو گیا ہے جتنا کہ ڈیڑھ سال پہلے دیکھنے میں آیا تھا۔ ساری گفتگو انہوں نے پھوں پھاں کے بغیر کی اور مَیں اس سے کافی متاثر ہوا ہوں۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کے خیال میں ان کی وزارت تین افراد پر مشتمل ہو گی۔ دوسرے دو افراد میں سے ایک بنوں کے حبیب اللہ خان (خاصے اچھے آدمی ہیں) اور دوسرے مانسہرہ کے عباس خان (ایماندار اور شائستہ مگر کمزور آدمی) ہیں۔

جی کننگھم

۱۔ ۱۵ اگست کو صوبۂ سرحد کی کانگریسی وزارت نے پشاور میں آزادی کی تقریبات کا بائیکاٹ کیا۔ دیکھئے ضمیمہ
۲۔ آزادی سے کچھ روز پہلے سرخ پوشوں نے کانگریس کے جھنڈوں کی جگہ ''زلمئے پختون'' کے جھنڈے لگانے شروع کر دیئے تھے۔ دیکھئے ضمیمہ ۱
۳۔ دستاویز نمبر ۳.۳

۳.۲۵ کا ضمیمہ ۱
(سرحد پولیس کی خفیہ رپورٹ سے اقتباس[ا])

۱۲ اگست

مختلف مقامات پر کانگریس کے جھنڈوں کی جگہ ''زلمئے پختون'' کے جھنڈے لگا دیئے گئے ہیں جن پر دو آڑی تلواریں بنی ہوئی ہیں اور سرخ زمین پر سفید رنگ سے ''اللہ اکبر'' لکھا ہوا ہے۔

سرخ پوشوں کی طرف سے اب بھی پٹھانستان کی حمایت میں باتیں کی جا رہی ہیں اور خدائی خدمتگاروں کے ''جنرل'' میر عالم کی طرف سے ایک پوسٹر شائع کیا گیا ہے جس میں عوام

سے کہا گیا ہے کہ افغانستان اور فقیر اپی پٹھانستان کے نظریے کے حامی ہیں۔[۲]

مختلف افواہیں پھیلی ہوئی ہیں کہ ۱۵ اگست کو "زلمئے پختون" اور سرخ پوش ممکن ہے کہ پٹھانستان کا اعلان کر دیں اور اسی دن اپنا جھنڈا بھی لہرا دیں۔ بعد ازاں عبدالغفار خان کی طرف سے ایک پوسٹر جاری کیا گیا جس میں اپنے حامیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ۱۵ اگست کو تقریبات میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔

۱۔ The Referendum in NWFP ۔ دستاویز نمبر ۲۳۴ نیشنل ڈاکومینٹیشن سنٹر، اسلام آباد
۲۔ دستاویز نمبر ۳.۲

۳.۲۵ کا ضمیمہ ۲

ہنری گریڈی (Henry Grady) بنام جارج مارشل[۱]

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

(تار)

خفیہ

نئی دہلی

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

پنشن پر جانے والے برطانوی ہند کے سیکرٹری وزارت خارجہ کرائٹن (Crichton) نے کل ویل[۲] (Weil) سے گفتگو کے دوران مندرجہ ذیل نکات پر تبصرہ کیا:

۱۔ افغانستان اور صوبہ سرحد کی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔[۳] قبائل میں بے چینی کی کوئی رپورٹ نہیں ملی تاہم قبائلیوں کے رجحان کو رمضان میں جانچنا مشکل ہے کیونکہ وہ اس مہینے کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ اس مہینے کا اہتمام اور فصل کی کٹائی کا موسم قبائلیوں کے ذہن سے سیاسی مسائل کو دور رکھے گا۔ امکان ہے کہ پٹھانوں سے متعلق افغانستان کا اضطراب مکمل طور پر ختم ہو جائے گا۔

۲۔ عبدالغفار خان کے موجودہ ارادوں کو جانچنا مشکل ہے۔[۴] صوبہ سرحد کی صورتحال بہت الجھی

ہوئی ہے۔ کانگریس وزارت کا مستعفی ہونے کا کوئی ارادہ نہیں لگتا۔[۵] نئے گورنر کننگھم اس کے اہل ہیں کہ اگر ممکن ہو سکے تو آپس میں کوئی مصالحت کرا دیں۔[۶] اگر صوبہ سرحد میں سنگین ہنگامہ آرائی ہوئی تو اغلب ہے کہ قبائل بھی اس میں شریک ہو جائیں گے۔ واقف کار حلقوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ افغانستان یا صوبہ سرحد کے معاملے میں تمام قبائل اکٹھے ہو کر قدم اٹھائیں گے۔

۳۔ جن دنوں شاہ محمود[۷] کا ہوائی جہاز لاہور میں رکا ہوا تھا تو حکومتِ ہند کے افسران نے وائسرائے، جناح اور نہرو سے ان کی ملاقات کرانے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ خود شاہ محمود کو بھی کراچی پہنچنے کی بہت جلدی تھی۔ اگر اپنی واپسی پر وہ مذاکرات کرنا چاہیں تو جناح سے ان کی ملاقات دہلی کی گفت وشنید سے زیادہ بار آور ہو گی۔

(پیرے ۴ تا ۶ حذف کر دیئے گئے)

(ہنری) گریڈی

(ہندوستان میں امریکہ کے سفیر)

۱۔ امریکہ کے وزیر خارجہ
۲۔ نئی دہلی کے امریکی سفارت خانے میں سیکنڈ سیکرٹری
۳۔ دستاویز نمبر ۳.۲
۴۔ ضمیمہ ا
۵۔ دستاویز نمبر ۳.۲۲
۶۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۱
۷۔ مزید دیکھئے دستاویز نمبر ۳.۲۲ کا پیرا ۵

۳.۲۶
جارج کننگھم بنام محمد علی جناح[۱]

گورنمنٹ ہاؤس۔ پشاور

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر قائد اعظم

کراچی سے روانگی کے بعد مجھے فرصت کے لمحات کم ہی میسر آ سکے اور اس خط کے لکھنے کا

بنیادی مقصد تو اس مسحور کن مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرنا ہے جس سے آپ نے اور مس جناح نے مجھے اور میری اہلیہ کو سرفراز کیا۔

ہم کل ساڑھے گیارہ بجے یہاں پہنچے اور لوک ہارٹ تین بجے روانہ ہو گئے۔ پھر بھی ہم کو بڑے بڑے مسئلوں پر بات کرنے کا خاصہ وقت میسّر آ گیا۔

قبل اس کے کہ یہ خط آپ تک پہنچے میں وزارت کی صورتِ حال پر آپ کو تار دے چکا ہوں گا۔ گزشتہ رات مَیں نے خان صاحب[2] سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے مجھے جو یقین دہانیاں کرائی ہیں ان میں سے کچھ کے بارے میں ان کے ذہنی تحفظات ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا ہے کہ وہ تقریبات کے بعد پھر آ کر مجھ سے ملیں۔ مَیں کل سہ پہر آپ کو تار دوں گا۔

آج صبح عبدالقیوم[3] سے میری ایک لمبی اور دلچسپ ملاقات ہوئی۔ ان کا خیال ہے کہ اس معاملے میں کانگریس پارٹی جو ڈینگیں مار رہی ہے وہ کوئی مسئلہ نہیں۔ میرے خیال میں وہ ٹھیک ہی سمجھے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اگلے ہفتے اس وقت تک معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔

مخلص

جارج کننگھم

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۵۳
۲۔ وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد
۳۔ سرحد اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کے قائد

۴

وائسرائے کے انٹرویو اور ذاتی رپورٹیں

۴۱ا

لوئی ماؤنٹ بیٹن اور خان قلات کے درمیان ملاقات کی روداد[1]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

ہز ہائی نس نے مجھے یاد دلایا کہ وہ اس سال مارچ میں مجھ سے سب سے پہلے ملاقات کرنے والوں میں شامل ہیں۔ اس قلیل عرصے میں مَیں نے جو کام کیا ہے انہوں نے اس کی تعریف کی۔[2] انہوں نے بتایا کہ قلات میں ہر شخص کا خیال ہے کہ یہی بہترین حل تھا اور یہ کہ لوگ اس پر بہت خوش ہیں کہ مسٹر جناح کو ان کا پاکستان مل گیا ہے۔ خان قلات مسٹر جناح سے مذاکرات میں میری اعانت کے لئے ممنون تھے۔

انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا کہ مَیں نے حکومتِ پاکستان کو باور کرا دیا ہے کہ حکومتِ برطانیہ سے میثاقی تعلقات میں قلات کی حیثیت ایک خودمختار ریاست کی تھی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کی مسٹر جناح سے طویل گفتگو ہوئی اور دونوں کا منشاء یہی تھا کہ وہ ایک دوسرے کے دوست رہیں اور لگتا یہ ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی مناسب معاہدہ یا سمجھوتہ ہو جائے گا۔ اب اہم متنازعہ مسئلہ پٹے پر دیے گئے علاقوں کا ہے۔

مَیں نے ہز ہائی نس پر واضح کیا کہ یہ ایک قانونی نکتہ ہے جو ایک متفقہ قانونی رائے سے ہی طے ہو سکتا ہے۔ تاہم مجھے یہ لگتا ہے کہ حکومتِ پاکستان ان پٹوں کی بھی اسی طرح وارث بنے گی جس طرح وہ ۱۹۲۱ء کے اینگلو افغان معاہدے کی وارث بننے والی ہے۔

مَیں نے یاد دلایا کہ برطانوی اور ہندوستانی حکومتوں نے کوئٹہ اور نصیر آباد میں بہت سا روپیہ

صرف کیا ہوا ہے اور اگر قانونی رائے یہ ہو کہ پٹے والے علاقے قلات کو واپس مل جائیں تب بھی یہ مسئلہ باقی رہے گا کہ ان گراں قدر تنصیبات کی قیمت کس طرح ادا کی جائے۔ ہز ہائی نس نے تسلیم کیا کہ یہ تمام معاملات مسٹر جناح کے ساتھ طے ہونے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ باہمی مجوزہ معاہدے اور سمجھوتے کے سلسلے میں کیا وہ اور مسٹر جناح اکٹھے آ کر مجھ سے مل سکتے ہیں۔ مَیں نے کہا ''بڑی خوشی سے۔''

آخر میں انہوں نے اس بات پر بہت تشویش کا اظہار کیا کہ کہیں مسٹر جناح بلوچستان میں کسی پٹھان کو بحیثیت ایجنٹ برائے گورنر جنرل نہ لے آئیں۔ انہوں نے کہا کہ سر جیفری پرائر (Geoffrey Prior) کو ہر شخص پسند کرتا ہے اور ہر شخص کی خواہش ہے کہ وہ اس عہدے پر برقرار رہیں اور اگر وہ جا ہی رہے ہیں اور اگر مسٹر جناح امن چاہتے ہیں تو ان کی جگہ کسی انگریز کو مقرر کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچ جس طرح انگریزوں کو پسند کرتے ہیں اور ان پر بھروسہ کرتے ہیں ایسا اعتبار وہ کسی اور پر نہیں کرتے۔

مَیں نے ان سے کہا کہ وہ مسٹر جناح کو بھی یہی مشورہ دیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۱
۲۔ اس ملاقات میں خان قلات نے دریافت کیا تھا کہ کیا قلات کو ڈومینین کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

۴۲

لوئی ماؤنٹ بیٹن، محمد علی جناح اور لیاقت علی خاں کے درمیان ملاقات کی روداد[۱] (اقتباس)

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

(جز ۱ تا ۳ حذف کر دیے گئے)

۴۔ بہار

وائسرائے نے مسٹر جناح سے دریافت کیا کہ کیا وہ بہار کے مقامی مسلم لیگی رہنماؤں

سے یہ درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ وہاں ہونے والے فسادات[۲] کی تفتیش کرانے کے مطالبے[۳] کو واپس لے لیں۔ مسٹر جناح نے کہا کہ اس مرحلے پر اس قسم کی درخواست کرنا ان کیلئے مشکل ہوگا تاہم ان کے خیال میں جب ۱۵ اگست کو دونئ مملکتیں قائم ہو جائیں گی تو صورتحال یکسر بدل جائے گی اور ممکن ہے کہ یہ مسئلہ بھی ختم ہو جائے۔

مزید گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ اس موضوع پر گورنر بہار کا جو خط وائسرائے کو موصول ہوا ہے اس کا فی الحال جواب نہ دیا جائے اور اس بارے میں فی الحال کوئی کارروائی نہ کی جائے۔[۴]

۵۔ ثالثی ٹربیونل

مسٹر جناح نے کہا کہ ثالثی ٹربیونل کیلئے ایک مسلم نمائندے کی نامزدگی کے بارے میں سر پیٹرک اسپنس سے ان کا قریبی رابطہ ہے۔ انہوں نے ایک نمائندہ منتخب کر لیا ہے جس کا نام جلد ہی سر پیٹرک اسپنس کو بھیج دیا جائے گا۔[۵]

۶۔ ۱۵ اگست کو عام معافی کا اعلان

وائسرائے نے تجویز کیا کہ اب اُنہیں دونوں مملکتوں کی جانب سے ۱۵ اگست کو عام معافی کے اعلان کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے جس میں سابقہ ''انڈین نیشنل آرمی'' کے قیدی بھی شامل ہوں۔ ان کا خیال تھا کہ اس معاملے میں دونوں حکومتوں میں ہم آہنگی ہونی چاہیے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ اس معاملے کی تشہیر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

مسٹر جناح نے اپنے مکمل اتفاق کا اظہار کیا اور وائسرائے نے وعدہ کیا کہ وہ جب اس معاملے پر مزید غور کر لیں گے تو اس کی تفصیل مسٹر جناح کو بھیج دیں گے۔

۷۔ پاکستان کے قومی اور تقریباتی پرچم

مسٹر لیاقت علی خاں نے اپنے بریف کیس سے مملکتِ پاکستان کے پرچم کا ترمیم شدہ نمونہ نکالا۔ یہ پرچم مسلم لیگ کے جھنڈے جیسا ہی تھا لیکن اس فرق کے ساتھ کہ پرچم کے مستول کے قریب والی ایک چوتھائی پٹی بجائے گہرے سبز کے سفید رنگ کی تھی۔ اس نمونے پر سب نے اتفاق کیا۔ وائسرائے نے کہا کہ تجویز یہ کی گئی ہے کہ گورنر حضرات کے جھنڈے میں زمین گہرے

سبز رنگ کی ہونی چاہیے۔ مسٹر جناح نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ مسٹر جناح اس سے بھی متفق تھے کہ پاکستان میں گورنروں کے ذاتی عملے کے بازو بند بھی گہرے سبز رنگ کے ہوں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ گورنر جنرل کیلئے جس پرچم کا نمونہ پیش کیا گیا ہے وہ اسے بھی منظور کرتے ہیں[۶]

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲

۲۔ ۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے جعفر امام کی قیادت میں بہار کے مسلم لیگی رہنماؤں کے ایک وفد سے ملاقات کی۔ مزید دیکھئے قائد کے ملاقاتی Visitors to the Quaid-i-Azam، ۴۷-۱۹۴۲ء، مؤلفہ احمد سعید

۳۔ کانگریس وزارت کے دورِ اقتدار میں ۱۲۵ کتوبر تا ۷ نومبر ۱۹۴۶ء بہار میں فسادات ہوتے رہے۔ بہار مسلم لیگ کے مطالبے پر سہروردی نے نرنجن سنگھ سے تفتیش کرائی جس سے ثابت ہو گیا کہ ہندوؤں نے وسیع پیمانے پر مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کیا۔

۴۔ گورنر بہار ہیوڈاؤ (Hugh Dow) نے ماؤنٹ بیٹن کو مشورہ دیا کہ وہ جناح سے کہیں کہ اپنا رسوخ استعمال کر کے مقامی مسلم لیگ سے تفتیش کے مطالبے کو واپس کروائیں جو ان کے مطابق مزید ہنگاموں کا پیش خیمہ بن سکتی تھی۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۸۵

۵۔ دستاویز نمبر ۱۳،۱

۶۔ نئی مملکتوں کے گورنر جنرلوں کے لئے وہی پرچم تجویز کیا گیا جو دولتِ مشترکہ کے دوسرے گورنر جنرل استعمال کر رہے تھے۔ یہ پرچم نیلے رنگ کا تھا اور اس پر تاج اور ببر شیر بنا تھا اور مملکت کا نام سنہری حروف میں لکھا گیا تھا۔

۴۳

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹوویل[۱]

یکم اگست ۱۹۴۷

(پیرے ا تا ۱۸ حذف کر دیے گئے)

۱۹۔ صوبۂ سرحد کی وزارت کے معاملے میں مجھے کچھ دقت پیش آ رہی ہے۔ استصواب رائے میں ناکامی کے باوجود موجودہ کانگریس وزارت نے استعفیٰ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب نے شروع میں یہ تاثر دیا تھا کہ اگر استصواب رائے ان کے خلاف گیا تو وہ

مستعفی ہو جائیں گے لیکن شاید ہائی کمان کی ہدایت پر انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ جب تک عام انتخابات نہ ہوں یا ان کی وزارت کو اسمبلی میں شکست نہ ہو اس وقت تک ان کی وزارت کے استعفیٰ دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ اقلیتوں کو رعایت (weightage) حاصل ہونے کی بدولت اسمبلی میں کانگریس کو کافی اکثریت حاصل ہے۔

۲۰۔ مَیں اپنے قانونی اختیارات استعمال کرتے ہوئے گورنر کو وزارت کی معزولی کا حکم دے سکتا ہوں اور میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا لیکن دوسری جانب یہ اقدام عام آئینی قاعدے کے خلاف ہو گا کیونکہ وزارت کو بلاشبہ اسمبلی میں اکثریت حاصل ہے اور کانگریس بالضرور اس فیصلے کو نامناسب خیال کرے گی جو اپنے وقار کے لئے یہ چاہتی ہے کہ ان کی وزارت جتنی دیر تک ہو سکے قائم رہے۔

۲۱۔ مَیں نے لوک ہارٹ کو مطلع کر دیا ہے کہ مَیں اس مسئلے پر پاکستان کی عبوری حکومت سے مشورہ کروں گا اور ان سے اس فیصلے کی ذمہ داری قبول کرنے کیلئے کہوں گا۔ آج صبح پاکستان کابینہ کے ساتھ میٹنگ میں[۲] مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ مَیں گورنر کو ہدایت کروں کہ وہ وزارت سے مستعفی ہونے کیلئے کہیں اور اگر وہ انکار کرے تو اسے معزول کر دیں۔ مَیں نے کہا کہ آخری پندرہ دنوں میں بحیثیت وائسرائے مَیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا جس کو لوگ غیر آئینی سمجھیں اور گو کہ مجھے مشکلات کا بخوبی اندازہ ہے میرے خیال میں یہ بہتر ہو گا کہ گورنر علیٰ حالہٖ قسم کا ایک حکم جاری کریں تاکہ آئندہ پندرہ دنوں میں کانگریس وزارت کے کسی اقدام سے لیگ کے مفادات کو گزند نہ پہنچے۔

۲۲۔ اس بات کو پسند نہیں کیا گیا اور مجھے یہ مشورہ دیا گیا کہ اگر مَیں وزارت کی معزولی کا حکم صادر نہ کرنا چاہوں تو کم از کم گورنر کو یہ ہدایت کروں کہ وہ دفعہ ۹۳ نافذ کر دیں اور مسلم لیگ کی ٹیم کو بحیثیت مشیر اپنے ساتھ شامل کریں۔ مجھے یہ تسلیم کرنے کو کہا گیا ہے کہ اگر جلد ہی کوئی تبدیلی عمل میں نہ آئی تو ۱۵ اگست کو صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو افراتفری ورثے میں ملے گی۔

۲۳۔ بالآخر مَیں نے اپنے ساتھیوں کا مشورہ قبول کرنے کا وعدہ کیا بشرطیکہ ماہرین مجھے یقین دلائیں کہ یہ اقدام آئینی طور پر درست ہے۔ مَیں نے یہ بھی کہا کہ حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے مَیں اس مسئلے پر

لندن سے مشورہ کرونگا۔ جناح ایسے معاملات میں، جن پر وہ اپنا فیصلہ مجھے نہیں بتانا چاہتے، ہمیشہ ٹال مٹول کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر مَیں بھی یہی طریقہ اختیار کروں تو انہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

۲۴۔ میرے خیال میں یہ امر واضح ہے کہ موجودہ وزارت یا تو مستعفی ہو جائے یا اسے ۱۵ اگست سے معزول کر دیا جائے لیکن یہ تبدیلی جتنی دیر سے کی جائے اتنا ہی بہتر ہوگا اور ۱۵ اگست سے پہلے مسلم لیگ وزارت قائم کرنے سے زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ دو ایک دن کیلئے دفعہ ۹۳ نافذ کر دی جائے۔

(پیرے ۲۵ اور ۲۶ حذف کر دیے گئے)

۲۷۔ کاک[۳] اور مہاراجہ[۴] دونوں نہرو سے سخت نفرت کرتے ہیں اور مجھے اندیشہ تھا کہ نہرو کی آمد سے پہلے ہی کہیں مہاراجہ پاکستان سے الحاق کا اعلان نہ کر ڈالیں اور کاک کوئی ایسا ہنگامہ کھڑا نہ کر دیں جس کے نتیجے میں تقریباً اسی وقت نہرو گرفتار کر لئے جائیں جبکہ انہیں دہلی میں میرے ہاتھ سے اقتدار کی باگ ڈور سنبھالنی ہے۔ چونکہ نہرو بے حد جذباتی ہو رہے تھے لہٰذا مَیں نے ۲۹ جولائی کو نہرو، پٹیل اور گاندھی کی ایک میٹنگ بلالی۔[۵]

(پیرے ۲۸ تا ۳۲ حذف کر دیے گئے)

۳۳۔ مجھے یہ خبر قابل یقین لگتی ہے کہ میٹنگ سے ایک رات قبل جب پٹیل نے نہرو کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ دل شکستہ ہو کر رونے لگے اور کہا کہ اس وقت انہیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ کشمیر عزیز ہے۔ پٹیل نے محسوس کیا کہ نہرو کو سمجھانا فضول ہے اور ہماری میٹنگ کے بعد انہوں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ غالباً مَیں (ماؤنٹ بیٹن) نے نہرو کی سیاسی زندگی بچالی ہے اور اس طرح کانگریس کو اقتدار سنبھالنے میں آسانی فراہم کی ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۱

۲۔ دستاویز نمبر ۳.۷

۳۔ رام چندر کاک وزیر اعظم کشمیر

۴۔ ہری سنگھ مہاراجہ کشمیر

۵۔ نہرو کے کشمیر جانے پر ماؤنٹ بیٹن نے اعتراض کرتے ہوئے اصرار کیا کہ اقتدار کی عنقریب منتقلی کے پیشِ نظر ''محض ذاتی کام کیلئے'' ان کا دارالحکومت چھوڑنا انتہائی نامناسب ہے۔

۴۴

لوئی ماؤنٹ بیٹن، محمد علی جناح، لیاقت علی خاں، ولبھ بھائی پٹیل اور جیرالڈ سیوج (Gerald Savage) کے درمیان ملاقات کی روداد[1]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

خفیہ

۵ اگست ۱۹۴۷ء

پنجاب سی آئی ڈی کنٹرول میں متعین پولیس افسر کیپٹن سیوج (Savage) نے بتایا کہ انہیں گورنر پنجاب نے بھیجا ہے تا کہ وہ وائسرائے کو بذاتِ خود رپورٹ دیں۔ انہوں نے وضاحت کی کہ سی آئی ڈی کنٹرول[2] فسادات کے مقدموں کی تفتیش، خصوصی پوچھ گچھ اور مختلف ذرائع سے آنے والی خفیہ رپورٹوں میں رابطہ قائم کرتا ہے۔

کیپٹن سیوج نے بتایا کہ ہنگامہ آرائی برپا کرنے والوں میں جو پہلا شخص گرفتار کیا گیا ہے وہ ''انڈین نیشنل آرمی'' کا سابق رکن پریتم سنگھ ہے۔ اس کے قبضے سے ایک وائرلیس ٹرانسمیٹر نکلا۔ پنجاب سی آئی ڈی اس شخص سے اچھی طرح واقف ہے کیونکہ چند سال پہلے جب وہ پینانگ (Penang) میں چوپڑہ کے جاسوسی اسکول[3] سے فارغ ہو کر ہندوستان واپس آیا تو اسے گرفتار کر کے تفتیش کی گئی تھی۔ وہ اس گروہ میں شامل تھا جسے آبدوز کشتی کے ذریعے جنوبی ہندوستان کے ساحل پر اتارا گیا۔ پریتم سنگھ نے ایک طویل بیان میں تارا سنگھ کے بم بنانے اور بعض ہیڈ ورکس پر حملہ کرنے کے سکھ منصوبوں کے انکشافات کئے۔

کیپٹن سیوج نے بتایا کہ جس دوسرے واقعے میں گرفتاریاں ہوئیں وہ لاہور کے کراؤن سینما میں بم کا دھماکہ تھا۔ اس سانحے کا بڑا مجرم کلدیپ سنگھ تھا جس نے فروری ۱۹۴۷ء میں راشٹریہ سوایم سیوک سنگھ میں شمولیت اختیار کی۔ وہ بم اور آتش گیر مادہ بنانے کا ماہر تھا اور کئی کامیاب وارداتیں کر چکا تھا۔ وہ اغلباً بم پھینکنے کے چھ واقعات میں ملوث تھا اور اس نے ٹرینیں تباہ کرنے میں خاص مہارت حاصل کی تھی۔ اسے ۳۰ جولائی کو گرفتار کر لیا گیا۔

کلدیپ سنگھ اور اسکے ان دوستوں کے بیانات کے نتیجے میں جو کراؤن سینما بم دھماکے اور لائل پور[۴] میں ٹرین کو پٹری سے اتارنے کی وارداتوں میں شامل تھے لاہور سیکرٹریٹ کے ایک کلرک گوپال رائے کھوسلہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس شخص کے بیان کی روشنی میں تاراسنگھ ان واقعات میں بری طرح ملوث نظر آتے ہیں۔ جولائی کے آخر میں کھوسلہ تاراسنگھ سے ملا تھا اور ان سے بندوقوں اور گرینیڈوں کی قیمت میں بقایا سات سو روپے مانگے جس کا تاراسنگھ نے وعدہ کیا تھا۔ اس نے ایک شخص رام لال کو تاراسنگھ کے پاس دیکھا جو تاراسنگھ سے بہت قریب تھا۔ رام لال نے تاراسنگھ کیلئے گوپال کو ایک رقعہ دیا جس میں ٹرینوں کے بارے میں معلومات تھیں۔ جب گوپال نے تاراسنگھ سے پوچھا کہ یہ اطلاع کس بارے میں ہے تو جواب ملا کہ اس کا تعلق پاکستان کی اسپیشل ٹرینوں سے ہے جو دہلی سے عملے کے لوگوں کو لے کر کراچی جا رہی ہیں۔ یہ انتظام بھی ہو چکا تھا کہ ان ٹرینوں کے اوقات کی اطلاع وائرلیس پر تاراسنگھ کو دی جائے گی۔

بیان جاری رکھتے ہوئے کیپٹن سیوج نے بتایا کہ تاراسنگھ نے بتایا کہ چار یا پانچ سکھ نوجوانوں نے منصوبہ بنایا تھا کہ ان ٹرینوں کو ریموٹ کنٹرول بموں سے اڑا دیا جائے پھر انہیں آگ لگا دی جائے اور مسافروں کو گولی مار دی جائے۔ تاراسنگھ نے یہ خواہش بھی ظاہر کی کہ کراچی میں ۱۵ اگست کی تقریبات کے دوران مسٹر جناح کو مار دیا جائے۔[۵] کیپٹن سیوج نے مزید بتایا کہ آزاد اور باوثوق ذرائع نے تصدیق کی ہے کہ تاراسنگھ کے دماغ میں مسلمانوں سے انتقام لینے کی دھن سمائی ہوئی ہے۔ وہ سکھ فوجی افسروں کے ذریعے اسلحہ جمع کر کے ریاستوں میں ذخیرہ کر رہے ہیں۔ فریدکوٹ کے راجہ نے ٹرانسپورٹ مہیا کرنے کے علاوہ اخلاقی اور غالباً مالی مدد بھی کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تاراسنگھ کو یہ یقین ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کی حکومتیں بنتے ہی ٹوٹ جائیں گی۔ سر جارج ایبل نے یہ رائے دی کہ تاراسنگھ کو بالضرور گرفتار کیا جائے۔ کیپٹن سیوج نے کہا کہ اس اقدام سے وسطی پنجاب میں ضرور گڑبڑ پھیلے گی۔

سردار پٹیل نے کہا کہ گرفتار شدہ افراد اور خاص طور پر ''انڈین نیشنل آرمی'' کے سابق ارکان کے بیانات پر انہیں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۴ء۵ کا ضمیمہ

چارلس تھامسن (Charles Thompson) بنام جارج مارشل

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

(اقتباس)

امریکی قونصل خانہ۔کلکتہ

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

دونوں مملکتوں کے درمیان اثاثوں کی تقسیم

یونائیٹڈ کمرشل بنک کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر بی ٹی ٹھاکر بڑے قابل ہندوستانی تاجر ہیں اور مالی معاملات میں قونصل جنرل کے بہترین روابط میں سے ہیں۔

آج نائب قونصل نکل (Nicholl) سے باتیں کرتے ہوئے مسٹر ٹھاکر نے کہا کہ وہ ابھی دہلی سے واپس آئے ہیں جہاں وہ دو ہفتے حکومتِ ہندوستان کو اثاثوں کی تقسیم پر مشورہ دینے میں مشغول رہے۔ مسٹر ٹھاکر نے کہا کہ ان کیلئے یہ کام بہت مشکل ثابت ہوا کیونکہ نوکر شاہی اس وقت تاجروں کا مشورہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔ حتمی فیصلے ثالثی ٹربیونل کرے گا جس کے صدر ہندوستان کے ریٹائر ہونے والے چیف جسٹس سر پیٹرک اسپنس ہیں۔

مسٹر ٹھاکر کی رائے میں پاکستان کی مالی حالت ابتداء میں انتہائی نازک ہوگی۔ پاکستان ابھی سے قرضدار ہے۔ مسٹر ٹھاکر کے مطابق پاکستان اس وقت ہندوستان کا تقریباً دو ارب روپے کا مقروض ہے اور سرمایہ کاری اور فوری اخراجات، جنہیں اسے پورا کرنا ہے، کے مقابلے میں اس کے مالی وسائل ناکافی ہیں۔ مسٹر ٹھاکر نے بتایا کہ پاکستان نے ہندوستان سے قرضے کی درخواست کی تھی لیکن حکومتِ ہندوستان اس پر راضی نہیں ہوئی۔

اپنے بینک کے متعلق مسٹر ٹھاکر نے کہا کہ وہ پاکستان میں کچھ شاخیں کھلی رہنے دیں گے لیکن جن علاقوں میں پولیس کی حفاظت ناکافی ہے وہاں کی شاخیں بند کردی جائیں گئیں۔

چارلس تھامسن

کیپٹن سیوج نے کہا کہ ان معاملات میں جس حد تک بھروسہ کیا جا سکتا ہے، جن افراد سے پوچھ گچھ ہوئی ہے وہ سچ ہی کہہ رہے ہیں۔ تارا سنگھ کے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کرنا بہت مشکل ہے تاہم انہیں پنجاب سیفٹی ایکٹ کی دفعہ ۳ کے تحت نظر بند کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر لیاقت علی خاں نے بتایا کہ انہوں نے احکامات جاری کئے ہیں کہ پاکستان کی تمام اسپیشل ٹرینوں کی ہر طرح حفاظت کی جائے۔ ایک اطلاع ملی تھی کہ ایک اسٹیشن پر بڑا ہجوم اکٹھا ہے اور خطرہ تھا کہ ایک مخصوص ٹرین پر حملہ کیا جائے گا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ یہ ٹرین معمول کے مطابق چلے لیکن ساتھ ہی حفاظتی دستے میں اضافہ کر دیا جائے اور اس واقعے کی اطلاع آئی جی پولیس[۶] کو پہنچا دی جائے۔ ان کا خیال تھا کہ جب باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کا اعلان ہو گا تو سکھ بہر حال مخالفت کریں گے۔

کیپٹن سیوج نے کہا کہ ان کے خیال میں سکھ رہنماؤں کا کنٹرول اپنے لوگوں پر سے ختم ہو چکا ہے۔ تاہم گیانی کرتار سنگھ کو اُمید ہے کہ کوئی سنگین ہنگامہ نہیں ہو گا۔ اس معاملے پر مزید غور و فکر کے بعد وائسرائے نے فیصلہ کیا کہ وہ گورنر پنجاب کو یہ مشورہ دیں گے کہ باؤنڈری کمیشن کے ایوارڈ کے اعلان کے ساتھ ہی ماسٹر تارا سنگھ اور تحریک کے دوسرے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا جائے۔

انہوں نے سر جارج ایبل سے کہا کہ وہ اس بنیاد پر سر ایون جنکنز کے نام ایک خط تیار کریں۔[۷]

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۳

۲۔ اس ادارے کی سربراہی ڈبلیو این ڈی جنکن کر رہے تھے۔

۳۔ ایس این چوپڑہ ملایا میں اسکول ماسٹر تھا۔ اس نے پینانگ میں جاسوسوں کو وائرلیس کی تربیت دی تھی اور ۱۹۴۳ء میں ایک مختصر گروہ کے ساتھ جاپانی آبدوز کے ذریعے ہندوستان کے ساحل پر اُترا تھا۔

۴۔ حالیہ فیصل آباد

۵۔ ''جناح آف پاکستان'' (Jinnah of Pakistan) مصنفہ اسٹینلی والپرٹ۔ دہلی میں مسلم عملہ بھی قائداعظم کی جان کیلئے فکر مند تھا۔

۶۔ جان تھورن میسی بینٹ (Jhon Thorn Masey Bennet)

۷۔ ایبل نے جنکنز کو مشورہ دیا کہ وہ اس معاملے میں مشرقی پنجاب کے گورنر ترویدی اور مشرقی اور مغربی پنجاب کے وزرائے اعلیٰ سے بھی تبادلۂ خیال کریں۔

۴۵

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ارل آف لسٹو ویل[1]

انتہائی خفیہ

۸ اگست ۱۹۴۷ء

(پہلا پیرا حذف کر دیا گیا)

۲۔ ۴ اگست کو میری خان قلات، ان کے وزیر اور مشیروں سے تسلی بخش ملاقات ہوئی جس کے اختتام کے قریب مَیں نے جناح اور لیاقت کو بھی بلالیا جو اس وقت پارٹیشن کونسل کی میٹنگ کیلیے آئے ہوئے تھے۔ مَیں نے سب کو اس بات پر راضی کرلیا کہ پاکستان اور قلات کے درمیان جو مذاکرات ہو رہے ہیں ان کی پیش رفت پر ایک اخباری اعلامیہ جاری کیا جائے۔ تاحال جناح اور خان کے مابین اس اعلامئے کی زبان زیر بحث ہے۔

۳۔ اس میٹنگ کے فوراً بعد جناح نے مجھ سے کہا کہ اگر خان قلات کو ''دوسری جانب'' سے پاکستان کے لئے مشکلات پیدا کرنے کی شہ نہ ملی ہوتی تو وہ اتنی ضد نہ کرتے۔ جناح کے الزام میں چاہے کتنی ہی سچائی ہو میرے خیال میں وہ خود بھی اس بارے میں قصوروار ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کے ساتھ جغرافیائی طور پر ملحقہ ریاستوں یعنی حیدرآباد، بھوپال اور رامپور پر، جن کے حکمران مسلمان ہیں، نامناسب دباؤ ڈالا تھا۔

(پیرے ۴ تا ۷ حذف کر دیے گئے)

۸۔ ہز ہائنس[2] نے دھمکی دی ہے کہ وہ اپنی تیئیس سالہ بیٹی[3] کے حق میں دستبردار ہو جائیں گے لیکن مَیں نے ان سے کہا کہ یہ ایک بزدلانہ فعل ہوگا اور بیٹی کے حق میں بھی زیادتی ہوگی اور یہ کہ انہیں کم از کم ایک سال اور اپنے منصب پر برقرار رہنا چاہیے۔ نواب صاحب پاکستان میں ملازمت کا سوچ رہے ہیں۔ شاید گورنر[4] اور بالآخر جناح کے جانشین کی حیثیت سے گورنر جنرل بننے کیلیے۔ جیسے بھی ممکن ہو سکا مَیں انہیں دستبردار ہونے نہیں دوں گا کیونکہ اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ مَیں ان پر بیجا دباؤ ڈال رہا ہوں جو صحیح نہیں ہے اور اس کی شہادت وہ خود دے سکتے ہیں۔

(پیرے ۹ تا ۱۵ حذف کر دیے گئے)

۱۶۔ مانٹکن اپنے ساتھ چھتاری (وزیراعظم) کو لئے واپس آئے اور انہوں نے بتایا کہ نظام خود تو ضابطۂ الحاق (Instrument of Accession) کی سی شرائط پر ایک معاہدہ کرنے کیلئے آمادہ ہوتے نظر آتے ہیں لیکن جناح کی شہ پر اتحاد المسلمین اپنا رویہ سخت کرتی جا رہی ہے اور نظام پر ہر قسم کا دباؤ ڈال رہی ہے کہ وہ یہ معاہدہ نہ کریں۔ مَیں نے ان دونوں حضرات سے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ مملکتِ ہندوستان کسی اور معاہدے کو نہیں مانے گی اور الحاق پر زور دے گی۔ مانٹکن کا خیال تھا کہ اگر نظام ایک مرتبہ معاہدے پر اتفاق کرلیں تو انہیں الحاق کے لئے دوسرا قدم اٹھانے پر راضی کیا جاسکتا ہے۔ جس نکتے پر انہوں نے زور دیا وہ یہ تھا کہ ۱۵ اگست تک کا عرصہ نہ صرف نظام کا ذہن اس سمت لانے کے لئے بلکہ ضروری پروپیگنڈا مہم کی تیاری اور مسلم تنظیموں کی ہنگامہ آرائی سے نمٹنے کیلئے بہت کم ہے۔

۱۷۔ اگر چہ مسلمان کل آبادی کا ۱۵ فیصد حصہ ہیں لیکن تقریباً پوری انتظامیہ، فوج اور پولیس مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اگر نظام کوشش کر کے پاکستان میں شامل ہو جائیں اور ۸۵ فیصد ہندوان کے خلاف کھڑے ہو جائیں تو انہیں بغاوت کے کچلنے میں مشکل پیش نہیں آئے گی لیکن اگر وہ ضروری (حفاظتی) اقدامات کیے بغیر ہندوستان سے الحاق کرلیں تو ان کے پاس مسلمانوں کی بغاوت دبانے کیلئے کوئی وسائل نہیں ہوں گے۔

(پیرے ۱۸ تا ۲۴ حذف کر دیے گئے)

۲۵۔ مشرقی بنگال کیلئے گورنر تلاش کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے کیونکہ کلیرن اور رولینڈز (Rowlands) دونوں نے جناح کی دعوت قبول نہیں کی لیکن سنٹرل پراونسز (Central Provinces) کے گورنر بورن (Bourne) خدمتِ عامہ کے جذبے کے تحت میری ذاتی اپیل پر اور جناح کی دلجوئی کیلئے ۱۵ اگست کو مشرقی بنگال کا عہدہ عارضی طور پر سنبھالنے کیلئے تیار ہو گئے ہیں۔

(پیرے ۲۶ تا ۲۸ حذف کر دیے گئے)

۲۹۔ وزیر ہند کو مَیں پہلے ہی مطلع کر چکا ہوں کہ ہندوستانی رہنما اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ سال کے کچھ مخصوص دنوں میں سرکاری عمارتوں پر مملکت کے پرچم کے ساتھ یونین جیک بھی لہرایا جائے

گا۔ پارٹیشن کونسل میں بحث کے لئے یہ فہرست پیش ہوئی تو اس میں انزاک (Anzac) کا دن بھی شامل تھا اور جس پر میری یا میرے عملے کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس دن کو فہرست سے نکالنا پڑا کیونکہ یہ ترکوں پر فتح کی نشاندہی کرتا ہے اور پاکستان کسی حال میں ایک مسلم ملک کو شرمندہ نہیں کرنا چاہے گا۔ شروع میں مَیں نے ۲۴ مئی کو ''امپائر ڈے'' کا نام دیا تھا لیکن تمام رہنماؤں کی متفقہ رائے تھی کہ ہندوستان کے تناظر میں یہ نام غلط ہے اور اگر اس کو ''یومِ دولتِ مشترکہ'' میں تبدیل کر دیا جائے تو انہیں منظور ہے۔ مَیں نے تو ۱۵ اگست کو بھی جو ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کا دن ہے منتخب کیا تھا لیکن نہرو نے لکھا کہ یونین جیک لہرانے کیلئے یہ دن انتہائی نامناسب ہے۔ لیاقت کی تجویز تھی کہ اس دن پاکستان اور ہندوستان اپنے اپنے علاقے میں اپنے پرچم کے ساتھ ایک دوسرے کے پرچم بھی لہرائیں۔ کانگریس نے اس کا فوری جواب نہیں دیا لیکن وعدہ کیا کہ ۱۹۴۸ء کے موسم گرما میں اس پر غور کیا جائے گا۔

۳۱۔ پارٹیشن کونسل کے منگل اور بدھ کے اجلاسوں میں ہم نے اس حکم کے مسوّدے پر غور کیا جس کا تعلق گورنر جنرل اِن کونسل کے حقوق، املاک اور ذمّہ داریوں کی دونوں ملکوں کے درمیان تقسیم سے تھا۔ حقوق، املاک اور ذمّہ داریوں کی حتمی تقسیم یا تو دونوں مملکتوں کے درمیان پارٹیشن کونسل میں طے شدہ سمجھوتے کے مطابق یا پھر ثالثی ٹربیونل کے ایوارڈ کے ذریعے ہوگی۔ چونکہ حتمی تقسیم میں کافی دیر لگے گی لہٰذا ۱۵ اگست کو افراتفری سے بچنے کے لئے کوئی عبوری بندوبست ہونا چاہیے۔ جناح اور لیاقت کے کراچی روانہ ہونے سے پہلے ہی اس عبوری بندوبست کے بارے میں تعطّل پیدا ہو گیا ہے۔

۳۲۔ وزیر ہند کو مذکورہ بالا حکم کا مسوّدہ تار کے ذریعے بھیجا جا رہا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عبوری منصوبہ پیش کیا گیا ہے:

الف) غیر منقولہ املاک، مال واسباب، ساز و سامان اور اسٹور جس مملکت میں موجود ہیں اسی کے حصے میں آئیں گے۔

ب) بینک میں جمع شدہ رقوم اور تمسّکات مشترکہ ملکیت ہوں گے۔

ج) جو ٹھیکے صرف پاکستان سے متعلق ہیں وہ پاکستان کو اور باقی ٹھیکے ہندوستان کو ملیں گے۔

د) قومی قرضے ہندوستان کی ذمہ داری ہوں گے۔

ہ) ٹھیکوں کی خلاف ورزی کے سوا قابلِ گرفت کاموں پر کارروائی جائے وقوعہ پر ہوگی۔

۳۳۔ حکم میں یہ اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ زیر سماعت کارروائیوں میں متعلقہ مملکت کو فریق بنایا جائے۔ اس میں تقسیم شدہ صوبوں کے لئے بھی مناسب شرائط رکھی گئی ہیں۔ حکم میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ یہ کسی صورت میں حتمی تقسیم پر اثر انداز نہیں ہوگا۔

۳۴۔ کسی فریق کو اس پر اعتراض نہیں تھا کہ ایک باقاعدہ حکم جاری ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر سرکاری قرضوں کی ذمہ داری مشکوک ہو جائے گی، ادائیگیوں پر تباہ کن اثر پڑے گا، حکومت کے موجودہ ٹھیکے ختم ہو جائیں گے اور سرکاری املاک کا ذمہ دار کوئی نہیں رہے گا۔

۳۵۔ مجھے یقین ہے کہ اگر اسٹیرنگ کمیٹی یہ مسئلہ وقت پر اٹھاتی تو میں فریقین سے حکم کی شرائط منظور کرا لیتا۔ بہر حال ہندوستان نے مجوزہ مسوّدے کی شرائط منظور کر لی ہیں لیکن ۱۵ اگست سے پہلے پارٹیشن کونسل کے دو اجلاسوں میں پاکستان کی منظوری نہیں لی جا سکتی۔ انہیں دو اعتراضات ہیں:

الف) ان کا خیال ہے کہ غیر منقولہ اور ذاتی نوعیت کے اثاثوں پر عارضی ملکیت دونوں ممالک کی مشترکہ ہونی چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح اثاثوں کی دیکھ بھال میں بے حد انتظامی مشکلات پیش آئیں گی اور اس سے پاکستان کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

ب) ان کا زیادہ شدید اعتراض اس پر ہے کہ تمام قومی قرضوں کا ذمہ دار صرف ہندوستان کو کیوں بنایا گیا ہے۔ اس انتظام کے تحت پاکستان ان قرضوں میں اپنے حصّے کیلئے ہندوستان کا قرض دار بن جائے گا۔[۵] پاکستانی مشیروں کا خیال تھا کہ اس کی وجہ سے اگر اثاثوں کی قطعی تقسیم پر کوئی تنازعہ ہوا تو پاکستان کا موقف اور خاص طور پر برطانوی ہند کی نقد رقوم کے لئے پاکستان کا مطالبہ کمزور پڑ جائے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تجویز پاکستان کی ساکھ پر شک کرنے کے مترادف ہے۔

۳۶۔ میرے خیال میں سمجھداری اور سہولت دونوں کا تقاضہ ہے کہ قومی قرضوں کی ذمہ داری صرف

ہندوستان ہی سنبھالے۔

۳۷۔میری تجویز ہے کہ جب وزیر ہند کو اس حکم کا مسوّدہ موصول ہو جائے جو میں بذریعہ تار بھجوا رہا ہوں وہ یہ ہدایت جاری فرما دیں کہ اس مسوّدے کے مطابق اس حکم کا اجراء میری صوابدید پر ہو گا۔ بہر حال مَیں جناح کو مطمئن کرنے کیلئے کوشاں ہوں کہ یہی طریقہ درست ہے۔امید ہے کہ مَیں جب کراچی جاؤں گا تو اس کے متعلق جناح کو، بشرطیکہ اُن کے حسبِ ذیل دو مطالبات مان لئے جائیں، قائل کرلوں گا۔ پہلا یہ کہ قومی قرضے کے سلسلے میں پاکستان کے حصے کی رقم کی ہندوستان کو ادائیگی معقول شرائط پر ہو۔ دوسرا یہ کہ ہندوستان اس پر راضی ہو کہ موجودہ نقدی میں سے پاکستان کو معقول حصہ ادا کیا جائے تا کہ وہ اپنی ابتدائی مالی مشکلات پر قابو پا سکے۔اس وقت ہندوستان بیس کروڑ روپے دینے پر راضی ہوا ہے اور اگر اس رقم میں اضافہ نہ کیا گیا تو پھر یہ معاملہ ثالثی ٹربیونل کے پاس چلا جائے گا۔مَیں اس سلسلے میں سردار پٹیل سے رابطہ قائم کر رہا ہوں تا کہ اس رقم میں اتنا اضافہ کر دیا جائے جو پاکستان کے لئے بھی قابلِ قبول ہو۔

۳۸۔اگرچہ مجھے یقین ہے کہ یہ منصوبہ سب سے بہتر ہے لیکن مجھے یہ خوف بھی ہے کہ کہیں یہ نہ کہا جائے کہ ہندوستان کے نامزد گورنر جنرل ہونے کی وجہ سے مَیں ہندوستان کی طرفداری کر رہا ہوں۔لہٰذا میرے لئے یہ بات خاص اہمیت رکھتی ہے کہ مَیں یہ کہہ سکوں کہ یہ حکم وزیر ہند کی منظوری سے جاری کیا جا رہا ہے جو غیر جانبدار بھی ہیں اور ادارے کے سربراہ بھی ہیں۔

(پیرے ۳۹ تا ۴۲ حذف کر دیے گئے)

۴۳۔صوبۂ سرحد کے دفاع کے بارے میں مَیں نے فرینک میسروی سے گفتگو کی جو پاکستان آرمی کے کمانڈران چیف بننے والے ہیں۔۱۵ اگست کے فوراًبعد پاکستان میں ممکنہ فوجی صورتِ حال پر انہوں نے مجھے ایک پریشان کن دستاویز بھیجی ہے۔ان کے مطابق موجودہ ۶۷ پلٹنوں میں سے (جن میں ۵ برطانوی ہیں) صرف ۳۵ پلٹنیں دستیاب ہوں گی اور سکھ اور ہندو کمپنیوں کے اخراج اور ان کی جگہ مسلم کمپنیوں کے نہ ملنے سے ان کی تعداد بھی تقریباً نصف رہ جائے گی۔فوری خطرے سے بچنے کیلئے میسروی نے حسبِ ذیل اقدامات تجویز کیے ہیں:

الف) حکومتِ پاکستان اپنے ایک اعلان میں قبائل سے اپیل کرے کہ وہ نئے سمجھوتے ہونے تک

پُرامن رہیں اور انہیں یقین دلایا جائے کہ ان کی مالی امداد میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔[۶]

ب) حکومتِ پاکستان افغانستان پر یہ واضح کردے کہ اب آئندہ سرحدوں میں کسی قسم کے ردّ و بدل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ج) سرحدوں پر سول مسلّح دستوں کی تعداد میں اضافہ کر دیا جائے۔

د) تقریباً دس ہزار فارغ شدہ پنجابی مسلمان اور پٹھان فوجی جلد از جلد باقاعدہ فوج میں بھرتی کر لئے جائیں۔

چونکہ مَیں اس وقت بھی سرحد کی صورتحال کا ذمہ دار ہوں لہٰذا مَیں نے مناسب سمجھا کہ جناح کو بھی ان حقائق سے آگاہ کر دوں۔ میسروی کی دستاویز کی ایک تلخیص انہیں بھیج رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اقتدار کی منتقلی کے فوراً بعد سرحد پر شدید خطرے کا امکان موجود ہے۔

(پیرے ۴۴ تا ۵۲ حذف کر دیے گئے)

۵۳۔ اپنی پچھلی رپورٹ کے پیرے ۱۹ تا ۲۳ میں مَیں نے صوبہٴ سرحد کے مسئلے کا ذکر کیا تھا۔ میرے جہاز میں پاکستان روانہ ہونے سے پہلے جناح اور لیاقت نے مجھ سے پوچھا کہ مَیں صوبہٴ سرحد کی وزارت کے بارے میں کیا کر رہا ہوں؟ کیونکہ موجودہ صورتِ حال سے انہیں بہت تشویش ہے۔ مَیں نے جواب دیا کہ تصفیے کے لئے مَیں نے یہ معاملہ لندن بھیج دیا ہے کیونکہ مَیں کوئی غیر آئینی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ تب لیاقت نے مجھے بتایا کہ ان کے پاس ثبوت موجود ہے کہ اگر خان صاحب اقتدار میں رہے تو وہ ۱۵ اگست کی صبح ''آزاد پٹھانستان'' کا اعلان کر دیں گے۔[۷] لیکن اس امکان سے متعلق مجھے دوسرے ذرائع سے کوئی تائیدی ثبوت حاصل نہیں ہوا۔ مَیں نے انہیں بتا دیا کہ مَیں لوک ہارٹ سے کہوں گا کہ وہ وزارت کو ۱۱ تاریخ کو مستعفی ہونے کیلئے کہیں اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے ۱۲ تاریخ کو معزول کر دیں۔

نئے گورنر کننگھم (جو ۱۹۴۵ء تک گورنر رہ چکے ہیں) ۱۱ تاریخ کو کراچی میں جناح سے ملیں گے اور ۱۲ تاریخ کو دہلی میں مجھ سے ملاقات کریں گے اور اسی شام پشاور پہنچ جائیں گے۔ ۱۳ تاریخ کی صبح وہ حلف اٹھائیں گے اور شاید ان کا پہلا عمل یہ ہوگا کہ ۱۵ اگست کو اقتدار کی متوقع منتقلی کی بناء

پر اور جناح کی ہدایت کے مطابق ایک نئی وزارت تشکیل دے دیں ۔ یہ تجویز وزیر ہند کی منظوری کیلئے بذریعہ تار بھیج دی گئی ہے[۸] لیکن جناح کو اتنی تاخیر بھی پسند نہیں آئی ۔ بالآخر اپنے کندھے جھٹکتے ہوئے انہوں نے کہا ''مَیں اس معاملے میں آپ کا دست نگر ہوں''

(پیرے ۵۴ تا ۵۷ حذف کر دیے گئے)

۵۸۔ اس رپورٹ کے لکھوانے کے بعد مجھے جودھپور کے وزیر اعظم (کدمبی) ونکٹا چار (جو یو پی کے ایک آئی سی ایس افسر ہیں) کا ایک خط موصول ہوا جس میں انہوں نے بتایا کہ والیانِ ریاست کے ظہرانے میں جودھپور کے نوجوان مہاراجہ نے جونہی مجھے یقین دلایا کہ وہ ہندوستان میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں، فوراً بعد ہی دھولپور گروپ نے انہیں ترغیب دی کہ وہ ہندوستان سے الحاق نہ کریں۔ نواب بھوپال اور ظفر اللہ کی موجودگی میں جودھپور کے مہاراجہ کو جناح سے ملانے کیلئے لایا گیا۔ جناح نے پیشکش کی کہ جودھپور کراچی کو آزاد بندرگاہ کے طور پر استعمال کر سکتا ہے، اسلحہ بلا محصول درآمد کر سکتا ہے، جودھپور ۔ حیدر آباد (سندھ) ریلوے کو آزادانہ استعمال کر سکتا ہے اور اس کے جن اضلاع میں قحط کا خطرہ ہے وہاں غلّہ بھیجا جا سکتا ہے بشرطیکہ جودھپور ۱۵ اگست کو اپنی آزادی کا اعلان کر دے اور پھر پاکستان میں شامل ہو جائے۔

۵۹۔ ۵ اگست کو (جودھپور) خاندان کے سربراہوں کی ایک کونسل ہوئی اور اکثریت نے پاکستان میں شمولیت کی مخالفت کی۔ مہاراجہ کا اب بھی یہی خیال ہے کہ جناح کی پیش کش سب سے بہتر ہے اور انہوں نے نواب بھوپال کو تار کے ذریعے اطلاع دی کہ جہاں تک ان کا تعلق ہے معاملہ ٹھیک ٹھاک ہے اور یہ کہ وہ نواب بھوپال سے دہلی میں ۱۱ تاریخ کو ملیں گے۔ ۷ اگست کو وہ بڑودہ روانہ ہو گئے تاکہ گائیکواڑ کو الحاق پر دستخط نہ کرنے پر قائل کر سکیں ۔ اس اثناء میں نواب بھوپال کوشش کر رہے ہیں کہ جے پور، کچھ اور اودے پور الحاق پر دستخط نہ کریں ۔ آج صبح مَیں کچھ کے مہاراج کمار سے ملا اور میری یقین دہانیوں کے بعد انہوں نے الحاق پر اپنے والد کی طرف سے دستخط کرنے پر رضامندی ظاہر کی جو (راجہ) ۲۵ جولائی کو، جس دن والیانِ ریاست سے میری

ملاقات ہوئی تھی، عجیب بے فکری کے انداز میں انگلستان روانہ ہو گئے۔ کس قدر غیر ذمہ دار ہوتے ہیں بعض والیانِ ریاست۔

۶۰۔ مَیں نے مہاراجہ جودھپور کو تار بھیجا ہے کہ مَیں فوراً ان سے ملنا چاہتا ہوں لیکن مجھے پریشانی اس بات کی ہے کہ نواب بھوپال میرے سامنے تو دوست بنتے ہیں لیکن پیٹھ پیچھے میرے منصوبے کی بیخ کنی کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ جب وہ دہلی آئیں گے تو مَیں ان سے سمجھوں گا۔

ماؤنٹ بیٹن آف برما

نیم شب اسٹاپ پریس

ابھی ابھی جناح نے ٹیلیفون پر پیرا ۱۳ تا ۳۸ میں دی گئی میری تجاویز کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ لہٰذا میرے آئینی مسوّدہ نویس کک اور پاکستان کے کیبنٹ سیکرٹری محمد علی کل بذریعہ ہوائی جہاز کراچی جا رہے ہیں[۹] تا کہ جناح کو قائل کر سکیں کہ اگر وہ راضی نہ ہوئے تو ایک معاشی جنگ شروع ہو جائے گی جو پاکستان کیلئے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر ۲
۲۔ نواب بھوپال حمید اللہ خاں
۳۔ شہزادی عابدہ سلطان
۴۔ اس وقت تک جناح پاکستان کے صوبوں کے لئے گورنروں کے نام بھیج چکے تھے۔
جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۲۳۷
۵۔ ضمیمہ
۶۔ دستاویز نمبر ۶.۴
۷، ۸۔ دستاویز نمبر ۳.۱۸
۹۔ ۹ اگست ۱۹۴۷ء

۵۔۴ کا ضمیمہ

چارلس تھامسن (Charles Thompson) بنام جارج مارشل

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

(اقتباس)

امریکی قونصل خانہ۔ کلکتہ

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

دونوں مملکتوں کے درمیان اثاثوں کی تقسیم

یونائیٹڈ کمرشل بنک کے منیجنگ ڈائریکٹر مسٹر بی ٹی ٹھاکر بڑے قابل ہندوستانی تاجر ہیں اور مالی معاملات میں قونصل جنرل کے بہترین روابط میں سے ہیں۔

آج نائب قونصل نکل (Nicholl) سے باتیں کرتے ہوئے مسٹر ٹھاکر نے کہا کہ وہ ابھی دہلی سے واپس آئے ہیں جہاں وہ دو ہفتے حکومتِ ہندوستان کو اثاثوں کی تقسیم پر مشورہ دینے میں مشغول رہے۔ مسٹر ٹھاکر نے کہا کہ ان کیلئے یہ کام بہت مشکل ثابت ہوا کیونکہ نوکرشاہی اس وقت تاجروں کا مشورہ قبول کرنے کو تیار نہیں۔ حتمی فیصلے ثالثی ٹربیونل کرے گا جس کے صدر ہندوستان کے ریٹائر ہونے والے چیف جسٹس سر پیٹرک اسپنس ہیں۔

مسٹر ٹھاکر کی رائے میں پاکستان کی مالی حالت ابتداء میں انتہائی نازک ہوگی۔ پاکستان ابھی سے قرضدار ہے۔ مسٹر ٹھاکر کے مطابق پاکستان اس وقت ہندوستان کا تقریباً دو ارب روپے کا مقروض ہے اور سرمایہ کاری اور فوری اخراجات، جنہیں اسے پورا کرنا ہے، کے مقابلے میں اس کے مالی وسائل ناکافی ہیں۔ مسٹر ٹھاکر نے بتایا کہ پاکستان نے ہندوستان سے قرضے کی درخواست کی تھی لیکن حکومتِ ہندوستان اس پر راضی نہیں ہوئی۔

اپنے بینک کے متعلق مسٹر ٹھاکر نے کہا کہ وہ پاکستان میں کچھ شاخیں کھلی رہنے دیں گے لیکن جن علاقوں میں پولیس کی حفاظت ناکافی ہے وہاں کی شاخیں بند کردی جائیں گیں۔

چارلس تھامسن

۵
ریاستوں کا الحاق

۵.۱
حیدر آباد دکن

۵.۱.۱
علی یاور جنگ کا نوٹ[۱]

کیمپ نئی دہلی

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

۱۱ جولائی کی وائسرائے ہاؤس کی میٹنگ کے دوران ہز ایکسی لینسی وائسرائے نے وعدہ کیا تھا کہ وہ حیدر آباد سے مذاکرات کیلئے ایک علیحدہ دن مقرر کریں گے۔ قدرتی طور پر ہم نے اس کا مطلب یہ نکالا کہ وائسرائے کو الحاق کے بارے میں اپنا جواب دینے کے ساتھ ہی اسی دن علی حالہ سمجھوتوں پر بھی مذاکرات ہوں گے۔ ۲۳ جولائی کو ہمیں پتہ چلا کہ ۲۴ تاریخ کو ان مذاکرات کیلئے کوئی التزام نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس دوران ہم نے وائسرائے اور مینن پر واضح کر دیا تھا کہ الحاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہٰذا انہوں نے اپنی سہولت کیلئے یہ فیصلہ کیا کہ اب چونکہ گفتگو صرف علی حالہ سمجھوتوں پر ہونی ہے تو حیدر آباد کا معاملہ بھی دوسری ریاستوں کے ساتھ ہی طے کیا جائے۔ چونکہ ۲۴ تاریخ کی صبح تک ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی تھی اس لئے وزیرِ اعظم (نواب احمد سعید خاں چھتاری) نے وائسرائے کو ایک خط لکھا جس کی نقل منسلک ہے۔ اس کا فوری ردِّ عمل یہ ہوا کہ سر جارج ایبل نے فون پر اطلاع دی کہ وزیرِ اعظم کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی جا رہی ہے اور انہیں متعلقہ

کاغذات جلد پہنچ جائیں گے۔ وزیر اعظم نے فون پر کہا کہ ایک علیحدہ گفتگو بھی ضروری ہے جس کا وعدہ پہلے کیا گیا تھا۔ سر جارج ایبل نے کہا کہ وہ اس بارے میں وائسرائے کو مطلع کر دیں گے۔ اسی سہ پہر جب ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ ہمیں کیا مؤقف اختیار کرنا چاہیے اور یہ فیصلہ بھی کر لیا گیا تھا کہ ہم علیحدگی میں گفتگو پر زور دیں گے بہاولپور کے وزیر اعلیٰ نواب مشتاق احمد گورمانی بھی اشوکا ہاؤس آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ اخباروں کے ذریعے اور سینہ بہ سینہ کانگریس ان ریاستوں کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہی ہے جو علیحدہ رہنا چاہتی ہیں اور یہ کہ حیدرآباد کے متعلق تو ہر قسم کی افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں تاکہ یہ تاثر ملے کہ حیدرآباد بالآخر الحاق کر لے گا اور اس طرح دوسری ریاستوں کو بھی بد دل کر دیا جائے (میں نے خود کل رات اور آج صبح اپنے وزیر اعظم کو یہی بات بتائی تھی جس کا علم مجھے دہلی پہنچنے کے فوراً بعد اپنے ملاقاتیوں سے ہوا تھا)۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم نے کانفرنس میں شرکت نہ کی اور وہاں عام ڈگر سے ہٹ کر سوال نہ اٹھائے تو اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے نقطۂ نظر کو نمایاں تقویت حاصل ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مذاکرات سے علیحدگی اختیار کرنے سے حیدرآباد کی حیثیت خطرے میں پڑ جائے گی اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جو ریاستیں حیدرآباد کی رہنمائی پر بھروسہ کئے بیٹھی ہیں انہیں سخت دھچکا لگے گا۔

غور و فکر کے بعد وفد نے یہ فیصلہ کیا کہ مسٹر ریڈی، مسٹر رحیم اور مجھے اس کانفرنس میں حیدرآباد کے نمائندوں کی حیثیت سے بھیجا جائے۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ کانفرنس کے دوران ایک بیان میں حیدرآباد کا مؤقف واضح کر دیا جائے اور جو ریاستیں دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونا چاہتی ہیں ان سے علیحدہ رہ کر ہندوستان سے مذاکرات کا مطالبہ کیا جائے۔ لہٰذا میں، مسٹر ریڈی اور مسٹر رحیم کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس میں بہاولپور کے وزیر اعظم اور جوناگڑھ کے آئینی مشیر بھی گئے جن کا مؤقف بھی بعینہٖ ہمارے جیسا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ وائسرائے کی تقریر کے بعد کسی اور کو تقریر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی البتہ صرف سوالات کئے جا سکیں گے جن کا جواب خود وائسرائے دیں گے۔ لہٰذا میں نے نواب مشتاق احمد کو مشورہ دیا کہ ہم سوالات اس طرز پر بنائیں کہ ان سے ہمارے مؤقف کی بھی وضاحت ہو جائے اور وہ ریاستیں بھی گومگو میں

پڑ جائیں جن کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کی جیب میں ہیں۔ وائسرائے کی تقریر کے بعد میں نے وقتاً فوقتاً حسبِ ذیل سوالات کیے۔

ا۔ ایک علیٰ حالہٖ فارمولے کا مسوّدہ ہمیں بھیجا گیا تھا جسے ہم نے مذاکرات کی بنیاد کے لئے منظور کر لیا تھا۔ اب آخری لمحے میں ایک نظر ثانی شدہ مسوّدہ، جو درحقیقت کانگریس کا تجویز کردہ ہے، تقسیم کیا گیا ہے۔ جب پوچھا گیا کہ ان دو میں سے کس مسوّدے پر اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ مذاکرات کرنا چاہتا ہے تو وائسرائے نے جواب دیا کہ جس فارمولے کو پسند کیا گیا اور جس کی منظوری دی گئی ہے اُسے خود بطور شاہی نمائندے کے انہوں نے تجویز کیا ہے (مطلب یہ کہ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نظر ثانی شدہ فارمولے کا محرّک ہے)۔ اس سوال کا مقصد یہ بتانا تھا کہ ہماری ترجیح پہلا فارمولا ہے اور یہ کہلوانا تھا کہ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے ایک کم پسندیدہ فارمولا پیش کیا ہے۔

۲۔ وائسرائے نے جو مذاکراتی کمیٹی تشکیل دی ہے اس میں وہ ریاستیں بھی شامل ہیں جو دستور ساز اسمبلی میں شمولیت منظور کر چکی ہیں اور وہ ریاستیں بھی جنہوں نے شمولیت منظور نہیں کی ہے۔ ہمارے خیال میں شامل ہونے والی ریاستوں اور شامل نہ ہونے والی ریاستوں کے اندازِ فکر قدرتی طور پر مختلف ہوں گے۔ لہٰذا ان دونوں کو یہ اجازت ملنی چاہیے کہ اکٹھے ہو کر مذاکرات کرنے کے بجائے وہ علیحدہ علیحدہ مذاکرات کریں۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ ضروری ہے۔ مَیں نے کہا کہ حیدر آباد نے واضح کر دیا ہے کہ وہ دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہوگا لہٰذا وہ انہی ریاستوں کے ساتھ مل کر مذاکرات کرے گا جو اسمبلی میں شامل نہیں ہوئی ہیں۔ وائسرائے نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مشکل درپیش نہیں ہے اور یہ کہ اس معاملے میں ہز ہائی نیس چانسلر[۲] بآسانی مناسب ردّ و بدل کر سکتے ہیں۔ (اس سوال کا مقصد اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرنا تھا اور دستور ساز اسمبلی کے متعلق اپنے موقف کو صاف الفاظ میں بیان کرنا تھا۔ یہ سوال اس طرح وضع کیا گیا تھا کہ ہمارا یہ نقطۂ نظر واضح ہو جائے کہ ہم ان ریاستوں کے ساتھ مل کر مذاکرات نہیں کریں گے جن کی دستور ساز اسمبلی میں نمائندگی ہے)۔

۳۔ مَیں نے کہا کہ اگر یہ مذاکرات صرف ان ریاستوں کے ساتھ ہی مل کر کیے جائیں جو دستور

سازاسمبلی میں شامل نہیں ہوئیں پھر بھی یہ مذاکرات چاہے حیدرآباد سے ہوں یا کسی اور ریاست سے بالآخر وہ اس ریاست کے مخصوص مسائل مثلاً اس کی وسعت، آبادی، وسائل اور دیگر وجوہات کی بناء پر علیحدہ اور انفرادی شکل اختیار کرلیں گے۔ کیا اس کی توقع کی جاسکتی ہے کہ انفرادی مسائل پراس طرح کے علیحدہ اور انفرادی مذاکرات ہوسکیں گے؟ وائسرائے نے جواب دیا کہ اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے اور ضرورت پڑنے پر یہ مذاکرات انفرادی طور پر بھی ہوسکتے ہیں (اس سوال کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں توقع ہے کہ حیدرآباد سے علیحدگی میں انفرادی طور پر ان مسائل پر گفتگو کی جائے گی جن کا تعلق خاص حیدرآباد سے ہے مثلاً ڈاک، کرنسی وغیرہ)۔

۴۔ مَیں نے کہا کہ جو مذاکراتی کمیٹی وائسرائے نے تجویز کی ہے اس میں بھوپال اور ٹراونکور بھی شامل ہیں جنہوں نے الحاق نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور یہ کہ ہزایکسی لینسی کو الحاق سے متعلق حیدرآباد کے رویّے کا بھی علم ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ الحاق کے بارے میں گفتگو کرنے سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہم خصوصی طور پر علیٰ حالہٖ سمجھوتوں پر گفت وشنید کرنا چاہتے ہیں۔ پھر مذاکراتی کمیٹی میں حیدرآباد اور اس جیسی ریاستوں کو کیوں رکھا گیا ہے جب کہ اس کمیٹی کے ایجنڈے میں الحاق پر بات چیت کو اوّلیت حاصل ہے؟ وائسرائے نے کہا کہ مذاکراتی کمیٹی کے کسی رکن کو کوئی مجبور نہیں کرسکتا کہ وہ اس موضوع پر ضرور گفتگو کرے جس پر وہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا اور یہ فیصلہ اس متعلقہ رکن کا اپنا ہوگا کہ وہ اس پر بات کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔ (یہ سوال اس لئے کیا گیا تھا تاکہ الحاق کے تعلق سے ہمارے نقطۂ نظر کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کا احتمال باقی نہ رہے۔ اس بات پر بہت سے لوگ حیران ہوئے کیونکہ یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا کہ حیدرآباد نے شمولیت کا فیصلہ کرلیا ہے۔ بعد میں مہاراجہ ڈونگر پور نے آکر مجھ سے پوچھا کہ مَیں نے جو کچھ کہا ہے کیا اس کا اختیار بھی مجھے دیا گیا تھا اور میرے اثبات پر انہوں نے کہا کہ ان باتوں سے ان کا حوصلہ بڑھا ہے اور وہ حیدرآباد کی کامیابی کے لئے دعاگو ہیں)۔ بعدازاں مَیں مسٹر ریڈی اور مسٹر رحیم کے ساتھ بیکانیر ہاؤس گیا جہاں والیانِ ریاست اور ریاستوں کے نمائندوں کی میٹنگ ہورہی تھی۔ یہ قدم وزیراعظم کی اجازت سے اٹھایا گیا اور یہ تھا بھی ضروری چونکہ مَیں چانسلر کو اپنے

اس فیصلے سے آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ ہم الحاق پر کوئی گفتگو نہیں کریں گے اور نہ ہی مذاکرات میں ان ریاستوں کے ساتھ حصہ لیں گے جنہوں نے دستور ساز اسمبلی میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مَیں نے اس میٹنگ میں چانسلر کو ان امور سے آگاہ کر دیا اور اس کے بعد ہم تینوں واپس آ گئے۔ یہاں مَیں یہ کہتا چلوں کہ وزیرِ اعظم نے نہ تو کانفرنس میں شرکت کی اور نہ ہی بیکانیر ہاؤس کی میٹنگ میں حصہ لیا کیونکہ ہم نے بہتر سمجھا کہ وہ ان دونوں سے لاتعلق سمجھے جائیں اور یہ کہ ان دونوں میٹنگوں میں نمائندگی وزیرِ اعظم کے بجائے وزراء کی سطح تک ہی رہے۔

علی یاور جنگ

رکن آئینی امور۔ حیدرآباد دکن

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ا

۲۔ یداوندرا سنگھ (Yadawindra Singh)، مہاراجہ پٹیالہ

۵.۱.۲

نواب چھتاری بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]

کیمپ نئی دہلی

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب

مَیں یہ خط جناب والا کا شکریہ ادا کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ نے مجھے حیدرآباد کے نمائندے کے طور پر اس مذاکراتی کمیٹی کیلئے نامزد کیا ہے جس کا کل کانفرنس میں آپ نے اعلان کیا تھا۔ ۱۱ جولائی کو آپ نے حیدرآباد سے علیحدہ طور پر گفت وشنید کرنے کی منظوری دی تھی لیکن اگر اس میں کسی قسم کی قباحت ہو تو حیدرآباد متبادل صورت میں علیٰ حالہٖ سمجھوتے پر ان ریاستوں کے ساتھ مل کر مذاکرات کرنا چاہے گا جو دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہوئی ہیں نہ کہ ان کے ساتھ مل کر جو شامل ہو چکی ہیں۔ یہ ہمارے اس مؤقف کے مطابق ہے کہ موخرالذکر ریاستوں کا موقف حیدرآباد جیسی ریاستوں کے موقف سے مختلف ہوگا جو دستور ساز اسمبلی میں

شامل نہیں ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا سوچ کی روشنی میں اور اس مفروضے پر کہ مذاکراتی کمیٹی الحاق کے مسئلے پر ہی گفتگو کرے گی، جس سے حیدرآباد کو کوئی دلچسپی نہیں ہے، مجھے امید ہے کہ آپ میری غیر حاضری کا بُرا نہیں مانیں گے۔

مَیں جناب والا کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ حیدرآباد کی یہی خواہش ہے کہ عارضی سمجھوتے کی تکمیل میں پوری مدد کی جائے اور بقیہ ہندوستان کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے تاکہ ۱۵ اگست کے بعد انتظامی مشینری میں کسی قسم کا خلل نہ پڑے۔

آپ کا مخلص

احمد سعید (وزیر اعظم حیدرآباد دکن)

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۲

۵.۱.۳

وائسرائے کی اپنے عملے کے ساتھ پینسٹھویں میٹنگ کی روداد[۱]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز — اقتباس)

خفیہ

وائسرائے ہاؤس۔ نئی دہلی

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

ایچ ایل ازمے	آر وی بروک مین (R.V.Brockman)
جارج ایبل	اے کیمبل جانسن
وی پی مینن	وی ایف ارسکین کرم

ایجنڈا۔ آئٹم ۴
ریاستیں

وائسرائے نے کہا کہ انہیں اب بھی یہ بھروسہ ہے کہ حیدرآباد اور ٹراونکور تین مرکزی امور کی بنیاد پر ہندوستان سے الحاق کرلیں گے۔ راؤ بہادر مینن نے کہا کہ حیدرآباد کے بارے میں وہ قدرے مایوس ہیں۔ بہرحال امید ہے کہ اس بنیاد پر کافی ریاستیں شامل ہو جائیں گی۔ جہاں تک اندور کا تعلق ہے وہ وائسرائے کو مشورہ دیں گے کہ وہ مہاراجہ[۲] کو قائل کرنے کیلئے یہاں نہ بلائیں۔ ان کے خیال میں اسکا امکان زیادہ ہے کہ جولائی کے آخر میں مہاراجہ خود ہی اس مسئلے پر وائسرائے سے رابطہ قائم کریں گے تاہم اس معاملے میں مہاراجہ کولھاپور[۳] مفید رابطہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۳
۲۔ یشونت راؤ ہولکر
۳۔ شری شیواجی ششم

۵.۱.۴
والٹر مانکٹن بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[۱]
(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

خفیہ/ذاتی

لیک ویو گیسٹ ہاؤس۔ حیدرآباد

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر ڈِکی

آپ نے جس مسئلے پر مجھ سے گفتگو کی تھی اس پر مَیں نے ہز ہائی نیس (نظام حیدرآباد) سے طویل اور بے تکلفانہ بات کی ہے کہ آیا ۱۵ اگست سے پہلے حیدرآباد کے ہندوستان سے الحاق کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے۔ اس موضوع پر ہر پہلو سے گفتگو ہوئی اور مجھے مکمل یقین ہے کہ نظام نے الحاق نہ کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ اور یہ کہ کسی اور طریقے سے بلکہ آپ کے دورے سے بھی اس کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ اس وقت الحاق کریں تو ریاست کے مسلمان

بغاوت کردیں گے۔اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ ریاست کے اندر اور باہر کے بااثر حلقوں کی مخالفت کے باوجود وہ ایک معاہدے کے ذریعے وہ سب کچھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے جو معقول حد تک ان سے مانگا جائے۔تاہم مَیں محض ایک خط کے ذریعے تو ان کی طرف سے یقین دہانی نہیں کرا سکتا لیکن مَیں صورتِ حال کا جائزہ من و عن پیش کر رہا ہوں۔مقامی اتحاد المسلمین دہلی میں ہمارے باہمی دوست کی حمایت سے مجھ پر زوردار الزام لگا رہی ہے لیکن اب تک نظام پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا ہے۔

مَیں شاید بدھ (۳۰ جولائی) تک دہلی واپس آ جاؤں اور آپ سے ملاقات کی درخواست کروں لیکن مَیں دیانت داری سے آپ کو یہاں آنے کا مشورہ نہیں دے سکتا۔میرے خیال میں حیدر آباد کا ہندوستان سے تعلق دونوں کے حق میں ناگزیر ہے لیکن مَیں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس میں جلدی نہ کی جائے۔جن مشکلات کا مجھے سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ حقیقت پر مبنی اور پیچیدہ ہیں۔

ہمیشہ آپ کا

والٹر

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۴

۵.۱.۵

چارلس ہربرٹ (Charles Herbert) بنام لانسےلاٹ گرفن (Lancelot Griffin)[۱]

انتہائی خفیہ

ریذیڈنسی۔حیدر آباد دکن

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر گرفن[۲]

حیدر آباد کے امور

موجودہ آئینی تبدیلیوں کے پیشِ نظر مَیں یہ خط اس خیال سے لکھ رہا ہوں کہ ریاست کی موجودہ صورتِ حال کا جائزہ دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔میری یہ کوشش بھی ہوگی کہ ۱۵ اگست کے

بعد بدلتے ہوئے حالات میں جس قسم کے واقعات رونما ہونے کا امکان ہے ان کی پیشین گوئی بھی کرسکوں۔

۲۔موجودہ صورتحال کا اہم عنصر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشیدگی ہے۔حال ہی میں اس میں اضافہ ہوا ہے اور خاص طور پر شہروں میں یہ کشیدگی شدّت اختیار کر چکی ہے۔دیہی علاقوں پر اس کا اثر کم ہی پڑا ہے کیونکہ ایک تو دیہات میں اکثریت ہندوؤں کی ہے اور دوسرے یہ کہ ان دنوں بیشتر لوگوں کو کھیتی باڑی سے اتنی فرصت نہیں کہ وہ دوسرے معاملات پر توجہ دیں۔تاہم اگر کسی جگہ بھی فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے تو یہ آگ پوری ریاست میں پھیل جائے گی۔اس وقت بھی تمام مسائل پر غور فرقہ وارانہ بنیادوں پر کیا جارہا ہے۔موجودہ صورتِ حال کا صحیح جائزہ لینے اور آنے والے حالات کا رخ معلوم کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس حقیقت کو ہمیشہ ذہن میں رکھا جائے۔

۳۔ان حالات میں برطانوی ہند کی فرقہ وارانہ بنیادوں پر تقسیم سے نظام اور ان کی حکومت کی مشکلات مزید بڑھ گئی ہیں اور ان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا ہے کہ وہ باقی ماندہ ہندوستان سے کس قسم کے سیاسی تعلقات قائم کریں۔اگر ہندوستان متّحد رہتا جس میں کہیں ہندو اور کہیں مسلمان اکثریت میں ہوتے تو کیبنٹ مشن منصوبے کے تحت یہ ریاست بھی ہندوستان میں شامل ہوسکتی تھی۔ریاست کا مسئلہ دراصل کُل ہند مسئلے کا حصہ ہے۔برطانوی ہند کی فرقہ وار بنیادوں پر تقسیم سے صورتِ حال یکسر بدل گئی ہے۔ہندوؤں کا تقاضہ ہے کہ ریاست ہندوستان میں شامل ہو جائے اور مسلمانوں کا زور اس پر ہے کہ یا تو ریاست آزاد رہے یا پاکستان سے الحاق کرلے۔ ان حالات میں اگر نظام ہندوستان میں شمولیت کا عندیہ ظاہر کرتے ہیں تو اندیشہ ہے کہ ان کی مسلم رعایا ناراض ہو جائے گی اور اگر پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کریں تو ہندو رعایا بدظن ہو جائے گی۔ مزید یہ کہ ریاست کے کئی انتظامی مسائل بھی حل طلب رہ جائیں گے۔لہٰذا اپنے حالیہ فرمان میں آزاد رہنے کیلئے جن وجوہات کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ محض خیالی دلائل نہیں بلکہ ٹھوس حقیقت پر مبنی ہیں۔

۴۔ بہر حال انڈین یونین کے ساتھ، جس سے ریاست چاروں طرف سے گھری ہوئی ہے، اس کے مستقبل کے تعلقات کا مسئلہ بھی حل طلب ہے۔ نظام نے اس فرمان میں اس مسئلے پر مذاکرات کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور مانکٹن نے مشورہ دیا ہے کہ ریاست کو چاہیے کہ وہ انڈین یونین کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ کر لے جس کے تحت حکومتِ ہندوستان کو چند مراعات کے بدلے ریاست کے امورِ خارجہ، بیرونی جارحیت سے دفاع اور مواصلات کی ذمہ داری سونپ دی جائے۔ یہ منصوبہ جہاں عملی مقاصد کے لئے کیبنٹ مشن کی ان سفارشات کے مطابق ہے کہ مذکورہ بالا تین امور وفاق کے زیرِ انتظام رہیں گے وہاں اس کا طریقۂ کار ایسا ہے کہ شاید دونوں فرقے اسے منظور کر لیں۔ اس منصوبے میں ہندوستان کے ساتھ الحاق سے اجتناب کیا گیا ہے جس کی مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت یقینی تھی لیکن ساتھ ہی ہندوستان اور ریاست کے مابین تعلقات کے مسئلے کو اس طرح حل کیا گیا ہے کہ ہندوؤں کو قابلِ قبول ہو۔ اس مشکل مسئلے کو پُر امن طریقے پر حل کرنے کا غالباً یہی ایک عملی طریقہ ہے۔ پہلے تو یہ نظر آتا تھا کہ نظام کی حکومت اس منصوبے کو مذاکرات کی بنیاد کے طور پر منظور کر لے گی تاہم بعد میں کونسل کے ایک غیر سرکاری مسلم رکن نے یہ اعتراض کیا کہ اس منصوبے سے ہندوستان کو بالواسطہ وہی کچھ حاصل ہو جائے گا جو اسے ریاست کے الحاق سے بلاواسطہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس رکن نے یہ خیال پہلی مرتبہ دہلی میں ظاہر کیا جہاں وہ ریاست کے وفد کے ساتھ حالیہ دورے پر گیا تھا۔ وفد کے دوسرے ارکان نے اس بارے میں غیر جانبدار رویّہ اختیار کیا کیونکہ وہ اس تجویز پر نظام کا ردِ عمل جانے بغیر اپنی رائے دینے سے گریز کر رہے تھے۔ اس اثناء میں اس منصوبے پر اتحاد المسلمین کے ارکان کے اعتراضات بڑھتے چلے گئے کیونکہ ان کے خیال میں ریاست کے لئے بہتر پالیسی یہ تھی کہ وہ ہندوستان سے ایک معاہدے کے بارے میں مذاکرات کرے اور ہندوستان سے دریافت کرے کہ وہ اس معاہدے میں کون سے امور کو شامل کرنا چاہتا ہے۔ بالفرض ہندوستان کوئی معاہدہ کرنے پر رضامند ہو بھی گیا تو یہ جن امور سے متعلق ہوگا وہ واضح ہی ہیں اس لئے یہ تجویز لایعنی ہوگی اور اس سے ۱۵ اگست کو ہندوستان کے ساتھ ریاست کے مستقبل کے تعلقات کا مسئلہ پھر بھی اسی طرح غیر واضح رہے گا۔ اب تک تو

نظام ماؤنٹ بیٹن کے منصوبے ہی کے حق میں ہیں لیکن اگر مسلمانوں کی طرف سے مخالفت اسی طرح بڑھتی چلی گئی تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ پھر بھی اپنے ارادے پر قائم رہیں گے۔ اگر انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اتحاد المسلمین کی تجویز کردہ پالیسی اختیار کر لی تو عین ممکن ہے کہ مانکٹن جنہیں مقامی مسلم اخبارات نے در پردہ اپنے حملوں کا ہدف بنایا ہوا ہے نظام کے آئینی مشیر کے طور پر کام کرنے سے انکار کر دیں۔

۵۔ موجودہ صورتِ حال کافی پیچیدہ اور غیر یقینی ہے۔ جہاں تک مستقبل کا سوال ہے اگر مانکٹن کے منصوبے پر عمل کیا جاتا ہے اور ہندوستان کی حکومت اسے مذاکرات کی بنیاد تسلیم کر لیتی ہے تو امید کی جا سکتی ہے کہ وسیع پیمانے پر ہنگامہ آرائی کا خطرہ ٹل جائے گا۔ برخلاف اس کے اگر ہندوستان سے جلد کوئی معاہدہ نہ ہو سکا تو اندیشہ ہے کہ ریاستی کانگریس مظاہرے شروع کر دے گی جس کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر فسادات برپا ہو سکتے ہیں۔ بدقسمتی سے ریاستی کانگریس اور اتحاد المسلمین، جو علی الترتیب ریاست کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی اکثریت کی نمائندگی کرتی ہیں، دونوں ہی انتہا پسند لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ ہنگاموں کے ڈر سے صاحبِ استطاعت لوگ اپنے گھر والوں کو بمع قیمتی اشیاء کے ریاست سے باہر محفوظ مقامات پر بھیج رہے ہیں۔

۶۔ بدلتے ہوئے حالات سے آپ کو مطلع کرتا رہوں گا۔

آپ کا مخلص

سی جی ہربرٹ
ریذیڈنٹ۔ حیدر آباد

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۵
۲۔ وائسرائے کا سیکرٹری

۵.۱.۶
نظام حیدر آباد بنام محمد علی جناح[۱]

بصیغۂ راز

حیدر آباد دکن

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح

میری ایگزیکٹو کونسل کے صدر[۲]، میرے آئینی مشیر[۳] اور حیدر آباد کے وفد کے چند ارکان نے دہلی سے واپسی پر حیدر آباد کے معاملات پر آپ سے گفتگو کا خلاصہ مجھ سے بیان کیا۔[۴] اس سے پہلے کہ میں اپنے موجودہ پروگرام پر نظر ثانی کروں میں چاہتا ہوں کہ بعض معاملات میں آپ کی صائب رائے معلوم کرلوں۔ لہٰذا اس خط کے ساتھ ان مسائل پر ایک نوٹ[۵] منسلک کر رہا ہوں تاکہ آپ ان پر غور فرما کر اپنی رائے سے مجھے مطلع کریں۔ جب آپ کے مشورے سے تحریری طور پر آگاہ ہو جاؤں گا تو اپنا فیصلہ بہتر طور پر کرسکوں گا۔

مجھے امید ہے کہ آپ جواب دینے سے پہلے میرے وزیر اعظم، آئینی مشیر اور وفد کے ایک یا دو ارکان کو یہ موقع دیں گے کہ وہ اس نوٹ کے متن پر آپ سے گفتگو کر سکیں تاکہ آپ کو ان مسائل کے پس منظر سے پوری واقفیت ہو جائے۔ چونکہ یہ معاملہ فوری اقدام کا طالب ہے اس لیے امید کرتا ہوں کہ آپ ہفتے کے اندر اندر اس کا جواب عنایت فرمادیں گے۔ شکریہ

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۹
۲۔ نواب محمد احمد سعید خاں چھتاری
۳۔ سر والٹر مانکٹن
۴۔ دیکھئے ضمیمہ (۱) اور (۲)
۵۔ ملفوفہ

۵.۱.۶ کا ملفوفہ
مسٹر جناح کے ملاحظے کے لئے نوٹ

بصیغۂ راز

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

بلا شبہ اعلیٰ حضرت ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان کے ساتھ میثاقی تعلقات قائم کرنے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن حیدرآباد چاروں جانب سے ہندوستان کے سب سے گنجان ہندو آبادی والے علاقوں میں گھرا ہوا ہے اور خود ریاست میں ہندو اکثریت کو دیکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے لئے ناگزیر ہوگا کہ وہ حتی الوسع ہندوستان کے ساتھ بھی دوستانہ روابط قائم کریں۔

۲۔ اعلیٰ حضرت نے طے کرلیا ہے کہ وہ ہندوستان کے ساتھ الحاق تو نہیں کریں گے لیکن ہوسکتا ہے کہ بادلِ ناخواستہ خارجہ امور کی حد تک ایک معاہدے کے ذریعے اس سے تعلقات قائم کرنے پر تیار ہو جائیں۔ ایسے معاہدے کو بعد میں ترک بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ خود انگریزوں نے کیا ہے۔ جب پاکستان اور حیدرآباد مضبوط ہو جائیں اور حیدرآباد اپنے اردگرد ہندوستان کے سیاسی اور معاشی دباؤ کا مقابلہ بخوبی کر سکے تو اعلیٰ حضرت پاکستان سے قریب تر اور ہندوستان سے سطحی سے تعلقات قائم کرنے کیلئے حالات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

۳۔ جہاں تک دفاع اور مواصلات کا تعلق ہے اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ ان معاملات میں، کسی معاہدے کے ذریعے ہی سہی، حیدرآباد کو ہندوستان کی پالیسی کے تحت چلنا پڑے گا۔ مواصلات کا نظام ناقابلِ تقسیم طور پر خلط ملط ہے اور دفاع کے سلسلے میں حیدرآباد سے صرف یہ کہا گیا ہے کہ وہ ملکی سرحدوں کی حفاظت کیلئے اتنی سپاہ مہیا کرتا رہے جتنی کہ وہ اس وقت برطانوی ہند کو مہیا کر رہا ہے۔ اگر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ چھڑ جائے تو کوئی ایسا انتظام ہوسکتا ہے جس کے ذریعے حیدرآباد اپنی غیر جانبداری برقرار رکھ سکے۔ اعلیٰ حضرت جانتے ہیں کہ حیدرآباد ایسے انتظام کے تحت ہندوستان کے خلاف پاکستان کی اسلحہ کے ذریعے تو مدد نہیں کر سکے گا لیکن ابھی یہ بات ان کے ذہن میں واضح نہیں کہ ایسے موقع پر ان کی ریاست پاکستان کی کس طرح کی

مدد کر سکے گی۔

۴۔ مسٹر جناح کی تنقید کی روشنی میں امورِ خارجہ کے بارے میں خط کے مسوّدے میں ترمیم کر دی گئی ہے۔[1] اگر چہ امور خارجہ کو دفاع سے علیحدہ کرنا مشکل ہے لیکن حیدر آباد یہ بھی نہیں چاہے گا کہ اس کے خارجہ امور کو ہندوستان اپنی خارجہ پالیسی کے ایک حصّے کے طور پر چلائے۔ بیشک اعلیٰ حضرت اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ وہ اپنی ریاست کے خارجہ امور ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے مطابق چلائیں۔ مسٹر جناح دیکھ سکتے ہیں کہ یوں خارجہ امور کا انتظام ریاست کے ہاتھوں میں رہے گا گو کہ اس کی جہت ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے مطابق ہوگی۔ مزید برآں اعلیٰ حضرت خط کے مسوّدے میں ایک اور ترمیم کے ذریعے اس بات پر زور دینا چاہتے ہیں کہ انہیں یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ جہاں چاہیں حیدر آباد کے نمائندے خود مقرر کر سکتے ہیں۔ مسٹر جناح بخوبی جانتے ہیں کہ معاشی اور سیاسی عمل کے درمیان خطِ فاصل کھینچنا ہمیشہ مشکل ہوتا ہے۔ حیدر آباد نے اپنے امورِ خارجہ کا انصرام ان معنوں میں کبھی نہیں کیا تھا جو ان مذاکرات میں استعمال کئے جا رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت کا خیال ہے کہ جس طرح اس مسوّدے میں ترامیم کی گئی ہیں ان سے لازمی طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ وہی کچھ دینے کی پیشکش کر رہے ہیں جن کا دینا عملاً ناگزیر ہو چکا ہے۔

۵۔ کئی وجوہات کی بناء پر اعلیٰ حضرت چاہیں گے کہ معاہدے سے متعلق مذاکرات ۱۵ اگست تک ملتوی ہو جائیں لیکن ساتھ ہی انہیں یہ احساس بھی ہے کہ حیدر آباد کے مخصوص حالات میں ایسا کرنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔

یہ بات اہم ہے کہ نظام کی پالیسی سے ان حلقوں کو آگاہ کیا جائے جو جذباتی ہو رہے ہیں۔ ساتھ ہی یہ خوف بھی ہے کہ خط کے مسوّدے میں نظام کی پیش کش کا جو خاکہ بیان کیا گیا ہے اسے اب ہندوستان شاید ہی منظور کرے۔ اگر نظام کی پیش کش کو رد کر دیا گیا تو اعلیٰ حضرت کو یہ موقع حاصل ہوگا کہ پیشتر اس کے کہ وائسرائے اور کانگریس ان کے عدم تعاون کا پرچار کریں وہ خود دنیا کے سامنے اپنا معقول رویہ پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کو یقین ہے کہ موجودہ حالات میں جو فائدہ مند سمجھوتہ اس وقت ہو سکتا ہے وہ ۱۵ اگست کے بعد انگریزوں کے یہاں سے چلے جانے کے

بعد ہندوستان کی حکومت کے ساتھ ممکن نہیں ہوگا۔اس وقت اگر کوئی تصفیہ ہو جائے تو برار کے سلسلے میں، کسٹم کے معاہدے، بندرگاہ کے استعمال اور تمام امور میں داخلی خودمختاری سے متعلق اعلیٰ حضرت کو بہتر شرائط حاصل ہوسکتی ہیں ۔ بصورتِ دیگر اعلیٰ حضرت محسوس کرتے ہیں کہ کانگریس علانیہ اشتعال انگیزی تو نہیں کرے گی لیکن یقینی طور پر ہر ممکن کوشش کرے گی کہ حیدرآباد کی معاشی اور سیاسی زندگی ناقابل برداشت ہو جائے اور مسٹر جناح تو جانتے ہی ہیں کہ ہندوؤں کی کثیر آبادی کی موجودگی میں ریاست کیلئے اس قسم کا دباؤ برداشت کرنا مشکل ہو جائے گا۔تاریخ کے اس نازک موڑ پر ان حالات میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اعلیٰ حضرت تحریری طور پر مسٹر جناح سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ریاست پر اس قسم کا دباؤ ڈالا گیا تو حیدرآباد کی مدد اور بچاؤ کیلئے مسٹر جناح کیا اقدامات کر سکتے ہیں ۔اگر حیدرآباد کو اجناس کی کم یابی کا شکار بنا دیا گیا تو کیا مسٹر جناح خوراک ،نمک ،مٹی کے تیل اور دوسری اشیاء کی ترسیل کی ضمانت دے سکتے ہیں؟ مسٹر جناح کس حد تک ریاست کو اسلحہ،فوجی ساز و سامان اور ضرورت پڑنے پر فوج مہیا کر سکتے ہیں؟ اگر حیدرآباد پر معاشی دباؤ ڈالا گیا تو ریاست کو اس مصیبت سے نکالنے کیلئے پاکستان کیا مؤثر اقدامات کر سکتا ہے؟ اگر ریاست کے اندر موجود کانگریس کے حمایتیوں نے بغاوت کر دی اور ہندوستان کی افواج نے بالواسطہ ان کی مدد شروع کر دی تو اعلیٰ حضرت پاکستان سے کس قسم کی مدد کی توقع کر سکتے ہیں؟ نیز یہ کہ ہندوستان کے تعاون کے بغیر حیدرآباد کو سمندری راستہ کس طرح حاصل ہوسکتا ہے؟

(اس نوٹ کے ہر صفحے پر نظام نے دستخط کئے تھے)

ا۔ ترمیم شدہ مسوّدہ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

۵.۱.۶ کا ضمیمہ ا
حیدرآباد کی مذاکراتی کمیٹی کا پروگرام

مذاکراتی کمیٹی[۱] کو دہلی بروقت پہنچ جانا چاہیے تاکہ وہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۷ء کے ابتدائی مذاکرات اور ۲۴ جولائی ۱۹۴۷ء کے باضابطہ مذاکرات کیلئے موجود ہو۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو

افرادریل کے ذریعے جارہے ہیں وہ حیدرآباد سے پیر ۲۱ جولائی ۱۹۴۷ء کو چل پڑیں اور جو حضرات بذریعہ ہوائی جہاز جارہے ہیں وہ منگل ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء کو روانہ ہوجائیں۔

وائسرائے کے نام اعلیٰ حضرت کے خط میں جو مؤقف اختیار کیا جانا ہے اس پر مسٹر جناح کی منظوری حاصل کی جائے اور اس کے بعد مذاکراتی کمیٹی یہ پتہ لگائے کہ جس معاہدے کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے آیا وائسرائے اور کانگریس اس بنیاد پر مذاکرات کرنے کیلئے تیار بھی ہوں گے۔ اگر اس بات کی امید ہو تو مذاکرات شروع کردیے جائیں۔ لیکن اگر (ہماری توقع کے مطابق) انہوں نے انکار کردیا تو والٹر مانکٹن حیدرآباد واپس آکر اعلیٰ حضرت کو مطلع کریں اور پھر واپس دہلی جاکر وائسرائے کو اعلیٰ حضرت کا خط پہنچائیں اور اس کے بعد اسے اشاعت کے لئے پریس ایجنسیوں کو دیدیں۔ اسی دوران حیدرآباد کے عوام کو صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت یہ خط ایک فرمان کی شکل میں حیدرآباد میں شایع کرا دیں گے۔

۱۔ اس وفد نے جو سر والٹر مانکٹن، محمد احمد سعید خاں چھتاری اور علی یاور جنگ پر مشتمل تھا ۲۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو مسٹر جناح سے ملاقات کی۔

۵.۱.۶ کا ضمیمہ ۲
دہلی میں حیدرآباد کی مذاکراتی کمیٹی کے لئے ہدایات

۱۔ الحاق کا مسئلہ

حیدرآباد مجموعی طور پر ہندوستان کی خوشحالی اور بہبود اور استحکام کے لئے مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

۲۔ اگر برِ صغیر متحد رہتا تو اعلیٰ حضرت کو اس کے دفاع میں حصہ لینے اور مشترکہ خارجہ پالیسی پر عمل کرنے میں خوشی ہوتی۔

۳۔ ملک کی دو ڈومینیوں میں تقسیم سے کافی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ حیدرآباد کے دونوں مملکتوں

سے اہم روابط ہیں۔

۴۔ ۱۵ اگست سے پہلے یہ واضح نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان اور پاکستان مشترکہ دلچسپی کے امور پر کس قدر اور کس طرح ایک دوسرے سے مشورہ اور تعاون کریں گے یا امورِ خارجہ اور دفاع کے سلسلے میں ان کی پالیسیاں کس حد تک ہم آہنگ ہوں گی۔

۵۔ جب تک پیرا (۴) میں مذکور امور کی وضاحت نہیں ہو جاتی اس وقت تک حیدرآباد کسی بھی ڈومینین کے ساتھ الحاق کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسے یہ دیکھنے کیلئے انتظار کرنا ہوگا کہ دونوں مملکتوں کے درمیان کس قسم کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔

۶۔ برطانوی پارلیمنٹ میں مسوّدۂ قانونِ آزادئ ہند (Indian Independence Bill) پر بحث کے دوران حیدرآباد کی مشکلات کا اعتراف کیا گیا تھا۔ وزیر ہند لسٹوویل، وزیراعظم اور اٹارنی جنرل اس بات کے قائل تھے کہ:

الف) اس موقعے پر ریاستوں کو عجلت میں فیصلہ کرنے کے لئے نہ کہا جائے۔

ب) موجودہ حالات میں وفاقی تعلقات کے بجائے میثاقی روابط بہتر ثابت ہوں گے۔

۷۔ اعلیٰ حضرت الگ تھلگ رہنے کی پالیسی کے خلاف ہیں لیکن کسی ایک مملکت سے مکمل الحاق کے لئے بھی تیار نہیں۔ وہ برِصغیر کے دفاع کے لئے ہر ممکن امداد مہیا کرنے اور اپنے امورِ خارجہ کو پورے برِصغیر کے امورِ خارجہ کے مطابق چلائے جانے کیلئے بھی آمادہ ہیں۔

۸۔ سوال یہ ہے کہ دونوں مملکتوں کے ساتھ دوستانہ تعاون کے ذریعے مذکورہ بالا مقصد کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟

۹۔ چونکہ ہندوستان ان کا ہمسایہ ہے لہٰذا وہ مندرجہ ذیل امور پر اس سے ایک معاہدہ کرنے کیلئے تیار ہیں:

الف) زمینی مواصلات کیلئے مناسب انتظام جو کہ پورے ہندوستان کے معیار کے مطابق ہو۔

ب) موجودہ انڈین اسٹیٹس فورسز اسکیم کے خطوط پر ہندوستان کے دفاع میں حیدرآباد کی طرف سے اپنے حصّے کی اعانت۔

ج) ہندوستان کا اپنی خارجہ پالیسی کے دائرے میں حیدرآباد کے امور خارجہ کا انصرام۔
لیکن:
(۱) کسی ایسے التزام کا ہونا نہایت ضروری ہے کہ اگر دونوں مملکتیں دشمنی پر اتر آئیں تو حیدرآباد کی افواج پاکستان کے خلاف استعمال نہ کی جاسکیں۔ حیدرآباد کو اپنی غیر جانبداری برقرار رکھنے کا اختیار رہنا چاہیے۔
(۲) اگر کبھی کسی مملکت نے دولتِ مشترکہ سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کیا تو (حیدرآباد) معاہدے پر نظرِ ثانی کرنے میں آزاد ہوگا۔

۱۰۔ معاہدے میں اس بات کی ضمانت ہونی چاہیے کہ اپنی مملکت میں اعلیٰ حضرت مقتدرِ اعلیٰ اور خودمختار رہوں گے۔

۲۔ برار

۱۱۔ اعلیٰ حضرت کے اس دعوے کو سرکاری طور پر قبول کرنا ہوگا کہ برار کی انتظامیہ انہیں واپس ملے اور اس علاقے پر ان کی حاکمیت تسلیم کی جائے۔ اعلیٰ حضرت اس بات پر رضامند ہیں کہ برار میں ان کی رعیت کو وہی آزادی اور جمہوری نظامِ حکومت میسّر رہے جو ابھی ہے۔ اعلیٰ حضرت کے مقرر کردہ گورنر کے تحت برار کا انتظام وانصرام سی پی سے علیحدہ ہوگا البتہ اعلیٰ حضرت اس پر رضامند ہیں کہ برار علاقائی طور پر ہندوستان کے ساتھ رہے۔

۳۔ تخریب کاری کے انسداد کیلئے باہمی سمجھوتے

۱۲۔ اس قسم کے معاہدے کے لئے اس کی شرائط کے علاوہ فریقین کی نیک نیتی بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ایسے باہمی سمجھوتے ہونے ضروری ہیں جن کے تحت ایک فریق دوسرے فریق یا اس کی حکومت یا فرمانروا کے خلاف پروپیگنڈہ، اشتعال، عداوت اور بے چینی پھیلانے سے احتراز کرے گا۔

۴۔ شمالی سرکاریں اور تفویض شدہ علاقے

۱۳۔ مذاکرات کے ذریعے کچھ ایسی شرائط طے ہونی چاہئیں جن کے تحت اعلیٰ حضرت کو یہ حق حاصل

ہو کہ وہ اپنے ان علاقوں کو واپس لے سکیں جنہیں چند خصوصی فوجی ضمانتوں کے تحت نظام کی حکومت سے برطانوی حکومت کو منتقل کر دیا گیا تھا جن ضمانتوں سے انگریز اب دستبردار ہو رہے ہیں۔

۵۔ کسٹم کا معاہدہ

۱۴۔ ۱۸۰۲ء کے تجارتی معاہدے کو سامنے رکھتے ہوئے کسٹم سے متعلق ایک سمجھوتہ ہونا ضروری ہے۔ یہ معاہدہ بہت عرصے سے حکومتِ برطانیہ اور اعلیٰ حضرت کے درمیان متنازعہ چلا آ رہا ہے۔

۶۔ علیٰ حالہٖ معاہدے

۱۵۔ مندرجہ ذیل موضوعات پر میرے وفد کو جو ہدایات دی گئی ہیں وہ برقرار رہیں گی۔ البتہ اپنی کونسل کے مشورے پر اعلیٰ حضرت ان میں ترمیم کر سکتے ہیں:

الف) اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کیلئے مشاورتی کونسل

ب) ریاستوں اور صوبوں یا مرکزی حکومتوں کے درمیان تنازعات کے تصفیے کیلئے ثالثی کا طریقۂ کار

ج) تحویل ملزمان

د) ریاستوں میں مرکزی حکومت کی نمائندگی اور ان کے درمیان مراسلت کا طریقۂ کار

ان امور پر اعلیٰ حضرت اپنی کونسل کے مشورے پر غور کرنے کے بعد مزید ہدایات جاری کریں گے۔

۵.۱.۷

نواب چھتاری بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن

کیمپ نئی دہلی

۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب!

آپ کے ۲۹ جولائی کے مراسلے کا شکریہ

حیدرآباد کے وفد نے اس معاملے پر غور کرنے کے بعد یہ محسوس کیا کہ جس مذاکراتی کمیٹی

میں آپ نے مجھے نامزد کیا ہے اس میں میری حاضری سے کوئی مفید مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ جو وجوہات مَیں نے اپنے پچھلے خط میں پیش کی تھیں ان کی بناء پر حیدر آباد علیٰ حالہٖ معاہدے کے بارے میں مذاکرات ان ریاستوں کے ساتھ مل کر کرنا چاہتا ہے جو حیدر آباد ہی کی طرح دستور ساز اسمبلی میں شامل نہیں ہوئی ہیں۔ مزید یہ کہ ریاست الحاق کے مسئلے پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی کیونکہ اس نے سیاسی تعلقات کے اس متبادل حل کا انتخاب کرلیا ہے جس کی ۱۲ مئی کی یادداشت کے تحت اجازت ہے۔ یہ حق ۳ جون کے منصوبے کے تحت تمام سیاسی جماعتوں نے قبول کیا ہے۔ جناب عالی! میری تجویز ہے کہ ایک دوسری مذاکراتی کمیٹی[۲] تشکیل دی جائے جس میں صرف وہ ریاستیں شامل ہوں جنہوں نے دستور ساز اسمبلی سے علیحدہ رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ پہلے کی طرح ہمیں یہ توقع ہے کہ یہ مذاکرات دونوں جانشین حکومتوں کے نمائندوں سے بہ یک وقت ہوں گے اور معاہدوں کی نوعیت بھی سہ فریقی ہوگی۔

آپ کا مخلص

احمد سعید

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۷

۲۔ ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو وائسرائے نے والیانِ ریاست اور ریاستی نمائندوں کی کانفرنس میں ریاستوں کی ایک مذاکراتی کمیٹی تشکیل دینے کی تجویز دی تھی۔

۵.۱.۸

نواب چھتاری بنام محمد علی جناحؒ

حیدر آباد دکن

کیمپ نئی دہلی

۳۱ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح

کل رات جیسا کہ مَیں نے آپ سے ذکر کیا تھا میرا ارادہ سر والٹر مانکٹن کو بحیثیت اپنے

وفد کے رکن کے پیر کی صبح دس بجے اپنے ساتھ لانا تھا لیکن انہوں نے مذاکراتی کمیٹی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ چنانچہ اب وہ وفد کے ساتھ نہیں آسکتے۔ بہر حال مجھے یہ احساس بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت کی شدید خواہش ہے کہ وہ (مانکٹن) آپ سے اس خط کے بارے میں گفتگو اور اس کی وضاحت کریں جو انہوں (نظام) نے پچھلے دنوں آپ کو بھیجا تھا۔[۲] لہٰذا آپ براہ کرم اجازت دیں کہ وہ (مانکٹن) پیر (۴ اگست) کو صبح دس بجے یا اس سے پہلے کچھ دیر کے لئے آپ سے ملاقات کرلیں۔ اگر وہ آپ سے دس بجے مل رہے ہوں تو پھر ہم (مذاکراتی کمیٹی) آپ کی اجازت سے ساڑھے دس بجے آجائیں۔ مجھے احساس ہے کہ آپ کا وقت کس قدر قیمتی ہے لیکن جتنا وقت آپ سر والٹر کو دیں گے اتنا ہی وقت مذکورہ خط کے بارے میں ہماری گفتگو میں کم صرف ہوگا۔

آپ کا مخلص

احمد سعید

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۵۲

۲۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۶

۵.۱.۹

نظام حیدر آباد بنام محمد علی جناح[۱]

بصیغۂ راز

حیدر آباد دکن

۲ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر جناح!

وائسرائے کو جو خط مَیں بھیجنا چاہتا ہوں اس میں دی گئی شرائط پر مزید غور کررہا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ پہلے مَیں نے اس کی ایک نقل[۲] آپ کو بھیجی تھی۔ اس خط میں مزید ترمیم میرے ذہن میں آئی ہے جو نواب چھتاری اور سر والٹر مانکٹن آپ کو بتائیں گے۔ اگر آپ اس مقصد کے لئے کچھ وقت دے سکیں تو مَیں ممنون ہوں گا۔ اگلے پیر[۳] تک آپ کی حتمی رائے تحریری

طور پر مجھے مل جانی چاہیے کیونکہ منگل (۵ اگست) کو میرے آدمی واپس حیدر آباد آ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ان تمام معاملات پر ہر پہلو سے غور کرنے کیلئے میرے پاس وقت بہت کم ہے کیونکہ ۱۵ اگست کی تاریخ بالکل قریب ہے۔

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۹۰
۲۔ ضمیمہ ا۔ مزید دیکھئے دستاویز نمبر ۵.۱.۶ کا ملفوفہ
۳۔ ۴ اگست ۱۹۴۷ء۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۱۰

۵.۱.۹ کا ضمیمہ ا
نظام حیدر آباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن
(خط کا مسوّدہ)[۱]

بلا تاریخ

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

۱۔ اس وقت دہلی میں جو مذاکرات جاری ہیں اس سلسلے میں اپنی ریاست کا مؤقف واضح کرنے کیلئے یہ خط آپ کو لکھ رہا ہوں۔ میری اور حیدر آباد (کی حکومت) کی ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ ہم پورے ہندوستان کی خوشحالی اور بہبود میں زیادہ سے زیادہ شمولیت کر سکیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت ریاستوں کے لئے ایک زرّیں موقع ہے کہ وہ ملک میں توازن برقرار رکھنے کیلئے اہم کردار ادا کر سکیں کیونکہ ایک تو ریاستیں فرقہ وارانہ چپقلش سے آزاد ہیں اور دوسرے یہ کہ انہیں انتظامیہ کا وسیع تجربہ ہے۔ جب یہ غور کیا جا رہا تھا کہ آزادی کے بعد ہندوستان ایک وحدت رہے گا تو مَیں برِصغیر کے دفاع کیلئے اپنا فرض نبھانے کیلئے ہر طرح سے تیار تھا اور ایسا بندوبست بھی کرنے پر راضی تھا کہ حیدر آباد کی خارجہ پالیسی ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے خطوط پر چلے۔ ہندوستان کی تقسیم نے میری ریاست کے مسائل بہت الجھا دیے ہیں۔ جیسا کہ جناب والا جانتے

ہیں حیدر آباد کے بیشتر معاملات آئندہ تشکیل ہونے والی مملکتِ ہندوستان کے ساتھ منسلک ہیں لیکن ساتھ ہی میری ریاست اور مملکتِ پاکستان کے مابین بھی بہت سے رشتے ہیں۔ یہ بات بھی جنابِ والا کے علم میں ہوگی کہ اس ریاست میں جہاں مَیں نے اور میرے آباءواجداد نے دوسو سال حکومت کی ہے فرقہ وارانہ جھگڑے بہت کم ہوئے ہیں اور برطانوی ہند کے مقابلے میں یہاں مذہبی تنازعات کے واقعات بھی کم رونما ہوئے ہیں۔ میری یہی تمنا ہے کہ مَیں ایسی حکمتِ عملی اختیار کروں جس سے موجودہ یگانگت اور سکون کی فضا بحال رہے اور اس مقصد کیلئے یہ ضروری ہے کہ مَیں دونوں نئی مملکتوں سے اچھے تعلقات قائم رکھوں۔ ابھی تک یہ واضح نہیں ہو سکا کہ دلچسپی کے مشترکہ مسائل پر ہندوستان اور پاکستان کس طرح ایک دوسرے سے مشورہ اور تعاون کریں گے اور خارجہ امور اور دفاع کے اہم شعبوں میں ان دونوں کی پالیسیوں میں کس طرح ہم آہنگی ہو گی۔ میرے علم کے مطابق ۱۵ اگست سے پہلے یہ معاملہ طے نہیں ہوگا۔ جب تک ان معاملات کا پوری طرح علم نہیں ہوتا میرے لئے کسی ایک مملکت میں شمولیت پر غور وفکر کرنا ممکن نہیں۔ لہٰذا میرے لئے مناسب یہی ہے کہ مَیں انتظار کروں اور دیکھوں کہ ان دونوں مملکتوں کے مابین کس طرح کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔[۲]

۲۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ پارلیمنٹ میں مسوّدۂ قانونِ آزادیٔ ہند پر[۳] حالیہ مباحثوں کے دوران حیدر آباد جیسی ریاستوں کیلئے فوری طور پر اپنا مؤقف پیش کرنے کی دشواری کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جنابِ والا کی یاددہانی کیلئے ان تین تقریروں کے اقتباس درج کر رہا ہوں جن میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ اس مرحلے پر ریاستوں کو عاجلانہ فیصلہ کرنے کے لئے نہیں کہا جائے گا اور یہ کہ موجودہ حالات میں وفاقی تعلقات کے بجائے معاہدے کی صورت ایک بہتر حل ثابت ہو گی۔ دارالامراء میں لارڈ لسٹوویل نے کہا:

> ”جس تاریخ کو نئی مملکتیں وجود میں آئیں گی تاج شاہی کے نمائندے اور اس کے کارندوں کے عہدے اور فرائض ختم ہو جائیں گے اور ریاستیں اپنی قسمت کی آپ مالک ہو جائیں گی۔ اس وقت وہ یہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں گی کہ کسی ایک مملکت سے ناطہ جوڑ لیں

یا علیحدہ رہیں اور ایسا تاریخی اور رضا کارانہ فیصلہ کرنے کیلئے حکومتِ برطانیہ ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالے گی۔"

"نئی مملکتوں اور ریاستوں کے درمیان مستقبل میں چاہے جو تعلقات بھی قائم ہوں یہ بہت ضروری ہے کہ حتمی فیصلوں سے پہلے بہت غور وخوض کیا جائے اور باہمی گفت وشنید کی جائے۔"

دارالعوام میں مسٹر ایٹلی نے کہا:

"جب تک ان مملکتوں کے آئین اس طرح وضع نہ ہو جائیں کہ ریاستیں برضا ورغبت بطور شریک کاران میں شامل ہوں، اس وقت تک ان کے درمیان عارضی قسم کے تعلقات قائم رہنے چاہئیں اور ایک جامع نظام مرتب ہونے سے پہلے انہیں فیصلہ کرنے کی مہلت ملنی چاہیے۔"

اسی بحث کے دوران اٹارنی جنرل ہارٹلی شاکراس (Hartley Shawcross) نے یہ امید ظاہر کرتے ہوئے کہ ریاستیں جلدی میں علیحدہ رہنے کا ناقابلِ تنسیخ فیصلہ نہیں کریں گی کہا کہ حکومت کو احساس ہے کہ

"حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے ریاستوں کو مکمل معلومات حاصل ہونے میں کچھ عرصہ ضرور لگے گا۔"

۳۔ اپنی تقریر کے اس حصے میں جس سے ہمارے موقف کی حمایت ہوتی ہے اٹارنی جنرل نے آگے چل کر کہا:

"ہمیں امید ہے کہ خوش اسلوبی اور منصف مزاجی سے طے شدہ شرائط پر ریاستیں کسی ایک نئی مملکت سے وفاقی یا میثاقی رشتہ جوڑ لیں گی۔"

مَیں کُلّی طور پر اس تجویز کے حق میں ہوں کیونکہ اپنی ریاست کو الگ تھلگ رکھنے کی پالیسی کی میں نے ہمیشہ شدید مخالفت کی ہے اور گو کہ موجودہ حالات میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ حیدرآباد کا اساسی رشتہ دونوں میں سے کس نئی مملکت کے ساتھ جوڑا جائے لیکن مَیں اس بات پر اب بھی آمادہ

ہوں کہ برصغیر کے دفاع میں حیدرآباد اپنا موثر کردار ادا کرے اور میری ریاست کے امورِ خارجہ کو پورے برصغیر کے امورِ خارجہ کے مطابق چلایا جائے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ دونوں مملکتوں سے یکساں اشتراکِ عمل کے مقصد کو کس طرح حاصل کیا جائے۔ قدرتی طور پر مجھے اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ محلِ وقوع کے اعتبار سے ہندوستان میرا ہمسایہ ہے اور اٹارنی جنرل کی تجویز کے مطابق مَیں پوری طرح تیار ہوں کہ ہندوستان سے ایک ایسا معاہدہ کروں جس کے ذریعے زمینی مواصلات کا مناسب انتظام ہو سکے جو کل ہند معیار کے مطابق ہو اور انڈین اسٹیٹس فورسز اسکیم سے ملتا جلتا کوئی ایسا نظام بن سکے جس کے تحت ملک کے دفاع کے لئے حیدرآباد اپنے حصے کی اعانت فراہم کر سکے۔ مزید برآں مجھے اس معاہدے میں یہ بھی منظور ہے کہ مَیں اپنی ریاست کے امورِ خارجہ کو ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے مطابق چلاؤں۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ مَیں اس امکان کے خلاف پیش بندی کر سکوں جب دونوں مملکتیں باہمی مخاصمت کی راہ اختیار کریں کیونکہ مَیں سوچ بھی نہیں سکتا کہ میری افواج پاکستان کے خلاف استعمال کی جائیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں معاہدے میں ایک ایسی شق ہونی چاہیے جس کے تحت حیدرآباد کی غیر جانبداری قائم رہ سکے۔[۴]

۴۔ میرے لئے یہ امر بڑا اطمینان بخش ہے کہ دونوں نئی مملکتیں برطانوی دولتِ مشترکہ کی برادری میں رہیں گی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ معاہدے میں ایک ایسی شق شامل کی جائے جس کے تحت اگر کوئی مملکت خدانخواستہ کسی وقت دولتِ مشترکہ سے علیحدہ ہونا چاہے تو حیدرآباد کو معاہدے کی شقوں پر نظرِ ثانی کرنے کی آزادی ہو۔ قانونِ آزادیٔ ہند کی دفعہ ۷ کی شقوں کے باوجود مَیں یہ باور کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں کہ ایک صدی سے زیادہ عرصے سے قائم شدہ وفادارانہ تعلق کو پسِ پشت ڈال کر حکومتِ برطانیہ میری مرضی کے خلاف میری ریاست کو سلطنتِ برطانیہ سے نکال باہر کرنے کا ارادہ کر رہی ہے۔[۵]

۵۔[۶] اگر موجودہ دشواریوں کا عملی حل میرے مجوزہ معاہدے کے ذریعے نکل سکتا ہے تو یہ ضروری ہے کہ معاہدہ طے ہونے سے پہلے کئی اور ایسے معاملات پر سمجھوتے ہو جائیں جو میری ریاست اور ہندوستان دونوں کے لئے انتہائی اہم ہیں۔

مَیں نہیں سمجھتا کہ معاہدے میں ایک ایسی شق شامل کرنا مشکل ہوگا جس کے تحت میری طرف سے مملکت (ہندوستان) کی خودمختاری کو تسلیم کرنے کے بدلے میری ریاست کے اندر میری خودمختاری کو تسلیم کرلیا جائے۔ علاوہ ازیں برار کے مسئلے کا اطمینان بخش حل نکالنا بھی بہت ضروری ہے۔ میرا یہ دعویٰ کہ برار کا نظم ونسق مجھے واپس لوٹایا جائے قانونی طور پر اتنا ہی مسلمہ ہے جتنی اس علاقے پر میری ملکیت، البتہ مَیں اپنی حد تک اس بات پر رضامند ہوں کہ میری برار کی رعیت حال کی طرح آئندہ بھی ایک جمہوری حکومت کے تحت آزادانہ زندگی بسر کرے۔ بہر حال برار کا انتظام سی پی سے علیحدہ ہونا چاہیے اور مَیں اس پر بھی آمادہ ہوں کہ برار علاقائی طور پر ہندوستان کے ساتھ رہے اگرچہ اس کا انتظام میرے مقرر کردہ گورنر کے ہاتھ میں ہوگا۔

۶۔ اگر ایک معاہدہ طے بھی پا جائے تب بھی اس کی کامیابی کا انحصار اس میں درج شدہ شرائط کے علاوہ فریقین کی نیک نیتی پر بھی ہے اور مَیں یہ انتہائی اہم سمجھتا ہوں کہ معاہدے میں کچھ شقیں ایسی بھی ہونی چاہئیں جن کے تحت فریقین ایک دوسرے کے خلاف اس قسم کے پروپیگنڈے اور ایسی باتوں سے اجتناب کریں جن سے دوسرے فریق کی حکومت یا حکمران کے خلاف بے اطمینانی پھیلنے کا خطرہ ہو۔

۷۔ علاوہ ازیں معاہدے میں ایسی شقیں بھی شامل کرنا مناسب ہوگا جن کے ذریعے مذاکرات کے بعد ''شمالی سرکاریں'' اور وہ علاقے مجھے واپس مل جائیں جوان چند مخصوص فوجی ضمانتوں کے بدلے میں میری حکومت نے برطانیہ کے حوالے کئے تھے جو اَب منسوخ کی جارہی ہیں۔

۸۔ مذاکرات کے ذریعے کسٹم کا ایک سمجھوتہ ہونا بھی ضروری ہے جس میں ۱۸۰۲ء کے تجارتی معاہدے کی شرائط ملحوظ رکھی جائیں۔ اس معاہدے پر لمبے عرصے سے ملک معظم کی حکومت اور میرے درمیان تنازعہ چلا آرہا ہے۔

۹۔ اس خط میں دی گئی تجاویز کی بنیاد پر ایک معاہدے کے اصول کو تسلیم کرلیا جائے تو یہ معاہدہ بلا کسی دشواری اور تاخیر کے طے پا سکتا ہے کیونکہ دونوں فریق یہی چاہتے ہیں کہ باہمی مصالحت سے موجودہ مشکلات کسی طرح حل ہو جائیں۔

۱۰۔اس کے برعکس اگر مملکت ہندوستان کے ذمہ دار افراد کو میرے مجوزہ معاہدے پر مذاکرات کرنے سے احتراز ہے تو مَیں ضروری سمجھتا ہوں کہ مَیں یہ پیشکش اخبارات میں شائع کردوں تا کہ جو پالیسی مَیں اختیار کروں گا اور جسے مَیں پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا اسے میری ریاست کے اندر اور باہر تمام لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

آپ کا مخلص

[میر عثمان علی خاں]

۱۔۸ اگست ۱۹۴۷ء کو ماؤنٹ بیٹن کے لئے بھیجا ہوا حتمی متن ضمیمہ ۲ میں دیکھئے
۲۔پیرا (۱) اور (۲) ضمیمہ ۲ میں دیے گئے حتمی متن میں حذف کر دیے گئے ہیں۔
۳۔جناح پیپرز جلد سوم۔دستاویز نمبر ۱ کا ملفوفہ ا
۴۔حتمی متن میں پیرا ۳ چند ترامیم کے ساتھ شامل ہے۔دیکھئے ضمیمہ ۲
۵۔پیرا ۴ کو حتمی متن میں حذف کر دیا گیا ہے۔
۶۔پیرا ۵ تا ۹ کی عبارت میں حتمی متن سے مطابقت نہیں ہے۔

5.1.9 کا ضمیمہ ۲
نظام حیدر آباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن
(ماؤنٹ بیٹن پیپرز—اقتباس)

حیدر آباد دکن

۸ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

(پیرا (۱) اور (۲) حذف کر دیے گئے)

۳۔اپنی تقریر کے آخری، اور میرے خیال میں سب سے کار آمد، حصے میں اٹارنی جنرل نے کہا تھا ''ہمیں امید ہے...خوش اسلوبی اور منصف مزاجی سے طے شدہ شرائط پر ریاستیں کسی ایک نئی

مملکت سے وفاقی یا میثاقی رشتہ جوڑ لیں گی''، مَیں سراسر اس تجویز کی روح کے حق میں ہوں کیونکہ اپنی ریاست کو الگ تھلگ رکھنے کی پالیسی کی مَیں نے ہمیشہ شدید مخالفت کی ہے اور گو کہ موجودہ حالات میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ حیدرآباد کا اساسی رشتہ دونوں میں سے کس نئی مملکت کے ساتھ جوڑا جائے۔ تاہم مَیں اس بات پر اب بھی آمادہ ہوں کہ برصغیر کے دفاع میں حیدرآباد اپنا مؤثر کردار ادا کرے اور میری ریاست کے امورِ خارجہ کو پورے برصغیر کے امورِ خارجہ کے مطابق چلایا جائے۔ میرے سامنے یہ مشکل سوال ہے کہ دونوں مملکتوں سے یکساں تعاون کے ساتھ اس مقصد کو کس طرح حاصل کیا جائے۔ قدرتی طور پر مجھے اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ محلِ وقوع کے اعتبار سے ہندوستان میرا ہمسایہ ہے اور اٹارنی جنرل کی تجویز کے مطابق مَیں پوری طرح تیار ہوں کہ ہندوستان سے ایک ایسا معاہدہ کیا جائے جس کے ذریعے زمینی مواصلات کا مناسب انتظام ہو سکے جو کُل ہند معیار کے مطابق ہو، آمد و رفت کے وسائل اور رسل و رسائل کے مشترکہ استعمال کو یقینی بنایا جا سکے اور باہمی اتفاق رائے سے ملکی دفاع میں حیدرآباد اپنے حصّے کی افواج فراہم کر سکے۔ مزید برآں مجھے اس معاہدے میں یہ بھی منظور ہے کہ مَیں اپنی ریاست کے امورِ خارجہ کو ہندوستان کی خارجہ پالیسی کے مطابق چلاؤں۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ اگر دونوں مملکتوں کے درمیان خدانخواستہ مخاصمت پیدا ہو جائے تو حیدرآباد اس سے الگ تھلگ رہے۔ مَیں سوچ بھی نہیں سکتا کہ میری ریاست پاکستان کے خلاف معاندانہ پالیسی اپنائے۔ لہٰذا معاہدے میں ایک ایسی شرط ہونی چاہیے کہ ایسی صورت میں حیدرآباد غیر جانبدار رہ سکے۔ مزید برآں برطانیہ میں حیدرآباد کا ایجنٹ جنرل[1] اس وقت بھی موجود ہے لہٰذا ہمیں یہ حق بھی ملنا چاہیے کہ ضرورت پڑنے پر حیدرآباد دوسرے ممالک میں بھی اپنے نمائندے مقرر کر سکے۔

(پیرا ۴ حذف کر دیا گیا)

۵۔ اس سے پہلے کہ مَیں ان شرائط کا ذکر کروں جو اس نوع کے معاہدے میں شامل ہونی چاہئیں مَیں اپنی حیرت اور افسوس کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ ۵ اگست تک حیدرآباد کی مذاکراتی کمیٹی دہلی میں پندرہ روز موجود رہی لیکن ہندوستان کے ذمہ دار افراد نے، تاوقتیکہ حیدرآباد پہلے الحاق کرنے

پر راضی نہ ہو جائے، کسی موضوع پر یہاں تک کہ علیٰ حالہ معاہدے اور برار کے بارے میں بھی مذاکرات کرنے سے انکار کر دیا۔ میری کمیٹی نے بالکل واضح کر دیا کہ ماسوائے الحاق کے حیدرآباد ہر قسم کے میثاقی تعلقات قائم کرنے پر تیار ہے۔ ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء کی یادداشت میں ریاستوں کے لئے یہ اختیار خصوصی طور پر شامل کیا گیا تھا کہ وہ الحاق کے بجائے دیگر سیاسی تعلقات قائم کر سکتی ہیں اور ۳ جون کے اعلان[۲] میں اس کی توثیق کی گئی تھی جسے کانگریس اور مسلم لیگ نے منظور کیا تھا۔ حکومتِ ہند نے بدنظمی سے بچنے کیلئے علیٰ حالہ انتظامات کی سفارش کی تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قانونِ آزادیٔ ہند کی دفعہ ۷[۳] پورے مسئلے کا حل پیش نہیں کرتی اسی وجہ سے حیدرآباد ایک علیٰ حالہ معاہدے پر گفت و شنید کا خواہشمند تھا، لیکن مملکتِ ہندوستان کے ذمہ دار افراد نے مذاکرات میں حصہ لینے سے قطعاً انکار کر دیا۔ اس کے باوجود میری حکومت اپنی پوری کوشش کرے گی کہ اس طرح کے معاہدے کے بغیر بھی کوئی انتظامی تعطّل پیدا نہ ہونے پائے جو دونوں کے لئے باعثِ زحمت ہو۔ اگر اس قسم کا تعطّل پیدا ہوا یا کوئی رکاوٹ پیش آئی تو اس کی تمام تر ذمہ داری مملکتِ ہندوستان پر ہوگی۔

۶۔ اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ برار کے موضوع پر مذاکرات کرنے سے بھی انکار کر دیا گیا۔ ملک معظّم کی حکومت اور موجودہ اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ نے برار پر میری فرمانروائی کو تسلیم کیا ہے اور میرے اس قانونی حق کو مانا ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد اس علاقے کا نظم و نسق مجھے واپس مل جائے گا۔ مَیں اس بات پر تیار ہوں کہ جب تک پورا مسئلہ خوش اسلوبی اور منصفانہ طور پر حل نہیں ہوتا اس وقت تک اس علاقے کا بندوبست حسبِ سابق رہے۔ لیکن نئی مملکت کے ذمہ دار افراد اس مسئلے پر گفتگو کرنے سے بالکل گریز کر رہے ہیں تاوقتیکہ مَیں الحاق پر راضی نہ ہو جاؤں، جب کہ مَیں مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر ایسا کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے (اگر چہ اس کا یقین کرنا میرے لئے مشکل ہے) کہ میرے تسلیم شدہ حقوق کو نظر انداز کر کے ہندوستان کی نئی مملکت اپنے عہدِ حکومت کا آغاز میرے علاقے کو چھین کر کرنا چاہتی ہے۔

۷۔ (ہندوستان کی طرف سے) مذاکرات سے اس وقت تک انکار کو، جب تک حیدرآباد الحاق پر

راضی نہ ہو جائے ، مَیں ایک دھمکی اور جلد فیصلہ کرنے کیلئے دباؤ ہی سمجھوں گا۔ ملک معظّم کی حکومت کی جانب سے ریاستوں سے کئے گئے وعدوں کو پورا کرنے کی جو ذمہ داری تاج شاہی کے نمائندے کی حیثیت سے آپ پر عائد ہوتی ہے امید ہے کہ اسے پورا کرتے ہوئے آپ اس جارحانہ پالیسی کا تدارک کریں گے جو ملک معظّم کی حکومت کے وعدوں اور پالیسی کے یکسر خلاف ہے۔

۸۔ میرے جیسے تجویز کردہ کسی معاہدے میں مختلف معاملات کا احاطہ ہونا چاہیے جس میں کسٹم کا معاہدہ اور ۱۸۰۲ء کے تجارتی معاہدے[۴] کی شرائط بھی شامل ہوں۔ اس معاہدے پر حکومتِ برطانیہ اور میرے درمیان بڑے عرصے سے تنازعہ چلا آ رہا ہے۔ لیکن اس خط میں ان شرائط کی تفصیل دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ اگر میری تجویز پر مبنی اس معاہدے کو اصولی طور پر مان لیا گیا تو مجھے یقین ہے کہ جس طرح دونوں فریق ان مشکلات کو تسلّی بخش طور پر حل کرنے کیلئے بے چین ہیں ، ہم بغیر کسی دشواری اور تاخیر کے کسی سمجھوتے پر متفق ہو جائیں گے۔

۹۔ تاہم اگر ہندوستان کے ذمہ دار افراد میرے تجویز کردہ معاہدے پر مذاکرات کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں تو مَیں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پیش کش کو شائع کر دوں تا کہ جو پالیسی مَیں اختیار کروں ، اور جسے پوشیدہ رکھنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ، اسے میری ریاست کے عوام اور بیرونی دنیا کے لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خاں

۱۔ نواب میر نواز جنگ
۲۔ جناح پیپرز جلد اول / حصہ دوم ۔ اپنڈکس ا
۳۔ جناح پیپرز جلد دوم ۔ دستاویز نمبر ا
۴۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۵.۱.۱۰

محمد علی جناح سے انٹرویو پر علی یاور جنگ کا نوٹ[۱]

اشوکا ہاؤس۔نئی دہلی

۴ اگست ۱۹۴۷ء

اعلیٰ حضرت نے ۲۹ جولائی کو جو نوٹ[۲] مسٹر جناح کو بھیجا تھا اسی موضوع پر ۴ اگست کی سہ پہر وزیر اعظم،[۳] آئینی امور کے وزیر،[۴] اور وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ[۵] نے مسٹر جناح سے ملاقات کی۔ اسی دن مسٹر جناح سے سر والٹر مانکٹن علیحدہ سے بھی ملے۔[۶] اس ملاقات میں مانکٹن نے مسٹر جناح کو وہ باتیں بتائیں جو گذشتہ رات وائسرائے کے ساتھ ہوئی تھیں۔

مسٹر جناح نے کہا کہ جو پالیسی وائسرائے اور کانگریس اختیار کر رہے ہیں وہ ملک معظم کی حکومت کی اعلان کردہ پالیسی کے سراسر خلاف ہے جس میں بلاشبہ دو متبادل حل تجویز کیے ہیں، یعنی الحاق یا سیاسی تعلقات اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریاستوں کو فیصلے کیلئے وقت دیا جائے گا اور یہ فیصلہ آزادانہ اور رضا کارانہ ہوگا۔ اگر ملک معظم کی حکومت اپنے ضمیر کی ذراسی بھی آواز سن رہی ہو تو اسے وائسرائے اور کانگریس کی دھمکیوں کو لگام دینے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ کم از کم برطانیہ کی قدامت پسند پارٹی ضرور اس کے خلاف آواز اٹھائے گی۔

برار کے متعلق وائسرائے نے جو کچھ کہا ہے وہ دن دیہاڑے ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ گویا بندوق کی نوک پر الحاق کے معاہدے پر دستخط کرائے جا رہے ہیں۔ برار پر نظام کے قانونی اور آئینی حق کو ملک معظم کی حکومت نے تسلیم کرلیا ہے اور نظام حق پر ہیں۔ اب جو دھمکی دی جارہی ہے وہ زبردست کا ٹھینگا سر پر کے مصداق ہے۔ برار پر نظام کا قانونی استحقاق برقرار رکھنے کے لئے اگر اتنا کچھ بھی نہ کیا جا سکے جو ضروری ہے، تو اس سے نظام کو تو کچھ فرق نہیں پڑے گا البتہ کانگریس پارٹی کے ضمیر اور اسکے افعال کے پس پشت کارفرما اخلاقی پستی کی قلعی دنیا پر ضرور کھل جائیگی۔ مسٹر جناح نے کہا ہے کہ وہ توقع نہیں کرتے کہ ''برطانوی عوام کا ضمیر اور عزت نفس کا احساس اس طرز عمل کی تائید کرے گا۔'' انہوں نے کہا کہ اگر اعلیٰ حضرت اور ان کے مشیر الحاق کے

خلاف واقعتاً فیصلہ کر چکے ہیں تو پھر ثابت قدمی اور دیانت داری سے انہیں اس پر قائم رہنا چاہیے۔ اقتصادی پابندیوں کی دھمکیوں پر اوّل تو عمل نہیں ہوگا اور بالفرض اگر ایسا ہوا بھی تو اعلیٰ حضرت کو چاہیے کہ وہ صاف صاف کہہ دیں:

''جو تمہاری مرضی ہو کر لو اور جو دھمکیاں چاہے دے لو میں کسی ضابطۂ الحاق پر دستخط نہیں کروں گا اور نہ ہی میں یونین میں شامل ہوں گا تاوقتیکہ میرا ضمیر اس کی اجازت نہ دے۔ تمہیں مجھے مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور میں اپنی مرضی کے مطابق راستہ اختیار کرنے میں آزاد ہوں۔''

مسٹر جناح کا کہنا ہے کہ ہر قسم کی دھمکی اور اشتعال کے مقابل اپنے حق پر ڈٹے رہنا بھی آخر کوئی چیز ہے۔ اگر حالات انتہائی بدتر ہو جائیں تو بنیادی اصولوں پر سمجھوتہ کرنے سے لڑتے ہوئے مر جانا کہیں بہتر ہے۔ مسٹر جناح نے حضرت امام حسینؓ کی مثال دی جو ان کے خیال میں تاریخ میں شہادت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جنہوں نے حق کیلئے لڑتے ہوئے جان قربان کر دی۔ دنیا کی وہ کون سی سختی تھی جو اُن پر اور اُن کے رفقاء پر روا نہیں رکھی گئی لیکن وہ ثابت قدم رہے یہاں تک کہ ایک ایک کر کے ان کو ذبح کر دیا گیا۔ فتح اخلاقی قدروں کی ہوئی اور انہوں نے اس کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ دیا۔ نظام اور ان کے مشیروں اور ان کے عوام کو بھی اس پر کاربند رہنا چاہیے۔ اگر نوبت بدترین صورتحال تک پہنچ جائے تو جبر کے آگے سر جھکانے یا اپنے حق سے دستبردار ہونے سے بہتر ہے کہ وہ اپنی گدی کو خیرباد کہہ دیں اور دنیا پر یہ ثابت کر دیں کہ انہوں نے طاقت کے آگے سر نہیں جھکایا اور حق پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ مسٹر جناح نے کہا کہ خود ہمارے دور میں انتہائی کٹھن دشواریوں کے مقابلے میں انگلستان نے یہی کیا۔ اسکے عوام آخر تک ڈٹے رہے اور حالات کا پانسہ پلٹ دیا۔ انہوں نے عزم واستقامت کے ذریعے شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا۔

ملک معظم کی حکومت کی واضح پالیسی کے برخلاف وائسرائے اور کانگریس جن دھمکیوں اور جبر سے کام لے رہے ہیں ریڈیو (اور اخبارات وجرائد) کے ذریعے دنیا کو اس سے باخبر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عام آدمی کو پتہ لگ سکے کہ ان (وائسرائے اور حکومتِ ہند) کا طرزِ عمل کتنا

ناحق ہے اور حیدر آباد کا موٴقف کتنا حق وصداقت پر مبنی ہے۔ تاہم اس قسم کا جو بھی اعلان کیا جائے اس میں یہ وضاحت کردینی ضروری ہوگی کہ حیدر آباد علیٰ حالہ انتظام میں شمولیت کیلئے پوری طرح تیار ہے جو کہ انتظامی مشینری کے ٹھپ ہو جانے اور افراتفری سے بچنے کیلئے ضروری ہے۔ یہ واضح کر دینا بھی انتہائی ضروری ہے کہ حیدر آباد استحکام قائم رکھنے کیلئے اپنی اور ہندوستان کی اعانت کیلئے مناسب حالات پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا اعلان ہونے تک کانگریس اسی طرح علیٰ حالہ سمجھوتوں پر مذاکرات کرنے سے انکار کرتی رہی تو نتائج کی تمام تر ذمہ داری اس کے سر ہوگی۔ مذکورہ بالا اعلان میں یہ ذکر بھی کیا جائے کہ اگرچہ علیٰ حالہ سمجھوتوں کیلئے الحاق کی شرط قطعاً ضروری نہیں، بلکہ ان سمجھوتوں کا الحاق سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ایسے سمجھوتے کرنے سے انکار کیا جارہا ہے۔ یہ اس لئے کہ ریاست نے الحاق منظور نہیں کیا اور دوسرا متبادل حل چنا ہے جس کی پیشکش نہ صرف ملک معظم کی حکومت نے بلکہ ۳ جون کے منصوبے کو منظور کرتے ہوئے سیاسی جماعتوں نے بھی کی تھی۔

اعلیٰ حضرت کے اس سوال پر کہ پاکستان کس حد تک حیدر آباد کی معاشی یا سیاسی میدان میں یا فوج، اسلحہ اور ساز و سامان وغیرہ سے مدد کرسکتا ہے مسٹر جناح نے کہا کہ اس وقت ان کیلئے یہ ممکن نہیں کہ وہ کوئی واضح ضمانت دے سکیں۔ لیکن انہیں یقین ہے کہ وہ اور پاکستان حیدر آباد کی ہر قسم کی مدد کرنے کیلئے تیار ہوں گے۔ اس مسئلے پر کسی شک کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ مطلوبہ ضمانتیں تو مستحکم حکومتیں بھی نہیں دے سکتیں کیونکہ اس کا انحصار موقع و محل پر ہوتا ہے۔ پچھلی جنگ میں جب برطانیہ نے پہلی مرتبہ امریکہ سے مدد کی درخواست کی تھی تو امریکہ نے بھی کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا لیکن بعد میں امریکہ نے مختلف طریقوں سے بتدریج مدد کرنی شروع کر دی یہاں تک کہ وہ خود جنگ میں کود پڑا۔ انگلستان کو شکست کا سامنا تھا مگر اس کی خوش قسمتی سے ہٹلر کی توجہ انگلستان سے ہٹ گئی اور اس نے روس پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے روس اور انگلستان میں اتحاد ہوگیا اور انگلستان ایک بڑے حملے سے بچ گیا۔ اس کے بعد امریکہ جواب تک محض اخلاقی طور پر اور ساز و سامان کے ذریعے مدد کررہا تھا اپنے خلاف جاپان کے حملے کی وجہ سے

جنگ میں شامل ہو گیا۔ یہ مشیّتِ ایزدی تھی، ورنہ سارے حالات انگلستان کے خلاف تھے، اور اسی کی وجہ سے اتحادیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اگر حیدرآباد میں پامردی، ثابت قدمی اور ہمّت ہے تو پٹرول یا مٹی کے تیل کی کمی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ روسیوں کی ناکہ بندی کی گئی تھی لیکن انہوں نے جنگ جیت لی۔ اسی طرح حیدرآباد کو بھی دھمکایا جا رہا ہے لیکن اگر لڑنے کیلئے تو پیں نہیں اور اگر پٹرول کی نایابی کے سبب مشینی جنگ نہیں کی جا سکتی تو لڑائی کے دوسرے طریقے بھی ہیں۔

وزیراعظم نے ملاقات کرنے اور اعلیٰ حضرت کے اٹھائے ہوئے نکات پر اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرنے پر مسٹر جناح کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی کہا کہ مسٹر جناح کے نام اپنے خط میں اعلیٰ حضرت نے جو درخواست کی تھی اس کے مطابق وہ تحریری جواب کے منتظر ہوں گے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ کام کی کثرت ہے اور پاکستان کے قیام میں بہت کم وقت رہ گیا ہے لہٰذا ان کیلئے اعلیٰ حضرت کے اٹھائے گئے ہر ہر نکتے پر تفصیلی خط لکھنا ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ اس انٹرویو کی روداد تیار کر لی جائے۔ یہ روداد اسی رات ساڑھے نو بجے مسٹر جناح کو دکھائی جائے اور اگر وہ کوئی ترامیم کرنا چاہیں تو کر کے روداد پر دستخط کر دیں گے تاکہ اسے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا جا سکے۔ وزیراعظم نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور آئینی امور کے وزیر سے درخواست کی گئی کہ وہ یہ روداد تیار کریں۔

(نواب علی یاور جنگ)

مندرجہ بالا نوٹ اس انٹرویو کی صحیح عکاسی ہے اور میرے نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتا ہے اور مجھے امید ہے کہ اعلیٰ حضرت ثابت قدم رہ کر اسے منظور کرتے ہوئے اس پر عمل کریں گے اور مَیں اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری مدد فرمائے کیونکہ ہم حق پر ہیں۔

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۲۴

۲۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۶ کا ملفوفہ

۳۔ نواب احمد سعید خاں چھتاری

۴۔ نواب علی یاور جنگ

۵۔ سیّد عبدالرحیم
۶۔ مانکٹن نے وائسرائے پر زور دیا تھا کہ وہ نظام کو عجلت یا دباؤ میں نہ ڈالیں تا کہ وہ معاہدے کے ذریعے تسلی بخش پیشکش کرنے کا فیصلہ کرسکیں۔ اس کے برعکس ماؤنٹ بیٹن نے دھمکایا کہ اگر نظام ہندوستان سے الحاق نہیں کریں گے تو حیدرآباد تباہ ہو جائے گا اور وہ خود بھی تخت سے محروم ہو جائیں گے۔
۷۔ دوسری جنگ عظیم

5.1.11

لوئی شیفنر (Louise Shaffner) بنام جارج مارشل[۱]

(امریکی نیشنل آرکائیوز)

محدود

امریکی قونصل خانہ۔ مدراس

۶ اگست ۱۹۴۷ء

جناب عالی!

ریاستِ حیدرآباد میں سیاسی صورتحال کا ایک مختصر جائزہ پیشِ خدمت ہے:

(پہلا پیرا حذف کر دیا گیا)

آزادی

۲۔ نظام کا یہ دعویٰ بہت پرانا اور مشہور ہے کہ وہ ایک خودمختار حکمراں ہیں۔ گزشتہ مہینوں کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں بھی وہ اپنے مؤقف پر قائم رہے ہیں اور غالباً ممکنہ حد تک اسے برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے۔ دونوں میں سے کسی ایک مملکت کے ساتھ علیٰحدہ انتظام پر گفت وشنید سے ان کے دعوے پر اثر نہیں پڑتا۔ ساتھ ہی حکومتِ ہندوستان سے مصالحت کی خواہش کا اظہار بھی ہے کیونکہ نظام کو (انڈین) یونین میں شامل ہو کر یا باہر رہ کر بہر حال ہندوستان کی حکومت سے سابقہ پڑنا ہے۔

اخباروں میں آزادی کے حق میں اور اس کے خلاف دلائل دیے جا رہے ہیں۔ حیدرآباد کے ایک اخبار میں یہ مضمون چھپا تھا کہ جدید تصوّر کے تحت ایک آزاد ریاست کو اپنے فرائض کی

انجام دہی کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ سب حیدرآباد میں موجود ہیں اور اسے نہ صرف ہندوستان کی تمام ریاستوں میں اوّلیت حاصل ہے بلکہ اقوام متحدہ کے بہت سے ممالک کے ساتھ اس کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔اس مضمون میں اپنے دعوے کے ثبوت میں ریاست کے حجم، آبادی، مالی وسائل، تعلیم وغیرہ کے اعداد وشمار کے علاوہ تاریخی، جغرافیائی اور دفاعی عوامل کا ذکر کیا گیا ہے۔

مخالف اخبار آزادی کے خلاف آبادی میں ہندو اکثریت کی دلیل پیش کرتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نظام خودمختار حکمراں کبھی بھی نہیں تھے بلکہ ان کے آباءواجداد پشت در پشت پہلے مغلیہ سلطنت پھر مرہٹہ حکومت اور بعد میں سلطنتِ برطانیہ کے باجگذار رہے ہیں۔لہٰذا اس لحاظ سے موجودہ نظام انڈین یونین کے باجگذار ہیں۔ وائسرائے نے اپنی ۲۵ جولائی کی تقریر[۲] میں ریاستوں کو کسی ایک ڈومینین میں شمولیت کا مشورہ دیا تھا اور اس تقریر پر کانگریس کے ردّعمل سے اخبارات بھرے پڑے ہیں لیکن خود والیانِ ریاست یا ان کی حکومت کا تبصرہ ناپید ہے۔

اخبارات میں اعلان کیا گیا ہے کہ ۱۹ جولائی سے حیدرآباد میں ریزیڈنسی کا علاقہ نظام کی حکومت کی تحویل میں دے دیا گیا ہے اور یہ کہ ۱۲ جولائی سے ''برطانوی ریزیڈنٹ نظام کی حکومت کی حفاظت میں آگئے ہیں۔'' اسی دن ریاستی فوج کے ایک دستے نے ہندوستانی دستے کی جگہ ریزیڈنٹ کی حفاظت کی ذمہ داری سنبھال لی ہے۔مختلف شہروں میں واقع آٹھ ہوائی اڈوں کا قبضہ حال ہی میں حکومتِ حیدرآباد نے رائل ائرفورس سے لے لیا ہے، ان میں سے تین بڑے اڈّے ہیں۔اسی سے نظام کے ارادوں کا پتہ لگتا ہے کہ قبل اس کے کہ انہیں روکا جائے وہ چاہتے ہیں کہ جتنی دور اور جس قدر جلد آگے جاسکتے ہیں پہنچ جائیں۔شاید انہیں یہ خیال ہے کہ موقعے پر موجود حقیقت (Fait Accompli) سے جو حاصل ہوسکتا ہے وہ مذاکرات سے نہیں مل سکتا۔

وائسرائے نے ۳ اگست کی تاریخ مقرر کی تھی تا کہ اس وقت تک ریاستیں ہندوستان میں شمولیت کا فیصلہ کرلیں۔اس تاریخ کے گذر جانے کے بعد نظام کیلئے فیصلہ کرنے کا وقت کم ہوتا جارہا ہے اور شاید وہ جلد فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہندوستان میں شمولیت کیلئے ٹراونکور کا

اتباع نہ کرنا اب نظام کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ اخباروں کی اطلاع ہے کہ نواب چھتاری حیدرآباد اور دہلی کے درمیان چکر کاٹ رہے ہیں[۳] اور ۱۳ جولائی کو یہ رپورٹ بھی شائع ہوئی کہ حیدرآباد نے ہندوستان میں شمولیت کا فیصلہ کرلیا ہے[۴] اس رپورٹ کی حیدرآباد کے آئینی امور کے وزیر اور دہلی میں حیدرآباد کے وفد کے ایک رکن علی یاور جنگ نے ان الفاظ میں تردید کی:[۵]

''ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے، بلکہ حیدرآباد کے وفد نے متعلقہ افراد سے صاف کہہ دیا ہے کہ حیدرآباد کسی ڈومینین میں شامل ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا۔''

برار پر دعویٰ

نظام کی برار کی واپسی کی توقع شاید اسی طرح رائیگاں رہے جیسے ان کی اپنی آزادی کی امید۔ درحقیقت نہ تو انڈین یونین اور نہ ہی برطانوی حکومت کا ارادہ ہے کہ نظام کو برار واپس کر دیا جائے۔ نظام نے حال ہی میں اخباروں میں اعلان کیا ہے کہ وہ اس معاملے میں طاقت استعمال نہیں کریں گے اور اگر یہ بیان صحیح ہے تو پھر برار کا ہندوستان میں شامل رہنا یقینی ہو جائے گا۔

داخلی سیاست

ہندوؤں کی ۸۸ فیصد اکثریت پر ۱۲ فیصد مسلمانوں کی اقلیّت کا غلبہ جمہوری تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یعنی حیدرآباد کو کسی طرح جمہوری ریاست نہیں کہا جاسکتا۔ حیدرآباد میں مقیم ایک امریکی سے حال ہی میں جب یہ سوال کیا گیا کہ کیا وہاں کے مسلم حکمراں اپنی رعایا کو قابو میں رکھنے کیلئے سائمن لگری[۶] (Simon Legree) کا طریقہ استعمال کر رہے ہیں تو اس نے جواب دیا:

''وہی طریقہ تو نہیں البتہ انتظامیہ کی باگ ڈور چند افراد کے ہاتھوں میں ہے اور ان کا پختہ ارادہ یہی ہے کہ اس صورتحال میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔''

مسلمانوں کی سرکردہ جماعت اتحادالمسلمین جو حیدرآباد کی مسلم لیگ ہے حالیہ مہینوں میں زور پکڑتی جارہی ہے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس جماعت کو نظام کی خفیہ حمایت بھی حاصل ہے اور اسی جماعت کے اشارے پر نواب چھتاری کو سرمرزا اسمٰعیل کی جگہ وزیراعظم بنایا گیا ہے کیونکہ سرمرزا ہندوؤں

سے کچھ زیادہ تعاون کا انداز اختیار کر رہے تھے۔ اخبارات میں اتحاد المسلمین پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ ریاست کی آزادی کا پرچار کر رہی ہے (اگر ضرورت پڑے تو طاقت کے ذریعے بھی) تا کہ حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ ہی میں رہے اور یہ کہ وہ زیر نگیں طبقے (غیر مسلموں) کو خوفزدہ کرنے کیلئے (مسلمانوں کو) ہر قسم کے تشدّد اور جبر پر اکسا رہی ہے۔ وارنگل میں حیدر آباد کی آزادی کا دن منانے کے دوران ۲۷ جنوری اور اس کے کئی دن بعد تک جو فسادات ہوتے رہے اس میں ۲۵ افراد مارے گئے اور دو ہزار زخمی ہوئے اس کے علاوہ پانچ لاکھ روپے کی املاک تباہ ہوئیں۔ ہندو اخبارات نے اس کی ذمّہ داری نظام اور اتحاد المسلمین دونوں پر ڈالی ہے۔ اس الزام میں کتنی حقیقت ہے اس کا پتہ ابھی تک نہیں لگ سکا۔

مذکورہ بالا امریکی باشندے کے خیال میں جہاں تک امن وامان کا تعلق ہے پولیس اور فوج دونوں ہی نظام کے وفادار ہیں اور یہ کہ مستقبل قریب میں کسی ہنگامے کا امکان نہیں ہے۔ لیکن وہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اگر فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو گئے تو صورتحال کیا ہوگی۔ تاہم حکومت کی یہی کوشش ہوگی کہ حالات حسبِ سابق رہیں اور امن وامان قائم رہے۔ شام کے اخبارات میں حکومت کی امن وامان قائم رکھنے (خاص طور پر ۱۵ اگست کو) کی اپیل شائع ہوئی ہے۔

ماحصل

اگر چہ بالواسطہ ذرائع اور اخبارات سے صورتِ حال کا صحیح جائزہ لینا مشکل ہے لیکن نظر یہ آتا ہے کہ نظام موقعے کا انتظار کر رہے ہیں اور صرف وہی مراعات دینے پر راضی ہیں جن سے ان کے بارے میں اچھا تاثر پیدا ہو اور وہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ شاید ایسے حالات پیدا ہو جائیں جس میں وہ اپنی بات منوا سکیں۔

آپ کا اطاعت گزار

لوئی شیفنر

امریکی نائب قونصل

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۰

۲۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۱

۳۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۵

۴۔ ۲۹ جولائی کو اتحاد المسلمین کے صدر سیّد قاسم رضوی نے الزام لگایا کہ حیدر آباد کا وفد کانگریس سے مل گیا ہے اور یہ کہ چھتاری اور مانکٹن حیدر آباد کے مفادات کے خلاف کام کر رہے ہیں۔۔ پاکستان ٹائمز ۱۳ جولائی ۱۹۴۷ء

۵۔ پاکستان ٹائمز یکم اگست ۱۹۴۷ء

۶۔ ہیریٹ اسٹو (Harriet Stowe) کی کتاب ''انکل ٹامز کیبن'' (*Uncle Tom's Cabin*) کا ایک کردار۔ یہاں اس کا مطلب تابع فرمان کرنے کا طریقہ ہے۔

۵.۱.۱۲

وائسرائے کی اپنے عملے کے ساتھ سرسٹھویں میٹنگ کی روداد[۱]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز—اقتباس)

خفیہ

۷ اگست ۱۹۴۷ء

شرکاء

لوئی ماؤنٹ بیٹن

ایچ ایل ازمے — آئی ڈی اسکاٹ

جارج ایبل — اے کیمبل جانسن

وی پی مینن — وی ایف ارسکین کرم

ڈگلس کیوری — سیموئل کک[۲]

والٹر کرسٹی (Walter Christie)

آئٹم نمبر ۸

حیدر آباد

وائسرائے نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان سے الحاق کرنے کا فیصلہ نظام نے ابھی تک اس لئے نہیں کیا ہے کہ مسلمان اگرچہ ریاست کی آبادی کا صرف ۱۵ فیصد ہیں لیکن وہ

حکومت، پولیس اور فوج کے تقریباً تمام عہدوں پر قابض ہیں۔ لہٰذا نظام کو غیر مسلموں کی بغاوت کے بجائے (جن کی ریاست میں اکثریت ہے) مسلمانوں کی بغاوت سے چوکس رہنا ہے۔ نظام کا خیال ہے، اور اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے، کہ الحاق کا قدم اٹھانے سے پہلے اس طاقتور اقلیت کا ذہن ہموار کرنے کیلیۓ وقت درکار ہے۔ تاہم سر والٹر مانکٹن نے اطلاع دی ہے کہ نظام سے ان کی بات چیت خوش اسلوبی سے چل رہی ہے اور وہ بتدریج ہمارے ہم خیال ہوتے جارہے ہیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۱
۲۔ وائسرائے کے آئینی مشیر

۵.۱.۱۳
نظام حیدرآباد بنام والٹر مانکٹن[۱]

(نجی)

حیدرآباد دکن

۹ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر سر والٹر مانکٹن

ہز ایکسی لینسی وائسرائے کے نام جو خط[۲] کل صبح آپ لے جارہے ہیں اس میں مَیں نے کہا ہے کہ اگر انڈین ڈومینین کو میری پیشکش منظور نہ ہوئی (جو اس خط میں درج ہے) تو مَیں اسے شائع کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا تاکہ ملک کے اندر اور باہر (سمندر پار بھی) لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ میری پیشکش کتنی منصفانہ اور مناسب تھی۔ لیکن پھر مَیں نے سوچا کہ اس پیشکش کو ہر حالت میں شائع کر دینا ضروری ہے (چاہے یہ منظور ہو یا مسترد ہو) کیونکہ خطرہ ہے کہ اپنی ۱۴ اگست کی نشریات میں انڈین ڈومینین کہیں میری اس پیشکش کو پوشیدہ رکھ کر حیدرآباد کے مفادات کے خلاف کوئی بات نہ کہہ دے۔ لہٰذا ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے مجھے یہ خط بہر حال ۱۲ یا ۱۳ اگست تک شائع کر دینا چاہیے تاکہ دنیا کے سامنے میرے مؤقف کی وضاحت ہو جائے۔ امید ہے کہ

مَیں نے اس خط میں جو کچھ لکھا ہے اس سے آپ وائسرائے کو آگاہ کر دیں گے۔

آپ کا مخلص

نظام سابع (میر عثمان علی خاں)

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۳

۲۔ دستاویز نمبر ۱.۹.۵ کا ملفوفہ

۵.۱.۱۴

والٹر مانکٹن بنام نظام حیدر آباد[۱]

(مانکٹن ٹرسٹیز نمبر ۳۰)

(تار)

رمزیہ

۱۰ اگست ۱۹۴۷ء

اعلیٰ حضرت کا خط[۲] مَیں نے وائسرائے کو دے دیا ہے[۳] اور کل دوبارہ ان سے ملاقات ہونے والی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ کل کی ملاقات کے بعد جب تک مَیں تار نہ بھیجوں ان خطوط کی تشہیر نہ کی جائے۔ پیشکش کی نامنظوری کا قیاس قبل از وقت نہ کریں۔ مَیں نے مطالبہ کیا ہے کہ چاہے علیٰ حالہٖ سمجھوتہ ہو یا نہ ہو یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ برار کی حیثیت حسبِ سابق ہی رہے گی اور انتظامی بندوبست اسی طرح برقرار رہے گا۔

مجھے دہلی میں منگل تک ٹھہرنا پڑے گا لیکن اپنی رپورٹ علی یاور جنگ کے ہاتھ بھیج دوں گا تا کہ کل رات آپ کو مل جائے۔

آداب وتسلیمات

والٹر مانکٹن

ا۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۴

۲۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۱۳ کا حوالہ ۲

۳۔ مانکٹن نے وائسرائے سے ۱۰ اگست کو ملاقات کی۔ ماؤنٹ بیٹن نے یقین دلایا کہ وہ حیدر آباد پر نامناسب دباؤ ڈالنے میں فریق نہیں بنیں گے اور یہ کہ وہ کوشش کریں گے کہ برار کی سابقہ حیثیت اور انتظامی بندوبست برقرار رہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنی ۱۵ اگست کی نشری تقریر میں حیدر آباد کے مخصوص مسائل کا ذکر کریں گے۔ دیکھئے ٹرانسفر آف پاور۔ جلد ۱۲ کی دستاویز نمبر ۴۲۰

کراچی مسلم لیگ ویمن نیشنل گارڈز کے درمیان

اسکول کے بچوں کے ہجوم میں

5.1.15

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام نظام حیدر آباد[1]

(ماؤنٹ بیٹن پیپرز)

۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

مجھے آپ کا ۸ اگست ۱۹۴۷ء کا خط موصول ہو گیا ہے[2] جس میں آپ نے انڈین ڈومینین کو ایک معاہدے کی پیشکش کی ہے، جس میں یہ اہتمام کیا جائے گا کہ حیدر آباد کی خارجہ پالیسی انڈین ڈومینین کی پالیسی کے عین مطابق چلائی جائے اور ہندوستان کے دفاع کے لئے آپ اپنے فوجی دستے فراہم کریں گے اور یہ کہ مواصلات کیلئے مناسب سمجھوتے کئے جائیں گے۔ مَیں جانتا ہوں کہ حیدر آباد میں آپ کن مخصوص مسائل سے دوچار ہیں نیز یہ کہ آپ ان تین معاملات میں انڈین یونین سے تعاون کیلئے آمادہ ہیں۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ انڈین ڈومینین کو ملک کے استحکام کی فکر لاحق ہے اور ان کے خیال میں یہ استحکام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان کی سرحدوں کے اندر واقع تمام ریاستیں ان کے ساتھ شامل ہو کر ایک منظّم یونین کی شکل اختیار نہ کر لیں۔ مَیں خود بھی یہ سمجھتا ہوں اور مَیں نے آپ کے مذاکراتی وفد اور مشیر سے بھی یہی کہا ہے کہ یونین میں شمولیت سے ہندوستان اور آپ کی ریاست دونوں کو فائدہ پہنچے گا۔[3] لیکن ساتھ ہی مجھے آپ کی مشکلات کا بھی احساس ہے اور مَیں نہیں چاہتا کہ جلد فیصلے کے لئے آپ پر زور ڈالوں۔ ان حالات میں ۱۵ اگست کو اگرچہ میری حیثیت بطور شاہی نمائندہ ختم ہو جائے گی لیکن مَیں نے حکومتِ ہندوستان کے ذمہ دار افراد سے رضامندی حاصل کر لی ہے کہ مزید دو مہینے آپ سے اپنے مذاکرات جاری رکھوں تا کہ اس دوران ہمارے خیالات میں ہم آہنگی ہو جائے۔ جن شرائط پر مَیں نے الحاق کی تجویز پیش کی تھی وہ اس عرصے میں حیدر آباد کیلئے (بطور خاص) اسی طرح برقرار رہیں گی۔

(پیرا (۲) اور (۳) حذف کر دیے گئے)

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۶

۲۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۱۳ کا حوالہ ۲

۳۔ جناح پیپرز جلد سوم۔ دستاویز نمبر ۱۷۸ کے انیکشر کا ملفوفہ

۵.۱.۱۶

نظام حیدر آباد بنام لوئی ماؤنٹ بیٹن[1]

حیدر آباد دکن

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لارڈ ماؤنٹ بیٹن

آپ کے ۱۲ اگست کے خط کیلئے ممنون ہوں[2] جو سر والٹر مانکٹن نے لا کر مجھے دیا۔ اس موضوع پر سر والٹر سے میری طویل گفتگو ہوئی۔ میرے لئے یہ اطمینان کا باعث ہے کہ آپ میری اس آمادگی کی قدر کرتے ہیں کہ مَیں انڈین ڈومینین سے تین اہم امور یعنی خارجہ، دفاع اور مواصلات میں تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے خط سے یہ پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ برار کے موجودہ انتظام یا حیثیت میں ردّ و بدل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

۲۔ آپ میرے ۸ اگست کے خط[3] سے جان گئے ہوں گے کہ مَیں الحاق کے معاہدے پر دستخط کرنے کیلئے تیار نہیں لیکن بہر حال میری بھی آپ ہی کی طرح یہی خواہش ہے کہ ہم سب کیلئے کوئی تسلّی بخش حل نکل آئے اور مجھے امید ہے کہ مذاکرات جاری رہنے سے یہ مقصد ضرور حاصل ہو جائے گا۔

آپ کا مخلص

میر عثمان علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۷

۲۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۱۲

۳۔ دستاویز نمبر ۵.۱.۱۳ کا حوالہ ۲

۵.۲
کشمیر
۵.۲.۱
ولفرڈ ویب[1] (Wilfred Webb) بنام جارج ایبل[2]
(تار)

سری نگر

۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

وائسرائے کے تار مورخہ ۲۸ جولائی کے حوالے سے

موصول شدہ پیغام پہنچا دیا گیا ہے۔[3] مہاراجہ کا کہنا ہے کہ اس مرحلے پر گاندھی یا نہرو کا یہاں آنا نہ صرف انتہائی نامناسب ہے بلکہ اس کے اثرات پورے ہندوستان کے لئے بھی خطرناک ہو سکتے ہیں۔ ریاست میں داخلے پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن یہ بات ذہن میں رکھیں کہ امن وامان کی خاطر ہر قسم کے جلسے جلوس پر پابندی لگی ہوئی ہے۔ اگر یہ دورہ ناگزیر ہے تو کشمیر کی حکومت اپنی پوری کوشش کرے گی کہ اس دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو لیکن کوئی ضمانت دینے کیلئے تیار نہیں ہے۔[4] جہاں تک دونوں میں سے کسی ایک ڈومینین سے وابستگی کا سوال ہے تو مہاراجہ کہتے ہیں کہ ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہوا۔

۱۔ کشمیر میں برطانوی ریذیڈنٹ
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۶
۳۔ وائسرائے نے نہرو کے مجوزہ دورے سے مطلع کیا اور ہدایت کی کہ ان سے ''خوش خلقی'' سے پیش آیا جائے۔ بعد میں نہرو کی جگہ گاندھی کشمیر گئے۔ ٹرانسفر آف پاور جلد ۱۲۔ دستاویز نمبر ۲۶۹، ۲۷۷

۴۔ ایبل نے اپنے تار مورخہ ۳۰ جولائی میں ویب سے کہا کہ وائسرائے یہ امید رکھتے ہیں کہ ہر ممکنہ احتیاط کی جائے تا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہو۔ ویب نے ۳۱ جولائی کو تار بھیجا کہ ''وزیر اعظم نے یقین دلایا ہے کہ ہر ممکن احتیاطی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔'' بعد کے تاروں میں انہوں نے اطلاع دی کہ گاندھی نے سرینگر میں ۲ اور ۳ اگست کو کاک سے ملاقات کی اور ۳ اگست ہی کو مہاراجہ سے بھی ملے اور یہ کہ اسی شام انہیں بیگم عبداللہ سے بھی ملنا تھا۔ ۴ اگست کو ویب نے اطلاع دی کہ گاندھی خیریت سے جموں پہنچ گئے ہیں اور دوسرے دن سیالکوٹ روانہ ہو جائیں گے۔ ایک خط میں ماؤنٹ بیٹن نے کشمیر کے ریذیڈنٹ کو لکھا کہ انہیں ''خوشی ہے کہ گاندھی کا دورہ کامیابی سے مکمل ہوا۔'' دیکھئے آئی او آر۔ آر/۳/۱/۹۴

۵.۲.۲
محمد اسحاق بنام کے ایچ خورشید[۱]

جموں

۲۹ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر خورشید

مَیں ابھی سری نگر سے واپس آیا ہوں۔ کنونشن نے جو قرارداد منظور کی تھی وہ آپ نے پڑھ لی ہوگی۔ اس بارے میں آپ کا ردِّ عمل کیا ہے اس کی تو مجھے خبر نہیں لیکن ہماری جانب سے اس کی وضاحت ہونی ضروری ہے۔ ہم سرینگر اسی نیت سے گئے تھے کہ وہاں اپنے آزادی کے مطالبے کے حق میں بات کریں گے بلکہ چوہدری غلام عباس[۲] نے خود اس قرارداد کا مسودہ تیار کیا تھا۔ لیکن سرینگر میں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ ہمیں شدید مخالفت کا سامنا ہے۔ اوّل یہ کہ آبادی کی اکثریت آزادی کے بے کیف مستقبل سے زیادہ پاکستان میں شمولیت کیلئے کشش محسوس کرتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ کے حالیہ اعلان کو یہاں کے سیاسی حلقوں نے یہ معنی دیے ہیں کہ کشمیر پر ناقابلِ برداشت دباؤ ڈالا جائے گا کہ وہ کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق کر لے۔ ایسی صورت میں یہ محسوس کیا گیا کہ جہاں ایک جانب سے ہندوستان میں شمولیت کا مطالبہ کیا جا رہا ہے وہاں ہماری جانب سے خاموشی سے ریاست کی لازمی طور پر ہندوستان میں شمولیت کے خیال کو تقویّت حاصل ہوگی۔ دو دن کی ردّ و کد کے بعد مجلسِ عاملہ میں ہم اپنے نقطۂ نظر (یعنی آزادی) کو منوانے میں کامیاب ہو گئے لیکن تیسرے دن کنونشن میں کچھ رعایتیں دینی پڑ گئیں۔

ہمارا مطالبہ بہر حال وہی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ داخلی انتظامیہ کے تمام امور میں کشمیر آزاد ہو لیکن محلِ وقوع کی قربت، معاشی عوامل اور تہذیبی یگانگت کی بناء پر دفاع، مواصلات اور خارجہ امور میں پاکستان کے ساتھ تعاون کرے۔ اس رعایت کے علاوہ اور کوئی صورت قرارداد کو منظور کروانے کی نہیں تھی۔ ہمیں احساس تھا کہ ہم نے نہ صرف آپ کو مایوس کیا ہے بلکہ اپنے ابتدائی مطالبے سے بھی ہٹ گئے ہیں لیکن ہم پر جمہوری روایات کی پابندی بھی لازمی تھی۔ ہم مستعفی ہو سکتے تھے لیکن موجودہ حالات میں ایسا کرنا مفید نہیں تھا۔

دہلی میں وائسرائے اور مسٹر کاک کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اس کے متعلق آپ بہتر جانتے ہوں گے۔ ازراہ کرم اس معاملے کی تفصیل سے ہمیں آگاہ کر دیں، ہمارے مؤقف میں معمولی تبدیلی سے ہمیں عوامی حمایت حاصل ہو جائے گی اور ہماری جماعت کے استحکام میں بہت مدد ملے گی۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر ریاست ہندوستان میں شامل ہو گئی تو ریاست کے ہر کونے سے مسلمان اس کی مزاحمت کریں گے اور حالات پر قابو پانا حکومت کے بس میں نہیں رہے گا۔ ہم ایک مضبوط تنظیم بنانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔

ضمناً یہ بھی پوچھ لوں کہ کیا کشمیر کے مسٹر شاہمیری[۲] کی جن کو لیگ سے رابطہ قائم کرنے کیلئے خصوصی طور پر بھیجا گیا تھا ملاقات آپ سے ہوئی ہے اور ان کے منصوبے کیا ہیں۔ یہ بات آپ ہی بخوبی جانتے ہوں گے کہ ان پر کتنا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ کا پروگرام کیا ہے؟ نئی حکومت کے قیام کیلئے آپ کراچی کب جا رہے ہیں؟

آپ کا مخلص

محمد اسحاق

(اس خط کے آخر میں مندرجہ ذیل تحریر ہے)

ڈیئر خورشید

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے... (ذاتی تبصرہ حذف کر دیا گیا ہے) آر سی کاک نے قائداعظم سے ملاقات کی ہے۔[۳] کیا آپ ازراہ کرم بتا سکیں گے کہ اس ملاقات میں کیا

ہمارا مطالبہ بہر حال وہی ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ داخلی انتظامیہ کے تمام امور میں کشمیر آزاد ہو لیکن محلِ وقوع کی قربت، معاشی عوامل اور تہذیبی یگانگت کی بناء پر دفاع، مواصلات اور خارجہ امور میں پاکستان کے ساتھ تعاون کرے۔اس رعایت کے علاوہ اور کوئی صورت قرارداد کو منظور کروانے کی نہیں تھی۔ہمیں احساس تھا کہ ہم نے نہ صرف آپ کو مایوس کیا ہے بلکہ اپنے ابتدائی مطالبے سے بھی ہٹ گئے ہیں لیکن ہم پر جمہوری روایات کی پابندی بھی لازمی تھی۔ہم مستعفی ہو سکتے تھے لیکن موجودہ حالات میں ایسا کرنا مفید نہیں تھا۔

دہلی میں وائسرائے اور مسٹر کاک کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اس کے متعلق آپ بہتر جانتے ہوں گے۔ازراہ کرم اس معاملے کی تفصیل سے ہمیں آگاہ کر دیں، ہمارے مؤقف میں معمولی تبدیلی سے ہمیں عوامی حمایت حاصل ہو جائے گی اور ہماری جماعت کے استحکام میں بہت مدد ملے گی۔ یہ بات یقینی ہے کہ اگر ریاست ہندوستان میں شامل ہوگئی تو ریاست کے ہر کونے سے مسلمان اس کی مزاحمت کریں گے اور حالات پر قابو پانا حکومت کے بس میں نہیں رہے گا۔ہم ایک مضبوط تنظیم بنانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔

ضمناً یہ بھی پوچھ لوں کہ کیا کشمیر کے مسٹر شاہمیری[۲] کی جن کو لیگ سے رابطہ قائم کرنے کیلئے خصوصی طور پر بھیجا گیا تھا ملاقات آپ سے ہوئی ہے اور ان کے منصوبے کیا ہیں۔ یہ بات آپ ہی بخوبی جانتے ہوں گے کہ ان پر کتنا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ کا پروگرام کیا ہے؟ نئی حکومت کے قیام کیلئے آپ کراچی کب جا رہے ہیں؟

آپ کا مخلص

محمد اسحاق

(اس خط کے آخر میں مندرجہ ذیل تحریر ہے)

ڈیئر خورشید

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے...(ذاتی تبصرہ حذف کر دیا گیا ہے) آر سی کاک نے قائداعظم سے ملاقات کی ہے۔[۳] کیا آپ ازراہ کرم بتا سکیں گے کہ اس ملاقات میں کیا

برطانیہ کی دین ہے۔ یہ واحد ریاست ہے جس نے انگریز کی آمد پر اقتدارِ اعلیٰ اس کے سپرد نہیں کیا بلکہ اپنا اقتدارِ اعلیٰ انگریز ہی سے حاصل کیا۔ قاعدے کے مطابق تو جس وقت دینے والے کا اقتدارِ اعلیٰ ختم ہو تو آئینی طور پر یہ اقتدارِ اعلیٰ بھی خود بخود ساقط ہو جانا چاہیے۔ بہر حال ہم قانونی موشگافیوں میں نہیں پڑنا چاہتے۔ کشمیر کے سامنے تین متبادل راستے ہیں۔ یا تو وہ اپنی آزادی کا اعلان کر دے یا پھر ہندوستان میں یا پاکستان میں شامل ہو جائے۔ آئینی طور پر آزادی کا اعلان درست ہی سہی، لیکن یہ ایک مخلصانہ فعل نہیں ہوگا کیونکہ اس کا واحد مقصد موجودہ جابرانہ حکومت کو مضبوط کرنا اور اپنے اقتدار کیلئے ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ سے مستقل طور پر سودے بازی کرتے رہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حکمران دھڑے کے ہاتھ میں ایک ایسی چیک بک دے دی جائے جس سے کسی بھی بینک سے رقم نکالی جاسکتی ہے اور یہ دھڑا وقفے وقفے سے رقم نکال کران بدقسمت لوگوں کے لئے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں خریدے جنہیں تاریخ کے ایک بے رحم موڑ نے ظالموں کے قبضے میں دے دیا ہے۔ دوسرا متبادل راستہ ہندوستان کے ساتھ الحاق ہے اور یہ الحاق اسی طرح ناقابل فہم ہے جس طرح کروڑ پتی بنیوں سے پٹھانوں کا ملاپ۔ مسلم لیگ یا حکومتِ پاکستان نے کانگریس کی طرح ریاستوں کے ساتھ دباؤ، دھمکی، لالچ اور چاپلوسی کی پالیسی اختیار نہیں کی۔ ہم ریاست کی تعریف میں حکمران اور رعایا دونوں کو شامل کرتے ہیں۔ گلگت کے علاقے کی کشمیر کو بلا جواز واپسی[۲] کے باعث پہلے ہی پاکستان کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے۔ انگریزوں نے اس مسلم علاقے پر حکمرانی کے حقوق لمبے عرصے سے حاصل کئے ہوئے تھے اور چاہیے تو یہ تھا کہ پٹے کی مدّت ختم ہونے کے بعد اس مسلم علاقے کے حقوق جانشین مملکتِ پاکستان کو ملتے نہ کہ مہاراجہ کشمیر کو۔ یہ فیصلہ کرنے سے پہلے پاکستان کے محکمۂ خارجہ سے مشورہ کرنا چاہیے تھا۔ کشمیر کی ہندوستان میں شمولیت ایک واضح اور شدید ناانصافی ہوگی جسے کشمیر اور پاکستان کے مسلمان کبھی برداشت نہیں کریں گے۔ درحقیقت ایسا قدم ہندوستان اور پاکستان کے دوستانہ تعلقات کے لئے انتہائی خطرناک ہے کیونکہ اگر کشمیر کے مسلم عوام کے خلاف مہاراجہ نے ہندوستان کی افواج استعمال کیں جس طرح وہ ماضی میں برطانوی افواج استعمال کیا کرتا تھا تو

پاکستان کے مسلمان خاموش نہیں بیٹھیں گے۔عموماً آمر حکمراں اوران کے صلاح کار دور اندیشی کی صلاحیت سے محروم ہوتے ہیں لیکن اگر کشمیر دربار میں یہ صلاحیت ہے تو ان پر یہ واضح ہو جانا چاہیے کہ ریاست میں ان کی بقا کی صرف ایک ضمانت ہے یعنی ایک آزاد اور جمہوری پاکستان میں شمولیت۔۔

پاکستان ٹائمز، یکم اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۸
۲۔کانگریس کے صدر۔جنہوں نے جون ۱۹۴۷ء میں کشمیر کا دورہ کیا تھا۔
۳،۴۔اغلباً فلسفی سے کرپلانی اور مہاتما سے گاندھی مراد ہیں۔
۵۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء کو حکومتِ کشمیر نے پٹھان کوٹ کے راستے ریاست کو ہندوستان کے ملانے کی غرض سے کٹھوعہ روڈ کو پختہ کرنے کی منظوری دی جو ہندوستان سے ملانے والا واحد زمینی ذریعہ تھا۔
۶۔ یکم اگست ۱۹۴۷ء کو مہاراجہ کشمیر کو گلگت کی واپسی عمل میں آئی۔

۵.۲.۴

ولفرڈ ویب بنام جارج ایبل[۱]

(تار)

فوری/خفیہ
سرینگر
۱۲ اگست ۱۹۴۷ء

ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ کاک نے استعفیٰ دے دیا ہے اور مہاراجہ نے ان کی جگہ میجر جنرل جنک سنگھ کو عارضی طور پر (وزیراعظم) مقرر کیا ہے۔

(ولفرڈ ویب)

(جارج ایبل اور لوئی ماؤنٹ بیٹن کی دفتری تحریر)

وجہ مَیں نہیں جانتا

جی ای بی ایبل

مہربانی فرما کر ویب سے معزولی کا پورا پس منظر دریافت کریں[۲] اور پوچھیں کہ کیا کشمیر اب دونوں میں سے کسی ایک ڈومینین میں شامل ہو جائے گا؟

ماؤنٹ بیٹن

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۵
۲۔ دیکھئے ضمیمہ (۱) اور (۲)

۵.۲۴ کا ضمیمہ ۱

کشمیر اپنے مستقبل کی تلاش میں

(تذبذب کا راز)

دونوں مملکتوں سے علیٰ حالہٖ سمجھوتے کرنے کے لئے کاک کی کوشش

چاروں طرف سے یہ پوچھا جا رہا ہے کہ آخر کشمیر کو اپنا ارادہ ظاہر کرنے میں کون سی چیز مانع ہے جب کہ اس نئے سیاسی ڈھانچے میں یکے بعد دیگرے ریاستیں اپنی جگہ بنا رہی ہیں۔ کشمیر کا فیصلہ اس کے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے ٹراونکور جیسی شور مچانے والی ریاستوں کے فیصلوں سے کہیں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اپنے جغرافیائی محل وقوع کے سبب اسے ریاستوں کی صف میں منفرد مقام حاصل ہے لہٰذا اس کی خاموشی انتہائی پراسرار بھی ہے اور بہت سوں کیلئے للچانے والی چیز بھی۔ اس مضمون کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس راز پر سے کچھ پردہ اٹھایا جائے۔ اگر مَیں یہ کہوں کہ موجودہ انتشار اور تذبذب، درباری سازشوں اور سیاسی چالبازیوں کا مرکبّ ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ البتہ اس سے راز کے مزید گہرے ہونے کا خطرہ ہے جن پر سے مَیں پردہ اٹھانے کی کوشش کرنے چلا ہوں۔

پسِ پردہ ہاتھ

بہتر ہوگا اگر مَیں پہلے ان صاحبان اقتدار کی نشاندہی کردوں جو یہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس معاملے میں کشمیر دوسری ریاستوں سے مختلف ہے۔ اعلیٰ ترین سطح پر فیصلہ کرنے کا اختیار صرف

مہاراجہ کو ہے اور اس معاملے میں وہ اپنے وزراء کو شریک نہیں کرتے۔ ان کے دیوان عام معاملات میں وسیع اختیارات استعمال کرتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی مہاراجہ کا اعتماد حاصل نہیں ہو سکا۔ ان کو تو آنے والے کل کا بھی بھروسہ نہیں ہے۔ ان کے سروں پر مہاراجہ کی ناراضگی کی تلوار ہمیشہ لٹکی ہوتی ہے جو کسی وقت بھی ان کا سر قلم کر سکتی ہے اور یہ تلوار اپنا کام ضرور دکھاتی ہے۔ تین سال کے عرصے میں پانچ وزراء کی برطرفی مہم جو ماتحتوں کو سبق سکھانے کیلئے کافی ہے۔

ریاست میں عوامی تحریکوں کے ساتھ جو کچھ کیا جارہا ہے اس کے باوجود موجودہ مہاراجہ کو روشن خیال کہا جاتا ہے لیکن کچھ عرصے سے وہ عجیب طاقتوں کے زیرِ اثر آئے ہوئے ہیں۔ سب سے غالب اثر ایک ''سوامی'' کا ہے۔ یہ ''سوامی'' شاہی محل میں بڑے ٹھاٹھ سے رہتا ہے۔ کوئی اسے ایک روحانی بزرگ سمجھتا ہے اور کوئی حکومتِ ہند کے پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کا ایجنٹ اور کوئی چالاک فریبی گردانتا ہے۔ ریاست کے خلاف نہرو کی تحریک کی ناکامی کا سہرا وہ اپنے سر باندھتا ہے اور اس کے باعث مہاراجہ پر اس کا اثر دگنا تگنا ہو گیا ہے۔ تاہم اس کے ارادوں کا پتہ نہیں لگتا اور اسی لئے شاہی محل میں اس کی موجودگی سے سرکاری اور عوامی حلقے سخت خوفزدہ ہیں۔ اگرچہ عام تاثر یہ ہے کہ مہاراجہ کا تعلق بھوپال گروپ سے ہے لیکن دراصل وہ اس سے الگ ہیں اور اپنے مشیر آپ ہیں۔

موقع پرستانہ پالیسی

رام چندر کاک جن کے ہاتھ میں ریاست کی باگ ڈور ہے کافی جوڑ توڑ کرتے رہتے ہیں لیکن ان کا واحد مقصد اپنے عہدے پر برقرار رہنا اور اس کے ذریعے اپنے دھڑے کو فائدہ پہنچانا ہے۔ لہٰذا سیاست میں وہ موقع پرستانہ پالیسی پر کاربند ہیں جس سے ان کو وقتی فائدہ پہنچ رہا ہے لیکن ریاست کی منزل کھوٹی ہوتی جارہی ہے۔ وہ لیگ اور کانگریس کی چپقلش سے یہ امید رکھتے ہیں کہ ان دونوں جماعتوں کو آپس میں الجھا کر مخمصے میں رکھ سکیں گے۔ انہیں یہ بھی امید ہے کہ وہ پاکستان اور ہندوستان سے علیٰحدہ سمجھوتے کرکے موجودہ خطرے کو ٹال سکتے ہیں۔

(پیرا حذف کردیا گیا)

ایک آزاد کشمیر

کشمیری مسلمانوں کی وفاداری دو تنظیموں یعنی مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس کے درمیان بٹی ہوئی ہے جن کی رہنمائی علی الترتیب چوہدری غلام عباس اور شیخ عبداللہ کر رہے ہیں اور دونوں ہی رہنما اس اہم موقع پر جیل میں بند ہیں۔ ریاست میں کانگریس کا اثر کافی حد تک ختم ہوتا جا رہا ہے کیونکہ اس جماعت نے والیانِ ریاست کی خوشنودی کیلئے عوام کے مطالبات کو نظر انداز کر دیا ہے۔ دوسری جانب پاکستان کے قیام نے کشمیری مسلمانوں میں ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں امید کی نئی کرن جگا دی ہے۔ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ریاست میں کانگریس کی طاقت ٹوٹ چکی ہے۔

اپنے نظریے کی کامیابی کے اس لمحے میں مسلم کانفرنس نے بہت تحمل کا اظہار کیا ہے۔ یہ ریاست تین طرف سے پاکستان کی قوس سے گھری ہوئی ہے اور اس کے چوتھی جانب ترکستان کی ریاستیں ہیں۔ مسلم کانفرنس کے رہنماؤں نے نا قابل عمل منصوبے اختیار کرنے کے بجائے یہ پیشکش کی ہے کہ وہ مہاراجہ کے تحت ایک علیحدہ اور آزاد کشمیر کی پوری حمایت کریں گے بشرطیکہ ایک مکمل نمائندہ حکومت کے قیام کی ضمانت دی جائے۔ دراصل یہ غیر مسلم اقلیتوں کیلئے نیک نیتی پر مبنی پیشکش اور ایک عظیم رعایت تھی لیکن اس پیشکش کو خوش آمدید کہنے کے بجائے انہوں نے نا قابلِ عمل مطالبات پیش کرنے شروع کر دیے۔ جب سے برطانوی حکومت نے ریاستوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا ہے کہ وہ دفاع، مواصلات، اور خارجہ امور کے سلسلے میں دونوں میں سے کسی ایک مملکت سے معاہدہ کر لیں کشمیر میں صورتِ حال یکسر بدل گئی ہے۔ مسلم کانفرنس نے مطالبہ کیا ہے کہ یہ معاہدہ اپنے قریب ترین ہمسائے یعنی پاکستان ہی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اس طرح مسلم کانفرنس وہ واحد تنظیم ہے جس نے اس اہم مسئلے پر مثبت قدم اٹھایا ہے۔ محلاّتی حلقے اپنی تذبذب کی پالیسی پر بدستور پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ مسٹر کاک پر خود اپنا موقف واضح نہیں ہے اور وہ سانس روکے کسی غیبی اشارے کا انتظار کر رہے ہیں۔ نیشنل کانفرنس حیران اور پریشان ہے۔ انہیں (کانگریس کو) اب محسوس ہوا ہے کہ وہ صوبۂ سرحد کے خان برادران کی طرح کشمیر میں بھی غلط

گھوڑے پر بازی لگائے بیٹھے ہیں۔ کیا وہ اپنی حماقتوں پر اڑے رہیں گے؟ ان کی آئندہ چال کا اندازہ لگانا بیکار ہے تاہم مَیں ایک قیاس ضرور کروں گا۔ شیخ عبداللہ شعبدہ باز ہیں اور انہیں لوگوں کو حیرت زدہ کرنے میں مزہ آتا ہے۔ ان کا ''کشمیر چھوڑ دو'' کا نعرہ بھی ایک حیران کن اعلان تھا۔ شاید وہ ایک اور شوشہ چھوڑیں اور اپنے سیاسی حریفوں کو مات دینے کیلئے کشمیر کی پاکستان میں شمولیت کا اعلان کر دیں اور اس طرح ''زیادہ سے زیادہ آزادی'' کے حامیوں کے قدم اکھیڑ ڈالیں۔ عوام پر اپنی گرفت برقرار رکھنے کے لئے ان کے پاس کوئی اور طریقہ نہیں۔ اس کوشش میں وہ عمرو عیار کو بھی مات دینے پر تلے نظر آتے ہیں۔

کیا کشمیر کی آزادی قابلِ عمل تجویز ہے؟

کشمیر کیلئے داخلی آزادی ایک قابل عمل تجویز ہے۔ یہ ریاست طویل عرصے سے خود کفیل ہے۔ اس کا تجارتی توازن مثبت ہے اور اس میں خام مال اور پانی کے اس قدر وسائل موجود ہیں کہ بڑی صنعتیں لگائی جا سکتی ہیں۔ وہ معدنی دولت سے مالا مال ہے اور ایسے بہت سے ذخائر بھی ہیں جن کو ابھی کام میں نہیں لایا گیا اور جن سے مزید آمدنی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ریاست کو امنِ عامہ کیلئے ایک مختصر سی فوج کی ضرورت ہوگی۔ ملکی دفاع اب قومی کے بجائے بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے اور اگر اپنے دفاع کیلئے کسی طاقتور ہمسائے سے تعاون کیا جائے تو اس سے ملک کی خودمختاری پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

شاید مَیں اپنے موضوع سے ہٹ کر بات کر رہا ہوں۔ جو بات مَیں یہاں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس وقت جب کہ دوسرے صوبے اور ریاستیں اپنے حالات کو ترتیب دے رہے ہیں کشمیر ''سوامیوں اور گروؤں'' سے اپنی جنم پتری بنوا رہا ہے۔ کشمیر ابھی تک اپنی منزل کی تلاش میں ہے۔۔ پاکستان ٹائمز، ۸ اگست ۱۹۴۷ء

۵.۲.۴ کا ضمیمہ ۲

ولفرڈ ویب بنام جارج ایبل

(تار)

(سری نگر) ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۱۲ اگست کے حوالے سے

کاک نے استعفیٰ دینے کی اجازت مانگی ہے کیونکہ ان کے خیال میں وہ مہاراجہ کا اعتماد کھو چکے ہیں۔ انہیں معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ دوسرے ذرائع سے کانگریس کے ساتھ خط و کتابت کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ واقعہ اس لئے رونما ہوا کہ مہاراجہ اسی تذبذب میں ہیں کہ کس ڈومینین میں شمولیت کی جائے یا پھر کشمیر کے مخصوص حالات میں دونوں مملکتوں سے سمجھوتے پر برملا بات کی جائے۔ مہاراجہ، ڈوگروں اور ہندو آبادی کا رجحان ہندوستان کی جانب ہے لیکن آبادی کی اکثریت مسلمان ہے اور اگر ان سے پوچھا جائے تو وہ اور خاص طور پر میر پور، پونچھ اور مظفر آباد کے علاقے پاکستان میں شامل ہونا پسند کریں گے۔ کاک اگر چہ ہندو ہیں لیکن مضمرات سے اچھی طرح واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ اگر کشمیر کسی ایک مملکت اور خاص طور پر ہندوستان میں شامل ہو گیا تو سنگین ہنگامہ آرائی کا خطرہ ہوگا۔

۲۔ مہاراجہ کو کاک یہ مشورہ بھی دیتے رہے تھے کہ وہ اپنے صرفِ خاص کیلئے ایک رقم کا تعین کر لیں اور آمرانہ حکومت کو بتدریج ختم کر کے جمہوریت کو فروغ دیں۔ بدقسمتی سے کاک میں کچھ کمزوریاں بھی تھیں مثلاً وزیرِ اعظم ہوتے ہوئے انہوں نے اپنے بھائیوں کو کاروبار میں لگایا ہوا تھا اور اس طرح اپنے پورے خاندان کو فائدہ پہنچا رہے تھے۔ مہاراجہ نے اپنے خط میں ان کا استعفیٰ منظور کرتے ہوئے کہا کہ وہ عوام کا اعتماد کھو چکے ہیں۔

۳۔ کل مَیں نے نئے وزیرِ اعظم سے ملاقات کی۔ وہ بھی صورتحال سے اچھی طرح واقف ہیں اور ہندو ہونے کے ناطے گوان کا جھکاؤ ہندوستان کی جانب ہے لیکن وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت اس فیصلے کو منظور نہیں کرے گی۔ لہٰذا ان کی بھی یہی خواہش ہے کہ دونوں مملکتوں سے

سمجھوتے کیئے جائیں۔کل رات حکومتِ کشمیر نے ایک بیان جاری کیا ہے کہ دونوں مملکتوں سے مذاکرات کے دوران وہ علیٰ حالہ سمجھوتوں کا خیر مقدم کرے گی۔اس اعلان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس وقت کسی مملکت سے الحاق نہیں کرنا چاہتی۔

۴۔حکومتِ کشمیر بڑے تذبذب کا شکار ہے کیونکہ کسی ایک مملکت میں شمولیت سے شدید گڑ بڑ ہونے کا امکان ہے جس کے اثرات ریاست کے باہر بھی پھیل سکتے ہیں۔

۵.۲.۴ کا ضمیمہ ۳

مارگریٹ کاک (Margaret Kak) بنام اسٹیفورڈ کرپس

۱۵ ڈین مان ڈرائیو ہیمپسٹیڈ گارڈن سبرب

لندن۔این ڈبلیو ۱۱

۱۶ اکتوبر ۱۹۴۸ء

ڈیئر سر اسٹیفورڈ

(پیرا ۱ حذف کر دیا گیا)

۲۔ پنڈت رام چندر کاک نے اگست ۱۹۴۷ء میں استعفیٰ دے دیا تھا۔انہیں مستعفی ہونے پر دو گروہوں نے مجبور کیا تھا جن کے اپنے اپنے مقاصد تھے تاہم فوری مقصد مشترک تھا یعنی وزیراعظم کو ان کے عہدے سے ہٹوانا اور ان کی جگہ ایک ایسے شخص کو لانا جس پر دباؤ چل سکے۔

۳۔ ۱۹۴۷ء کے موسم بہار میں پہلے گروہ کا زور تھا جس کا گرو سوامی سنت دیو تھا۔ یہ ایک عمر رسیدہ اور چالاک سادھو ہے جس کا راج محل میں بہت اثر ورسوخ ہے۔اس نے مہاراجہ کو مشورہ دیا کہ وہ راج پاٹ میں اپنے جدِ امجد گلاب سنگھ کے نقشِ قدم پر چلیں اور ڈوگرا راجپوت برادری کو بھی ابھارا کہ وہ اپنا پچھلا اعلیٰ رتبہ پھر سے حاصل کرنے کی کوشش کریں جو اس کے خیال میں ان کا پیدائشی حق ہے۔اس نے اس خیال کی بھی حوصلہ افزائی کی کہ ہمالیہ کی ریاستوں کا ایک وفاق بنایا جائے جس کا مرکز ریاست جموں وکشمیر ہو۔ان تمام منصوبوں سے اس کا مقصد یہ ہے کہ تخت وتاج کے پیچھے

اصل اقتدار اسی کے ہاتھ میں ہو۔

۴۔ دوسرا گروہ ان افراد پر مشتمل تھا جو ہندوستان میں فوری شمولیت کے خواہاں تھے اور ان کا خیال تھا کہ ریاست کی انتظامیہ اتنی مضبوط ہے کہ وہ اس الحاق سے ریاست کی ساخت اور وحدت پر بُرے اثرات نہیں پڑنے دے گی۔

۵۔ اُس وقت کے وزیر اعظم دونوں گروہوں کیلئے رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان رجعت پسندوں کے خواب نہ صرف ناواجب بلکہ قطعی ناممکن بھی ہیں۔ انہیں یقین کامل تھا کہ اگر اس موقع پر ریاست نے کسی ایک ڈومینین سے الحاق کر لیا تو ایسا بحران پیدا ہو جائے گا کہ ریاست کی بنیادی طور پر مصنوعی وحدت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اپنے اصلی اجزائے ترکیبی میں بٹ جائے گی۔

۶۔ ہر گروہ کی یہ خواہش تھی کہ وہ انتظامیہ کے ساتھ دوسرے گروہ کی مخالفت سے فائدہ اٹھائے اور ان سازشوں میں جو میرے شوہر کے استعفےٰ پر منتج ہوئیں دونوں گروہ برابر کے شریک تھے۔ ان حالات میں میرے شوہر نے مجبور ہو کر مہاراجہ سے استدعا کی کہ انہیں یا تو فارغ ہونے کی اجازت دی جائے یا پھر وزیر اعظم جس پالیسی کو صحیح سمجھتے ہیں اس پر مہاراجہ کے مکمل اعتماد کا اعلان کیا جائے تاکہ ان سازشوں کا خاتمہ ہو سکے جن کی قلعی کھل گئی ہے اور کوئی اسے جھٹلا نہیں سکتا۔

۷۔ اس وقت سے میرے شوہر اور ان کے خاندان کا کشمیر کی ریاست سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ لیکن میرے اس دعوے کی سچائی کو کہ ان کے مستعفی ہونے میں ان دو گروہوں کا ہاتھ تھا اس حقیقت سے تقویت ملتی ہے کہ تمام توقعات کے برخلاف مہاراجہ نے ۱۱ اگست کے بعد اس پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی تا آنکہ اکتوبر کے آخر میں پٹھانوں کے حملے نے انہیں ہندوستان سے الحاق کرنے اور نیشنل کانفرنس کے قیدیوں کو رہا کرنے پر مجبور کر دیا۔

لیکن ایسی پالیسی مستعد انتظامیہ، انصاف، نیک نیتی اور ایمانداری کے بغیر کیسے کامیاب ہو سکتی تھی اور اس کا بیّن ثبوت وہ واقعات ہیں جو وزیر اعظم کے مستعفی ہونے کے فوراً بعد پیش آئے یعنی پونچھ میں بغاوت ہو گئی اور ریاست میں لوگوں کے حوصلے پست اور عام حالات ابتر ہوتے چلے گئے۔ اپنے پسندیدہ لوگوں کو کلیدی منصبوں پر لگایا گیا اور بڑے بڑے عہدیداروں

مثلاً چیف آف ملٹری اسٹاف، انسپکٹر جنرل پولیس اور متعدد وزراء کو برطرف کردیا گیا۔

۸۔عہدے سے ہٹنے کے بعد میرے شوہر سے جو سلوک کیا گیا اس کی کہانی کچھ یوں ہے:

۱۲ اگست کو ہم ایک مہینہ گلمرگ میں گزارنے کیلئے روانہ ہوئے۔ ارادہ تھا کہ خزاں میں انگلستان جانے کا بندوبست کیا جائے جہاں مَیں نے اپنے رشتہ داروں کو پچھلے دس سال سے نہیں دیکھا تھا۔

۹۔ابھی ہم گلمرگ ہی میں تھے کہ ہمیں پونچھ کے واقعے اور سرینگر میں بے چینی کی خبریں ملیں۔ بلاشبہ ایسے مشکل اور نامساعد حالات میں میرے شوہر کی برطرفی کا انہیں جواز تلاش کرنا ہی تھا۔ مہاراجہ کا ۱۱ اگست کا خط جس میں انہوں نے میرے شوہر کو فارغ ہونے کی اجازت دی تھی پُرتپاک تھا لیکن اگست کے آخر میں یہ افواہیں سننے میں آئیں کہ تمام ذرائع سے ایسا مواد حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس سے میرے شوہر پر باقاعدہ الزامات لگائے جاسکیں۔

تحقیقات کا سلسلہ شروع ہوگیا اور یہ کام غیر سرکاری افراد کے سپرد کردیا گیا جن کو یہ اجازت تھی کہ وہ سرکاری عہدے داروں کی خدمات حاصل کرسکتے اور سرکاری ریکارڈ طلب کرسکتے ہیں۔

(پیرے ۱۰ تا ۲۰ حذف کردیے گئے)

آپ کی مخلص

مارگریٹ کاک

۵.۲.۵

کشمیر کسی ڈومینین میں شامل نہیں ہوگا[۱]

ریاست علیٰ حالہٖ سمجھوتوں کا خیر مقدم کرے گی

سرینگر، ۱۴ اگست۔ ایک اعلان میں کہا گیا ہے جموں اور کشمیر کے وزیر اعظم[۲] نے ہندوستان اور پاکستان کے ریاستی تعلقات کے محکموں کو تار بھیجا ہے کہ ریاستی حکومت دونوں مملکتوں سے ان تمام امور پر علیٰ حالہٖ سمجھوتوں کا خیر مقدم کرے گی جو اس وقت رخصت ہونے والی حکومتِ ہند

کے ساتھ ہیں۔ تجویز ہے کہ تفصیلات طے ہونے اور نئے سمجھوتے[۳] پر عمل درآمد ہونے تک موجودہ انتظام اسی طرح جاری رہے۔۔سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۷ کی دستاویز نمبر ۱۸
۲۔ جنگ سنگھ
۳۔ گاندھی نے اس سے پہلے کہا تھا ''جموں وکشمیر کی تقدیر کا فیصلہ اس کے عوام کی خواہش کے مطابق ہونا چاہیے۔'' دیکھئے ضمیمہ

5.2.5 کا ضمیمہ

کشمیر کو ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونا پڑے گا

واہ، ۶ اگست۔اپنی پرارتھنا کے اجتماع سے، جس میں زیادہ تر کیمپ کے پناہ گزیں تھے، خطاب کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا کہ انہیں خوشی ہے کہ انہوں نے کیمپ کا دورہ کیا اور ہسپتال میں مریضوں کو دیکھا اور کیمپ میں دوسری سرگرمیاں بھی دیکھیں۔(مسٹر گاندھی نے کہا کہ) انہوں نے طے کیا تھا کہ وہ عام جلسے منعقد نہیں کریں گے اور نہ لوگوں سے خطاب کریں گے لیکن کارکنوں سے بہرحال انہوں نے ملاقات کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے مہاراجہ صاحب، مہارانی صاحبہ اور وزیراعظم کاک صاحب سے بھی ملاقات کی۔[۱] انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ وہ شیخ عبداللہ صاحب سے نہیں مل سکے جو ان کے خیال میں بلاشبہ کشمیریوں کے رہنما ہیں۔

انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ ۱۵ اگست کو ہر طرح خیریت رہے گی اور قانونی طور پر کشمیر اور جموں آزاد ہو جائیں گے لیکن انہیں یہ بھی یقین ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد ریاست کی یہ صورتحال زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی اور یہ کہ اسے ہندوستان یا پاکستان میں سے کسی کے ساتھ بہرحال شامل ہونا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ برطانوی اقتدارِ اعلیٰ ۱۵ اگست کو ساقط ہو جائے گا اور اس کے بعد حقیقی اقتدارِ اعلیٰ شروع ہوگا۔

مسٹر گاندھی نے کشمیریوں کے اقتدارِ اعلیٰ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان کی ایک زبان،

ایک تہذیب ہے اور ان کی نظر میں وہ ایک ہی قوم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تو کشمیری ہندو اور کشمیری مسلمان میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آیا۔

مسٹر گاندھی نے کہا کہ خوش قسمتی سے انہیں نام نہاد معاہدہ امرتسر پڑھنے کا موقع ملا جو دراصل ایک بیع نامہ ہے۔ ان کے خیال میں یہ معاہدہ ۱۵ اگست کو ساقط ہو جائے گا۔ (انہوں نے کہا) بیچنے والا اس وقت کا برطانوی گورنر جنرل اور خریدار مہاراجہ گلاب سنگھ تھا۔ معاہدے کے خاتمے پر کیا ریاست انگریز اور اس واسطے سے انگلستان کو واپس مل جائے گی؟ اگر ہندوستان کو واپس ہو تو کس فریق کو ملے؟ انہوں نے کہا کہ وہ قانونی موشگافیوں میں نہیں پڑنا چاہتے کیونکہ انہیں اس کا حق نہیں پہنچتا لیکن عقلِ سلیم کا تقاضہ ہے کہ کشمیر اور جموں کی تقدیر کا فیصلہ خود کشمیریوں کی اپنی مرضی سے ہوگا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ دونوں ڈومینینوں، مہاراجہ اور کشمیریوں کے درمیان اس مسئلے کا تصفیہ ہو جائے گا۔ اگر یہ چاروں فریق کسی مشترکہ فیصلے پر اتفاق کر لیں تو بڑی مصیبت سے بچ جائیں گے۔ آخر کشمیر ایک بڑی ریاست ہے اور دفاعی اعتبار سے پورے ہندوستان کیلئے اہمیت رکھتی ہے۔۔ (اے پی آئی)۔ پاکستان ٹائمز، ۷ اگست ۱۹۴۷ء

ا۔ دیکھئے دستاویز نمبر ۵.۲۱.۱ کا حوالہ ۳۔ کشمیر سے واپسی کے سفر کے دوران گاندھی نے واہ میں پناہ گزینوں کے کیمپ سے خطاب کیا۔

۵.۴

دیگر ریاستیں

۵.۴.۱

ملک اللہ دت خان اور کریم خان بنام محمد علی جناحؒ

گرینڈ ہوٹل۔ دہلی

۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب

آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ جون ۱۹۴۳ء میں شمالی گجرات کے تعلقہ دسادا کو ریاست بڑودہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا تھا تا کہ وفاقی الحاق کے منصوبے کے مقاصد پورے ہو سکیں۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو اقتدار اعلیٰ کے سقوط کے ساتھ ہی دسادا بھی اور دوسری ریاستوں کی طرح خود بخود آزاد اور خود مختار ہو جائے گا۔

دسادا کے تعلقہ دار اور بھاگدار ہونے کی حیثیت سے ہم یعنی ملک شری اللہ دت خان اور کریم خان جنہیں دسادا کے دوسرے بائیس بھاگداروں کی منظوری سے یہ اختیار دیا گیا ہے پاکستان کی ڈومینین میں شمولیت کا ارادہ اس امید پر ظاہر کرتے ہیں کہ ڈومینین کی حکومت ہماری خودمختاری، آزادی اور مفادات کا تحفظ کرے گی۔

پاکستان میں شمولیت کی غرض سے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ بالائی گجرات کی مسلم اور غیر مسلم ریاستوں، جاگیروں اور تعلقہ جات کی ایک یونین بنائی جائے۔ بالائی گجرات کی ریاستوں کا محلِ وقوع پاکستان اور ہندوستان دونوں ممالک کیلئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ ریاستیں

ایسے مقام پر واقع ہیں جہاں بمبئی پریذیڈنسی، ریاست ہائے بڑودہ، جودھپور، پالن پور، رادھن پور، دھرن گدھرا اور مشرقی کاٹھیاواڑ کی دوسری ریاستوں اور سندھ کی سرحدیں ملتی ہیں۔

ہم نے نئی دہلی میں اس مہینے کی ۲۵ تاریخ کو سردار عبدالرّب نشتر اور ۲۶ تاریخ کو عزت مآب لیاقت علی خاں سے اس مسئلے پر گفتگو کی ہے اور انہوں نے ہمیں یہ مشورہ دیا کہ اس انتہائی اہم مسئلے پر آپ سے رجوع کیا جائے۔ اگر آپ اس معاملے میں ہماری رہنمائی فرمائیں تو ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔

آپ کے فرمانبردار

ملک اللہ دت خان، کریم خان

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۳

۵.۳.۲

ایس ایم خان بنام محمد علی جناح[۱]

دہلی

۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

ہندوستان یا پاکستان کی کسی ایک مملکت کے ساتھ الحاق کی جو باقاعدہ آزادی مجھے دی گئی ہے اس کے مدِنظر اور عزت مآب عبدالرّب نشتر اور عزت مآب لیاقت علی خاں سے ملاقات اور بہت غور وخوض کے بعد مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ دفاع، امورِ خارجہ، مواصلات اور مشترکہ دلچسپی کے دیگر امور میں پاکستان کے ساتھ آئینی تعلقات قائم کرنے ہی میں میری ریاست کا مفاد مضمر ہے۔ وقت آنے پر مَیں اپنی ریاست کی جانب سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دوں گا۔

مَیں یہ خط آپ کی اطلاع اور ضروری کارروائی کیلئے بھیج رہا ہوں۔ میری ریاست کی

تاریخ اوراس کی موجودہ صورتحال پر ایک مختصر خاکہ آپ کو جلد پیش کر دیا جائے گا۔[۲]

ادب واحترام کے ساتھ

آپ کا مخلص

شرع محمد خان

والیِ ریاست پٹھاری[۳]

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۸

۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔ باقی ریاستوں سے ان کی اپیل کیلئے دیکھئے ملفوفہ

۳۔ وسطی ہندوستان کی نسبتاً چھوٹی ریاست

۵.۳.۲ کا ملفوفہ

مسلم اسٹیٹس فیڈریشن بنانے کیلئے والیِ ریاست پٹھاری کی اپیل

ہر لمحے ہندوستان کی سیاست میں اہم تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ملک کی تقسیم جسے پہلے ناممکن سمجھا جاتا تھا اب ناگزیر حقیقت بن گئی ہے۔ فرقہ وارانہ جنون اپنی تمام خباثتوں کے ساتھ پھیلتا جارہا ہے۔ کچھ والیانِ ریاست بھی فرقہ وارانہ تعصب کی لپیٹ سے دامن نہیں بچا سکے۔ نتیجتاً ایوان والیانِ ریاست میں بھی پھوٹ پڑ چکی ہے۔ مسلم حکمرانوں کیلئے یہی موقع ہے کہ صورتحال کا جائزہ لیں اور مندرجہ ذیل امور پر خلوصِ نیت سے غور وخوض کر کے اپنا اقتدار، وقار اور وجود قائم رکھنے کے لئے ایسی تدبیریں سوچیں جو اسلامی روایات کے شایانِ شان ہوں:

۱۔ اگر مسلم لیگ کے مطالبات کے مطابق ہندوستان کی تقسیم عمل میں آجائے اور (تقسیم کے بعد) ہندوستان میں اقتدار ایسے لوگوں کو منتقل ہو جائے جنہیں اسلام سے کوئی ہمدردی نہیں تو اس وقت مسلمانوں اوران کی ریاستوں کا مؤقف کیا ہوگا؟

۲۔ اگر مسلمانوں کے مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے مذکورہ بالا قسم کی ایک مرکزی حکومت ہم پر مسلّط کر دی گئی تو مسلم ریاستوں اور ملک کے تمام مسلمانوں کے جائز حقوق کا تحفّظ کون کرے گا؟

۳۔ غیر مسلم ریاستیں آخر کیوں ایک ایسے دستور سے الحاق کیلئے بے چین ہیں جو کیبنٹ مشن کی

روح اور مقصد کے یکسر خلاف ہے؟

۴۔ ایک نمائندہ دستور ساز اسمبلی کے قیام سے پہلے اگر مسلم ریاستیں آئین سازی کے کام میں شامل ہو جائیں تو کیا اس سے اسلام کے مفاد پہ ضرب نہیں لگے گی؟

۵۔ اگر دو خود مختار مملکتیں یعنی ہندوستان اور پاکستان وجود میں آ گئیں تو ان میں سے وہ کونسی مملکت ہوگی جس سے مسلم ریاستوں کو آئینی تعلقات قائم کرنے ہوں گے؟

۶۔ اگر حالات کچھ ایسا پلٹا کھائیں کہ حکومتِ برطانیہ مقررہ تاریخ پر اقتدار کی منتقلی روک دے تو کیا مسلم ریاستوں کیلئے مناسب نہیں ہوگا کہ وہ خود اپنا ایک عبوری وفاق قائم کریں تا کہ نامساعد حالات اور ہر قسم کے سیاسی بحران کا مقابلہ کرنے کیلئے ایک متحدہ محاذ بنا سکیں؟

۷۔ اگر اس قسم کے وفاق کیلئے ابھی سے سنجیدگی سے کام شروع کر دیا جائے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ تمام مسلم ریاستوں کا ایک ایسا مرکز بن جائے جس کی آواز میں وزن ہو؟

اس وقت جبکہ مختلف مکاتبِ فکر و عقائد کے لوگ اپنی اپنی جماعتیں بنا رہے ہیں تو کیوں نہ مسلم ریاستیں بھی اپنے وسائل مجتمع کر کے اپنی ایک یونین بنا لیں۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ آپس میں اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے مسلم ریاستوں کو سیاسی اور معاشی دشواریوں کا سامنا ہے اور جغرافیائی مسائل درپیش ہیں۔ لیکن اگر حیدرآباد (دکن و برار)، بھوپال (وسطی ہندوستان)، جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ)، خیرپور (سندھ و گجرات)، بہاولپور (پنجاب)، رامپور (روہیل کھنڈ۔ یوپی)، ٹونک (راجپوتانہ) کے مسلم امراء خصوصی طور پر اور باقی مسلم ریاستوں کے والی عمومی طور پر اعلیٰ اور ادنیٰ کے احساس سے بلند ہو کر محض اسلامی اخوت اور مساوات کے ناطے مذکورہ بالا اسلامی مقاصد کی مکمل حمایت کریں اور اپنے تمام وسائل کے ساتھ اس مسئلے کے حل کیلئے عملی اقدامات کریں تو آل انڈیا مسلم اسٹیٹس فیڈریشن ایک حقیقت بن سکتی ہے۔ یہ فیڈریشن بلاشبہ مسلم ریاستوں کے تحفظ، تسلسل اور سلامتی کی ضمانت دے سکتی ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ مسلم ریاستیں مسلم حکمرانوں کے ہاتھوں میں ایک قومی امانت ہیں جو اکیلے ہی ان کی سالمیت اور بقا کے ضامن نہیں بلکہ یہ ذمہ داری پوری مسلم قوم پر

بھی عائد ہوتی ہے۔اگر مسلم ہندوستان کے مقبول رہنماؤں سے یہ امید رکھیں تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ خودمختاری کی اس قومی امانت کی حفاظت اور حمایت کریں گے۔

لہٰذا مَیں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پُرخلوص اپیل کو ساتوں مسلم امراء اور قائداعظم کے ہمدردانہ غور کے لئے ارسال کروں۔

آل انڈیا مسلم اسٹیٹس فیڈریشن کے منصوبے کی تفصیلات اس منصوبے کے محرّک کے پاس ہیں اور وہ اس موضوع پر مزید خط وکتابت کا خیر مقدم کرے گا۔

۵.۳۴

جام صاحب لسبیلہ بنام محمد علی جناح[۱]

میڈنز ہوٹل۔دہلی

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

محترم قائداعظم

مَیں جانتا ہوں کہ آپ کا وقت اس قدر قیمتی ہے کہ اس میں مداخلت کرنا جرم ہے۔مَیں دہلی میں صرف ایک دن اور ہوں اور چاہتا ہوں کہ لسبیلہ واپس جا کر اپنے عوام کو بتاؤں کہ پاکستان کے رہنما نے لسبیلہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست کے لئے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

لہٰذا دہلی سے روانگی سے پہلے میرے لئے انتہائی اہم ہے کہ مَیں آپ سے ملوں۔اس کیلئے جو وقت بھی آپ مناسب سمجھیں مقرر کریں لیکن مہربانی فرما کر مجھے مختصر ملاقات کا موقع ضرور دیں۔

احترام کے ساتھ

ہمیشہ آپ کا

غلام قادر خان

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۲۰

۵.۳۴

محمد علی جناح بنام جام صاحب لسبیلہ[1]

۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء

ڈیئر جام صاحب

آپ کا ۲۸ جولائی ۱۹۴۷ء کا خط مل گیا[2] لیکن مجھے افسوس ہے کہ مَیں دہلی میں آپ سے نہیں مل سکوں گا کیونکہ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ جو کام اس وقت زیرِ غور ہے اس میں مَیں کس قدر مصروف ہوں۔

ریاستِ قلات سے اپنے تعلق کے بارے میں جو کچھ آپ کہنا چاہتے تھے وہ مَیں نے سن لیا تھا اور آپ کو بتا بھی دیا تھا کہ جب تک آپ کے اور قلات کے تعلقات کا جائزہ نہ لے لوں[3] اس وقت تک اپنی رائے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی تھی اور پاکستان کے لئے آپ کی نیک خواہشات کا مَیں ممنون ہوں۔ اس سے زیادہ مَیں اس وقت کچھ کہنے کی حیثیت میں نہیں ہوں۔

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۲۱
۲۔ دستاویز نمبر ۵.۳۳
۳۔ ضمیمہ

۵.۳۴ کا ضمیمہ
لسبیلہ اسٹیٹ نیشنل پارٹی کی قرارداد

لسبیلہ اسٹیٹ نیشنل پارٹی کراچی کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء کو منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی:

قرارداد

''یہ اجلاس اس خبر پر انتہائی تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ والیِ ریاستِ لسبیلہ اپنے عوام

اوران کی سیاسی جماعت سے مشورہ کئے بغیر یا تو آزادی کا اعلان کرنا چاہتے ہیں یا دونوں میں سے کسی ایک مملکت سے الحاق کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ چاہے وہ کسی مملکت سے الحاق کریں یا اپنی آزادی کا اعلان کریں وہ اپنی آمرانہ روش بہر حال برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

یہ اجلاس والیِ ریاست کو مشورہ دیتا ہے کہ اس معاملے میں ایسا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ اپنے عوام کی رائے معلوم کریں اور ریاست میں نمائندہ حکومت کے قیام کیلئے اقدامات کریں ۔ یہ اجلاس دونوں مملکتوں سے درخواست کرتا ہے کہ ریاست کے عوام اور ان کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والی سیاسی جماعت سے مشورے کے بغیر ریاست کے فرمانروا سے ان کی اپنی خواہش پر کسی قسم کے مذاکرات نہ کریں۔

یہ اجلاس بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ[۱] سے مطالبہ کرتا ہے کہ اقتدار اعلیٰ کی دستبرداری سے پہلے وہ خان قلات کے بالمقابل ریاست لسبیلہ کی حیثیت واضح کر دیں۔

یہ اجلاس ریاست کے فرمانروا اور لسبیلہ کے انتظام میں دلچسپی رکھنے والوں کو خبردار کرتا ہے کہ ہر قدم پر ریاست کے عوام سے مشورہ کیا جائے اور ۱۵ اگست سے پہلے ریاست میں نمائندہ حکومت قائم کی جائے۔ بصورت دیگر صاحبانِ اقتدار کی پروا نہ کرتے ہوئے ریاست کے عوام اپنی خواہشات اور فلاح و بہبود کی خاطر کسی ایک دستور کے ساتھ خود کو وابستہ کرلیں گے۔''

احمد خان جموٹ

جنرل سیکرٹری

لسبیلہ اسٹیٹ نیشنل پارٹی

۱۔ جیفری پرائر (Geoffrey Prior)

۵.۳.۵
نواب بھوپال بنام محمد علی جناحؒ

ذاتی / خفیہ

قصر سلطانی۔ بھوپال

۲ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

مَیں اس مرتبہ دہلی صرف اس مقصد سے آیا ہوں کہ ایک دیرینہ اور محترم دوست سے اپنے اور ریاست بھوپال کے مستقبل کے بارے میں گفتگو کروں اور مشورہ لوں۔

آج کل ہندوستان میں آپ سے زیادہ مصروف شاید ہی کوئی اور ہستی ہو، لہٰذا آپ کو اپنے ذاتی مسائل یا قدرے کم اہمیت کے امور میں الجھانے پر مجھے کچھ شرم سی محسوس ہو رہی ہے، اس لئے مَیں مختصراً ان مسائل کا ذکر کروں گا جن کے متعلق چند روز میں مجھے انتہائی اہم فیصلے کرنے ہیں۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس خط سے میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ مَیں کسی ذاتی عنایت کی درخواست کروں یا آپ کو بطور سربراہ پاکستان کی بحیثیت مَیں ذاتی یا ریاستی امور کے سلسلے میں پریشان کروں بلکہ آپ کی رہنمائی حاصل کرنا مقصود ہے۔

پچھلے آٹھ دس برس میں حسبِ توفیق مَیں پاکستان کا پُرزور حامی اور ہندوستان میں مسلم نصب العین کا وفادار اور مسلم لیگ کا ہمدرد رہا ہوں۔ حالیہ برسوں میں یہ ذمہ داری مَیں نے اپنے سر لی تھی کہ پاکستان کے قیام کو یقینی بنانے کیلئے مَیں مقدور بھر کوشش کرتا رہوں تاکہ ہندوستانی ریاستوں کی جانب سے کوئی ایسا قدم نہ اٹھنے پائے جس کی وجہ سے ہندوستان میں ایک علیحدہ مسلم ریاست کے قیام میں رکاوٹ پڑ جائے۔ کسی خودستائی کے بغیر مجھے اطمینان ہے کہ میری دن رات کی محنت کے نتیجے میں ۲۹ مارچ کو مجھے کامیابی ہوئی اور تیرانوے (۹۳) ہندو ریاستوں میں سے صرف بارہ (۱۲) نے اپریل میں (ہندوستانی) دستور ساز اسمبلی میں شرکت کی۔ جہاں تک ریاستی ہندوستان کا تعلق ہے یہ کام مکمل ہو چکا تھا لیکن پھر میری کوششوں میں رخنہ اندازی شروع ہو گئی۔

۳ جون کو قیام پاکستان کا فیصلہ ہو جانے کے بعد مجھے ہندوستانی ریاستوں سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ مَیں تو اپریل ہی میں ایوان والیانِ ریاست کی صدارت سے مستعفی ہو جاتا اور اپنے نوابی منصب سے بھی دستبردار ہو جاتا، لیکن میرے چند دوستوں نے ان امور میں عجلت نہ کرنے کا مشورہ دیا۔ جب پاکستان کے قیام کا فیصلہ ہو گیا تو پھر مَیں نے آپ کی اجازت سے صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

اس وقت سے انفرادی طور پر مَیں اس کوشش میں لگا ہوا ہوں کہ بشمول بھوپال تمام مسلم ریاستوں کی آزادی برقرار رہے۔ اس کام میں ہندو ریاستوں سے مجھے کوئی حمایت حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہی مجھے اس کی توقع تھی۔ ہندو والیانِ ریاست کے ذہنوں میں فرقہ واریت پوری شدّت کے ساتھ رچی ہوئی ہے اور انہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے۔ کوئی ہندو فرمانروا اس سلسلے میں زیادہ کارآمد ثابت ہوتا مگر ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو پاکستان کے مفادات پر نظر رکھے۔ ہمارا ایک دوست سر سی پی ہوتا تھا سو وہ بھی کھو گیا۔ بھوپال اپنی اسّی فیصد ہندو آبادی سمیت ہندو ہندوستان کے درمیان واقع ہے اور میرے ذاتی مخالفین اور اسلام کے دشمنوں کے نرغے میں تنِ تنہا کھڑا ہے۔ پاکستان کسی طرح بھی ہماری مدد نہیں کر سکتا۔ یہ بات آپ نے کل رات مجھ پر واضح کر دی تھی۔ اگر ریاستیں اپنے جھگڑوں میں پاکستان کو گھسیٹنے کی کوشش کریں تو خود مَیں ان کا ساتھ نہیں دوں گا۔ ماسواء اخلاقی حمایت کے آپ سے مزید توقع رکھنا زیادتی ہوگی۔ انگلستان نے پہلے ہی ریاستوں کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور مَیں خود برطانیہ کے دروازے پر جا کر بھیک مانگنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ ہمارے محل وقوع کے باعث ہمیں ڈرایا دھمکایا جائے گا اور تمام ضروری اشیاء مثلاً کوئلے، لوہے، مٹی کے تیل، پٹرول، مشینری، ہوائی سروس، اسلحے اور گولہ بارود وغیرہ کی ترسیل روک دی جائے گی۔ وہ تو ابھی سے یہ دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر ہم علیحدگی اختیار کریں گے تو علیٰ حالہٖ بندوبست برقرار نہیں رہے گا۔ یہ ہے صورتحال۔ بات بزدلی یا خوف کی نہیں ہے مَیں مقابلے کیلئے تیار تو ہوں لیکن ساتھ ہی یہ بھی جاننا چاہوں گا کہ ہمارا اصلی مقصد کیا ہے اور پاکستان کہاں تک ہماری مدد کر سکتا ہے اور ہمارا ساتھ دے سکتا ہے۔ پاکستان سے الحاق یا کسی اور

نوع کے اشتراک کیلئے ہمارے معاہدوں کی شرائط کیا ہوں گی اور ان پر عمل درآمد کس طرح کیا جائے گا۔

مَیں میثاقِ الحاق پر دستخط کر کے ہندوستان میں شمولیت کیلئے ہرگز تیار نہیں ہوں اور اگر یہ ناگزیر ہے تو پھر یہ کام میرے جانشین ہی کریں گے۔

میری ذاتی خواہش یہ ہے کہ مَیں تخت سے دستبردار ہو کر اسلام کی خدمت کروں۔ مَیں ایک غریب آدمی ہوں کیونکہ مَیں نے اپنے عوام کا حق مار کر دولت جمع نہیں کی ہے لیکن اگر مَیں اسلام اور پاکستان کی خدمت کرتا رہوں اور مجھے آپ کے کام آنے کا موقع اور شرف حاصل ہو تو میری مالی حالت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ مَیں کسی حیثیت میں بھی کام کرنے پر تیار ہوں لہٰذا مَیں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے کس حیثیت میں اور کون سی خدمت لینا چاہیں گے۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت نہیں ہے یا پاکستان میں میری موجودگی اور ہمارے باہمی تعلقات کی بناء پر آپ کو ذرا بھی پریشانی کا سامنا ہو تو یہ بات اسی وقت برملا ہو جانی چاہیے۔ مَیں جانتا ہوں کہ آپ نے مجھ سے اس معاملے میں کئی مرتبہ گفتگو کی ہے بلکہ مہربانی سے یہ بھی کہا تھا کہ پاکستان آنے پر آپ میرا خیر مقدم کریں گے لیکن اب تک ہماری یہ گفتگو سرسری نوعیت کی تھی۔ اب جب کہ کچھ روز میں میری تقدیر کا فیصلہ ہونے والا ہے میری خواہش ہے کہ آپ اس معاملے میں کوئی واضح اشارہ کریں۔ یہ سوال مَیں اس احساس کے تحت کر رہا ہوں کہ پاکستان کیلئے اگر مَیں سود مند ثابت ہو سکتا ہوں تو اس کے لئے مجھے آپ کی حمایت، عنایت اور اعتماد کی ضرورت ہو گی۔ آپ کی ذات سے میری وفاداری اور میرے دل میں آپ کیلئے شدّت، ادب، محبت اور عقیدت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ مَیں کبھی آپ کو نہ دھوکا دوں گا اور نہ مایوس کروں گا۔ اگر مَیں کسی طرح آپ کے کام آ سکتا ہوں تو یہ میرے لئے باعثِ عزت و شرف ہو گا۔ میرے خیال میں اب مجھے اس معاملے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر میرے لئے پاکستان میں کوئی جگہ نہیں ہے تو مجھے ہندوستان سے باہر کہیں اور بسنے پر تیار ہونا چاہیے۔

چونکہ اس شام آپ کے پاس وقت بہت کم ہو گا اس لئے یہ خط پیشگی لکھ رہا ہوں تا کہ آپ

ان مسائل پر غور کرلیں جن پر آپ کی اجازت سے آج شام گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔
شام چھ بجے آپ کی رہائش گاہ پر حاضر ہو جاؤں گا۔

آپ کا مخلص
حمید اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۸۵
۲۔ نواب بھوپال ۱۹۴۴ء تا اوائل جون ۱۹۴۷ء ایوان والیانِ ریاست کے صدر رہے۔
۳۔ سر سی پی راماسوامی آئیر۔ ریاست ٹراونکور کے دیوان

۵.۳.۶
محمد علی جناح بنام نواب بہاولپور[1]

۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر نواب صاحب

لندن سے لکھا ہوا آپ کا ۳ جولائی ۱۹۴۷ء کا خط[2] چند روز پہلے مجھے موصول ہوا اور مَیں شکریے کے ساتھ اس کا جواب دے رہا ہوں۔

یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے میری ذات کیلئے ایسے تعریفی کلمات استعمال کئے۔ پاکستان کے حصول کیلئے مَیں نے جو کچھ کیا اور اس کے لئے جو کردار بھی مَیں نے ادا کیا وہ میری بے لوث خدمت کے علاوہ اور کچھ نہیں اور امید ہے کہ پاکستان کو دنیا کا ایک بہترین آزاد ملک بنانے میں اپنا فرض ادا کرنے کے قابل ہو سکوں گا۔

نیک تمناؤں کے ساتھ اور آپ کی تجویز کو سراہتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ میرے کراچی پہنچنے پر آپ سے اس سلسلے میں مزید گفتگو ہوگی۔

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۰۲
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۵.۳.۷
مہتر چترال بنام محمد علی جناح[1]

ریاست چترال

۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر فرینڈ

سب سے پہلے پاکستان کی نئی مسلم ریاست کے قیام پر میری جانب سے مبارک باد قبول فرمایئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیے جس نے مسلم نصب العین کے حصول اور ہندوستان کے مسلمانوں کی امنگوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے آپ کو قیادت عطا فرمائی۔ ریاستِ چترال کی پاکستان میں شمولیت کے فیصلے سے آپ کو بذریعہ تار پہلے ہی مطلع کیا جا چکا ہے۔[2] مجھے احساس ہے کہ اس وقت آپ کا قیمتی وقت انتہائی اہم معاملات کو نمٹانے میں صرف ہو رہا ہے جن کے آگے چترال کے مسائل کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ لیکن تیزی سے بدلتے ہوئے سیاسی حالات نے کچھ ایسے مسائل کھڑے کر دیے ہیں جن سے آپ کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

آپ تو جانتے ہی ہیں کہ صوبۂ سرحد کے انتہائی شمال میں چترال دفاعی اعتبار سے ایک اہم علاقہ ہے۔ تاریخی طور پر چترال ہمیشہ سے ایک آزاد ریاست رہا ہے اور اس نے شدید مخالفتوں کے باوجود صدیوں سے اپنی آزادی برقرار رکھی ہے۔

حکومتِ برطانیہ سے ہمارے تعلقات قائم ہونے سے پہلے چترال اور افغانستان کے درمیان مساوی بنیاد پر دوستانہ تعلقات تھے۔ جب افغانستان نے اپنے ہمسایوں سے معاندانہ روّیہ اختیار کیا تو میرے دادا نے سلطنتِ برطانیہ سے تحفّظ کی درخواست کی۔ اُن دنوں چونکہ دیگر راستے افغانستان کے زیر اثر تھے لہٰذا چترال کا انگریزوں سے رابطہ صرف کشمیر کے ذریعے ہی ممکن تھا اور نتیجتاً کشمیر سے دوستی بھی ناگریز ہوگئی۔ اس دوستی کی تجدید کے لئے ہر سال تحائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا۔

حکومتِ برطانیہ سے تعلقات کا آغاز ہمارے اپنے ایماء پر ۱۸۸۵ء میں ہوا تھا۔ بعدازاں ریاستِ کشمیر نے چترال پر اپنا اقتدارِ اعلیٰ جتانا شروع کر دیا جس کا جواز اب بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ چترال کیلئے یہ اور بھی بُرا ہوا کہ حکومتِ برطانیہ نے بھی کشمیر کے اس مؤقف کی حمایت کر دی۔ اس گٹھ جوڑ کی مزاحمت کرنے کیلئے چترال کے پاس طاقت نہیں تھی اور گو کہ میرے اجداد نے کشمیر کے اقتدارِ اعلیٰ کو کبھی تسلیم نہیں کیا لیکن انہیں دباؤ میں آکر معاہدے کرنے پڑ گئے۔ کشمیر کا اقتدارِ اعلیٰ ہمیشہ اس قدر باعث شرم سمجھا جاتا تھا کہ ماسوائے چند افرد کے اسے ریاست کے باقی لوگوں سے مخفی رکھا گیا تا کہ ان کے شدید ردِ عمل سے محفوظ رہا جائے۔

نہ صرف یہ کہ کشمیر کا اقتدارِ اعلیٰ ہم پر ٹھونسا گیا بلکہ ریاست کے شمال اور جنوب کے وسیع علاقے ہمارے مسلسل احتجاج کے باوجود ہم سے چھین کر علی الترتیب کشمیر اور افغانستان کے حوالے کر دیے گئے۔ ہمارے شمال میں یاسین، اشکومان اور غزر کے اضلاع گلگت ایجنسی میں شامل کر کے کشمیر کو دے دیے گئے حالانکہ یہ تینوں اضلاع چترال کے اٹوٹ انگ ہیں۔ وہاں کے لوگ ہمارے عوام سے مذہب، تہذیب اور زبان کے رشتوں میں جڑے ہوئے ہیں۔

اب جب کہ پاکستان کے وجود میں آنے سے اقتدارِ اعلیٰ کا خاتمہ ہو چکا ہے، ہم اس امید اور اعتماد سے بخوشی پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں کہ اس طرح کشمیر کی بالادستی کا جؤا گردن سے اتار کر اور گلگت کے اضلاع کی بازیابی سے ہم اپنی کھوئی ہوئی عزت دوبارہ حاصل کر لیں گے اور وقت آنے پر پاکستان کے ساتھ ایک باعزت معاہدہ کر سکیں گے۔

مَیں ریاستِ چترال کی معاشی حالت سے بھی آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ حکومت کی امدادی رقم کے سوا (جو ہماری ضروریات کے لئے ناکافی ہے) ریاست کے پاس آمدنی کے کوئی خاص وسائل نہیں۔ اس کے بغیر ریاست کا انتظام چلانا ناممکن ہے۔ اگرچہ چترال کی ریاست معدنیات اور جنگلات کے وسائل سے مالا مال ہے لیکن آمدورفت کی مشکلات اور ریاست کی معاشی کمزوری کی بناء پر ان وسائل سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔ مجھے امید ہے کہ حکومتِ پاکستان رسل ورسائل اور قدرتی وسائل کے فروغ میں ریاست کی مدد کرے گی تا کہ جلد از جلد پاکستان پر

سے اس کا معاشی بوجھ ہٹ جائے۔ مَیں یہ خط پاکستان کے استحکام کے لئے دعاؤں پر ختم کر رہا ہوں۔

نیک اور پُر خلوص تمناؤں کے ساتھ

آپ کا مخلص دوست
محمد مظفر الملک

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۹۶
۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔ تاہم ۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو چترال کا پاکستان سے الحاق ہو گیا۔

۵.۳.۸

ایس ایم ناصر الدّین بنام محمد علی جناح[۱]

دی پیلس۔ منگرول

۳ اگست ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر جناب جناح صاحب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ،

حالات نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس نازک مرحلے پر آپ سے رابطہ قائم کروں کیونکہ ہر نقطۂ نظر سے آپ کی رائے سب سے زیادہ پُر خلوص اور صائب ہو گی۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں تمام ریاستوں کو اپنے آئندہ تعلقات کے بارے میں جلد فیصلہ کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ جہاں تک منگرول کا تعلق ہے میرے لئے کوئی فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے۔ منگرول کا معاملہ پورے ہندوستان میں سب سے عجیب اور نرالا ہے۔ وہ ایک ہندوستانی ریاست کی تمام خصوصیات کی حامل ہے اور اس کا اپنا مکمل دیوانی اور فوجداری دائرۂ اختیار ہے پھر بھی اسے جونا گڑھ کے تحت رکھا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد دونوں کو اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کا موقع ملے گا۔ اس صورتحال سے بچنے کے لئے مَیں پچھلے ڈیڑھ سال سے کوشش کر رہا ہوں کہ کوئی باعزت باہمی سمجھوتہ ہو جائے لیکن نہ جانے کن وجوہات کی بناء پر جونا گڑھ نے ابھی تک دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھایا۔ مَیں اس نوٹ کی نقل ملفوف کر رہا ہوں جو مَیں

نے جونا گڑھ کو غور کرنے اور باہمی سمجھوتے کیلئے بھیجا تھا۔[۲] اگر آپ مہربانی فرما کر اس نوٹ کا مطالعہ فرمائیں، جس میں پندرہ منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگے گا، تو مَیں آپ کا انتہائی ممنون ہوں گا کیونکہ اس میں ضروری معلومات کی پوری تفصیل موجود ہے۔

مجھے تاریکی میں رکھا گیا ہے اور مستقبل کے لئے جونا گڑھ کے ارادوں سے مَیں ناواقف ہوں۔ آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں گا اگر آپ مجھے یہ مشورہ دیں کہ مَیں اپنے امور کس طور نمٹاؤں کہ نہ صرف پاکستان میں شمولیت ہو سکے بلکہ جونا گڑھ کی بالادستی سے محفوظ رہ کر اپنی انفرادیت بھی قائم رکھ سکوں۔ منگرول ایک چھوٹی سی ریاست ہے جس کی آبادی پچاس ہزار اور آمدنی آٹھ نو لاکھ روپے سالانہ ہے۔ گو کہ آبادی کی اکثریت ہندو ہے لیکن سمندر کے ذریعے پاکستان سے علاقائی اتصال کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

امید کرتا ہوں کہ آپ کے گونا گوں مسائل میں اس طرح اضافہ کرنے پر آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔ آپ کے مشورے اور رہنمائی کا انتظار رہے گا۔

آپ کا مخلص

ایس ایم ناصر الدّین

والیِ منگرول

پس نوشت: اگر ممکن ہو سکے تو مَیں پاکستان میں شمولیت کرنا چاہوں گا چاہے مجھے اس کیلئے کوئی بھی قربانی دینی پڑے۔ منگرول کی موجودہ سیاسی حیثیت دراصل حکومتِ برطانیہ کی جبری دخل اندازی کا نتیجہ ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۰۸

۲۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہو سکا۔

۵.۳۹

ایچ ایل ازمے (H.L.Ismay) بنام محمد علی جناح[1]

وائسرائے ہاؤس۔نئی دہلی

۴ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

آپ کو یاد ہوگا کہ آج صبح آپ کی وائسرائے اور خان قلات کے ساتھ جو ملاقات ہوئی تھی[2] اس میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ قلات کی موجودہ صورتِ حال کو واضح کرنے کیلئے ایک اعلان جاری کیا جائے لہٰذا آپ کی منظوری اور تبصرے کیلئے اعلان کا مسوّدہ[3] ارسال کر رہا ہوں۔

مسوّدے کی ایک نقل مَیں نے خان قلات کو بھی بھیج دی ہے۔

آپ کا مخلص

ازمے

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۲۰

۲۔ ۴ اگست کو ماؤنٹ بیٹن کی خان قلات کے ساتھ ملاقات ہوئی جس کے آخر میں قائد اعظم اور لیاقت علی خاں کو بھی بلا لیا گیا اور انہوں نے ایک اخباری اعلامیہ جاری کرنے پر اتفاق کیا۔

۳۔ ضمیمہ

۵.۳۹ کا ملفوفہ

اعلامیے کا مسوّدہ[1]

قلات کے وفد اور پاکستان کے اسٹیٹس ڈپارٹمنٹ کے عہدیداروں کے درمیان ملاقات ہوئی، جس کی صدارت شاہی نمائندے نے کی اور شاہی نمائندے، خان قلات اور مسٹر جناح کے درمیان متعدد ملاقاتوں کے نتیجے میں صورتِ حال حسبِ ذیل ہے:

۱۔ حکومتِ پاکستان قلات کو ایک آزاد اور خود مختار ریاست کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہے۔ یہ حیثیت دوسری ہندوستانی ریاستوں سے مختلف ہے۔

۲۔قانونی مشورہ حاصل کیا جائے گا کہ جو معاہدے برطانوی حکومت اور قلات کے درمیان ہوئے تھے آیا ان کی وارث حکومتِ پاکستان ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔مشورہ موصول ہونے کے بعد پاکستان اور قلات کے درمیان مزید گفت و شنید ہو گی۔

۴۔اس اثناء میں پاکستان اور قلات کے درمیان ایک علیٰ حالہٖ سمجھوتہ طے پا گیا ہے۔

۵۔جلد ہی پاکستان اور قلات کے درمیان مذاکرات کئے جائیں گے تاکہ دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے بارے میں فیصلے ہو سکیں۔

ا۔قائد کی طرف سے اعلامیے کے ترمیم شدہ مسودے کیلئے دیکھئے دستاویز نمبر ۵.۳.۱۱ کا ضمیمہ۔ یہ اعلامیہ ۱۱ اگست کو شائع ہوا۔

۵.۳.۱۰

خان آف قلات بنام ایچ ایل اِزمے[1]

کیمپ امپیریل ہوٹل۔نئی دہلی

۴ اگست ۱۹۴۷ء

میرے عزیز دوست

آپ کے آج کے خط کا شکریہ۔ شق نمبر ۲ میں ایک لفظ کے سوا مجھے اعلان کا مسوّدہ منظور ہے۔اس شق کی پہلی سطر میں لفظ ''معاہدے'' کو ''پٹے کے سمجھوتے'' کے الفاظ سے بدل دیا جانا چاہیے۔پٹے پر دیے گئے علاقوں کیلئے ''معاہدے'' نہیں ہوتے تھے بلکہ یہ ''پٹے کے سمجھوتے'' ہیں۔

آپ کا مخلص

احمد یار خان

ا۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر ۱۵۲ کا انیکس

۵.۳.۱۱

محمد علی جناح بنام ایچ ایل ازمے[۱]

۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر لارڈ ازمے

مجھے آپ کے خطوط مورخہ ۴ اور ۵ اگست اور اعلامیے کا مسوّدہ موصول ہو گئے ہیں اور مَیں حسبِ ذیل ترامیم تجویز کر رہا ہوں:

شق ۱۔ الفاظ ''خودمختار ریاست'' کے بعد الفاظ ''حکومتِ برطانیہ اور ریاست قلات کے درمیان معاہدوں کے مطابق'' کا اضافہ کیا جائے۔

شق ۲۔ لفظ ''معاہدے'' کے بعد الفاظ ''اور سمجھوتے'' کا اضافہ کیا جائے۔

شق ۳۔ آخر میں الفاظ ''کراچی میں'' کا اضافہ کیا جائے۔

شق ۵۔ الفاظ ''پاکستان اور قلات کے درمیان مذاکرات کئے جائیں گے'' کے بعد الفاظ ''کراچی میں'' کا اضافہ کیا جائے۔

ان ترامیم کو شامل کر کے مَیں یہ مسوّدہ آپ کو واپس بھیج رہا ہوں۔

جہاں تک شق ۲ میں قلات کی مجوزہ ترمیم کا تعلق ہے کہ لفظ ''معاہدے'' کو الفاظ ''پٹے کے سمجھوتے'' سے بدل دیا جائے تو میری تجویز یہ ہے کہ لفظ ''معاہدے'' کے بعد ''اور پٹے کے سمجھوتے'' کے الفاظ کا اضافہ کر دیا جائے۔

صاف نقل ملفوف کر رہا ہوں تاکہ آپ بخوبی دیکھ سکیں کہ میری ترامیم کیا ہیں۔

آپ کا مخلص

محمد علی جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۵۴

۵.۳.۱۱ کا ضمیمہ

محمد علی جناح کے ترمیم کردہ اعلامیے کا مسوّدہ

قلات کے ایک وفد اور حکومتِ پاکستان کے حکام کے درمیان جو اجلاس ہوا تھا اور جس کی صدارت تاجِ برطانیہ کے نمائندے نے کی تھی نیز نمائندہ مذکور، ہز ہائی نیس خان قلات اور مسٹر جناح کے درمیان مختلف ملاقاتوں کے نتیجے میں مندرجہ ذیل صورتِ حال سامنے آئی:

۱۔ حکومتِ برطانیہ اور ریاست قلات کے درمیان معاہدوں کے مطابق حکومتِ پاکستان ریاست قلات کی خود مختار حیثیت کو تسلیم کرتی ہے۔ یہ حیثیت ہندوستان کی باقی ریاستوں سے مختلف ہے۔

۲۔ اس سوال پر کہ آیا حکومتِ پاکستان حکومتِ برطانیہ اور قلات کے درمیان طے پانے والے معاہدوں اور سمجھوتوں کی وارث ہوگی قانونی مشورہ طلب کیا جائے گا۔

۳۔ اس مشورے کے موصول ہو چکنے پر پاکستان اور خان قلات کے نمائندوں کے درمیان کراچی میں مزید ملاقاتیں ہوں گی۔

۴۔ دریں اثناء پاکستان اور قلات کے درمیان ایک علیٰ حالہ معاہدہ طے پا گیا ہے۔

۵۔ عنقریب کراچی میں پاکستان اور قلات کے درمیان گفت وشنید ہوگی تا کہ دفاع، امورِ خارجہ اور مواصلات کے بارے میں فیصلے کیے جاسکیں۔

۵.۳.۱۲

ایچ ایل از مے بنام محمد علی جناح[۱]

وائسرائے ہاؤس۔نئی دہلی

۵ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

حکومتِ پاکستان اور ہز ہائی نیس خان قلات کے درمیان کی گئی گفت وشنید[۲] سے متعلق

اعلامیے کے اس مسوّدے[۳] کے حوالے سے جو مَیں نے کل آپ کو بھیجا تھا التماس ہے کہ مجھے موخرالذکر کی طرف سے یہ اطلاع ملی ہے[۴] کہ شق نمبر ۲ میں ایک لفظ کے استثناء کے ساتھ انہیں اعلامیے سے اتفاق ہے۔ان کا کہنا ہے کہ چونکہ پٹے پر دیے گئے علاقوں کے بارے میں کوئی معاہدے نہیں ہوتے تھے اس لئے لفظ ''معاہدے'' کی بجائے ''پٹوں کے سمجھوتے'' لکھا جائے۔ مجھے امید ہے کہ اس سلسلے میں اگر آپ کوئی اور نکتہ اٹھانا چاہتے ہوں تو اس سمیت آپ مجھے مطلع فرمائیں گے کہ آیا آپ کو یہ ترمیم منظور ہے۔

مخلص

ازمے

۱۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۱۵۲
۲۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ دستاویز نمبر ۴۲
۳۔ دستاویز نمبر ۵.۳.۹
۴۔ دستاویز نمبر ۵.۳.۱۰

۵.۳.۱۳

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام محمد علی جناح[۱]

۸ اگست ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر جناح

پاکستان۔قلات اعلامیے کی شرائط پر ابھی تک اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے مجھے بہت تشویش ہے اور مجھے امید ہے کہ جنرل ازمے کے منسلکہ خط[۲] میں جو تجاویز شامل ہیں انہیں آپ منظور کرلیں گے۔مَیں ان سے مکمل اتفاق کرتا ہوں اور یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ کے مؤقف کا مکمل طور پر تحفظ ہو سکے گا۔ مجھے اس کا بھی یقین ہے کہ ہز ہائی نیس بھی اس سے اتفاق کریں گے۔لہٰذا آپ کی منظوری پر ان سے پوچھے بغیر مَیں یہ اعلامیہ جاری کرادوں گا۔

اگر اس نکتے پر جلد تصفیہ نہ ہوا تو یہ سب کے لئے پریشانی کا باعث ہو گا لہٰذا مَیں یہ رقعہ